ابن عباس نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

عن ابن عباس قال ما كذب الفؤاد ما رأى قال رآه بقلبه۔ [1]

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔

عن الشعبي لقي ابن عباس كعبا بعرفة فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبته الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم فقال كعب ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد وموسى فكلم موسى مرتين ورآه محمد مرتين الحديث۔ [2]

شعبی کہتے ہیں کہ میدان عرفہ میں حضرت ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بنوہاشم ہوں (یعنی آپ میرا سوال نہ ٹالیں) تو کعب نے کہا اللہ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیدنا محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا، اور سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

اس کے بعد امام ترمذی نے حضرت عائشہ کے انکار رویت کو روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ربي تبارك وتعالى۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قد رأى محمد صلى الله عليه وسلم ربه۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۱، " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ - ۲۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [۱]

حافظ الہیثمی نے بھی اس حدیث کو امام ابن حبان کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ [۲]

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اتعجبون ان یکون الخلۃ لابراہیم والکلام لموسٰی والرویۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاہ۔ [۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونا ہو، حضرت موسٰی کے لیے کلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہو، یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ نور الدین الہیثمی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت ربی عزوجل رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح [۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

عن ابن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفؤادہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح خلا جھور بن منصور الکوفی وجھور بن منصور ذکرہ ابن حبان فی الثقات [۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے، ماسوا جھور بن منصور کوفی کے۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

عن ابن عباس قال نظر محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی ربہ تبارک وتعالی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک

۱۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ ھ، جامع البیان ج ۲۷ ص ۵۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفٰی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۳ ھ

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، موارد الظمآن ص ۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، المستدرک ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

۴۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۸، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

۵۔ " " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، " ، "

قال عکرمة فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربه قال نعم جعل الکلام لموسی والخلة لابراھیم والنظر لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ حفص بن عمر العدنی روی ابن ابی حاتم توثیقه عن ابی عبد اللہ الطهرانی وقد ضعفه النسائی وغیرہ [1]

تعالیٰ کو دیکھا، عکرمہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، انھوں نے فرمایا ہاں اللہ نے حضرت موسیٰ کے لیے کلام کی خصوصیت رکھی حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونے کی اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دیکھنے کی خصوصیت رکھی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی حفص بن عمر عدنی ہے، ابن ابی حاتم نے ابو عبد اللہ طہرانی سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

متقدمین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی تھیں، مسروق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المؤمنین کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی تم کو یہ تین باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص بھی یہ کہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

لا تدرکه الابصار. (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

پھر پوری حدیث ذکر کی، علماء کی ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، اس کی مثل حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ دنیا میں رویت باری ممتنع ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابوالعالیہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دو بار دیکھا، اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید سے مروی ہے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابراہیم کو خلت کے ساتھ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابن عباس کی دلیل یہ آیت ہے:

ما کذب الفؤاد ما رای ○ افتمارونه علی ما یری ○ ولقد راه نزلة اخری ○ (النجم: ۱۳-۱۱)

ان کے دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو؟ اور بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔

امام ماوردی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابو الفتح رازی اور ابو اللیث سمرقندی نے کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کی ملاقات ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا، اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اور سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور مالک بن یخامر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ الحدیث۔

امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، یہ حدیث عکرمہ سے بھی مروی ہے اور بعض متکلمین نے اس کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کا قائل ہوں آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد ان کلمات کو اتنی بار دہراتے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا، ابو عمر نے کہا امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عطاء نے الم نشرح لک صدرک کی تفسیر میں کہا کہ آپ کا سینہ رویت کے لیے کھول دیا، اور حضرت

موسیٰ کا سینہ کلام کے لیے کھول دیا۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے اللہ کو اپنی بصر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس معجزہ کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ [۱]

علامہ قرطبی مالکی ما کذب الفؤاد ما رأی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھ لیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے حقیقۃً دیکھا، پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، یہ حضرت ابوذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے، دوسرا قول حضرت انس اور ایک جماعت کا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو! نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ [۲]

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں چار قول ہیں (حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت باری کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضرت ابن عباس کا مشہور قول اور حضرت انس کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، تابعین میں سے سعید بن جبیر کی یہی رائے ہے۔) ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور دنیٰ فتدلیٰ کا معاملہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور اس سے قرب مجازی مراد ہے۔ [۳]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابوالحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے، اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ۔ (النجم: ۱۰) تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے عبد خاص کو جو وحی فرمائی۔

انھوں نے کہا اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطہ کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اور بعض علماء نے سماع کلام کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس وقت کلام کا سننا جائز

---

[۱]۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ص ۱۲۱ - ۱۱۹، ملخصاً، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان
[۲]۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷، ص ۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ
[۳]۔ علامہ محمد بن سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۱، ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور اس کے یقینی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

نقاش نے حدیث معراج میں ثم دنیٰ کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں، اس وقت میں نے اپنے رب کا کلام سُنا: اے محمد! تمہارے دل کو مبارک ہو، قریب آؤ، قریب آؤ، امام بزار نے بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا: میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ [1]

علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انھوں نے کہا ہاں! علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علماء کا قول ہے، امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خُلّت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے، ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث میں یہ آیا کہ آپ نے دل سے اپنے رب کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دل سے اللہ کو جانا اور آپ کو اللہ کا علم ہوا، کیونکہ اللہ کا علم تو آپ کو ہمیشہ سے تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقلاً رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرما دے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزیمہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور نے اللہ کو دیکھا، آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے، انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے اکبر اور راجح ہے اور نقاش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار کہتے رہے آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس رک گیا۔ [1]

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، عکرمہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار۔ (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے اور وہ غیر متناہی نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ نیز امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کعب کی حضرت ابن عباس سے میدان عرفہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کسی چیز کے متعلق حضرت ابن عباس سے سوال کیا، پھر اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس نے کہا ہم بنو ہاشم ہیں، کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا، اور مسروق نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، میں نے تھوڑی دیر بعد یہ آیت پڑھی:

لقد رای من آیات ربه الکبریٰ۔ (النجم: ۱۸) بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: اس سے مراد جبرائیل ہے، جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ نے کسی حکم کو چھپا لیا یا آپ مغیبات خمسہ کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، البتہ آپ نے جبرائیل کو دیکھا تھا، اور آپ نے جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں، ان کے چھ سو پر تھے اور انھوں نے افق کو بھر لیا تھا۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ملخصاً ج ۶ ص ۱۲۰-۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے نور کو دیکھا، محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے، اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ثم دنی فتدلی۔ [1]

حافظ ابن کثیر ان کے قائل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو دل کی آنکھ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ وہ رویت علی وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں۔

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا"، حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جا سکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے، یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں، حضرت ابن عباس کی روایات رویت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرہا کی روایات رویت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۴۴۸ - ۴۴۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر رویت کا انکار نہیں کیا، اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے، اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار۔ (انعام: ۱۰۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا۔ (شوریٰ: ۵۱)

اور اللہ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ اس آیت میں رویت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

۲۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے، اور اس کا مخصص وہ دلائل ہیں جن سے رویت ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جمہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کیا، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے، امام ابوالحسن الواحدی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ذر، اور حضرت ابراہیم تیمی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا، امام ابوالحسن نے کہا اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی، یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح رویت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، امام ابوالحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یہ حضرت انس، عکرمہ، حسن اور ربیع کا قول ہے۔ [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس رویت کی نفی کی گئی ہے وہ رویت علی وجہ الاحاطہ ہے، نیز علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معرف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے اس لیے اس لا تدرکہ الابصار (انعام: ۱۰۳) کا معنی یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے:

کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ۔ (مطففین: ۱۵)

حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

اور قرآن مجید میں مومنوں کے متعلق ہے:

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ۔ (قیامت: ۲۲-۲۳)

کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیونکہ دونوں وقتوں میں بہ حیثیت امکان کوئی فرق نہیں، علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، امام مالک نے کہا مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے، اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مومنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقاء کا جلوہ دیکھیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے "جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے"، تو اگرچہ عقلاً دنیا میں رویت جائز ہے لیکن شرعاً ممتنع ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رویت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا، (یا یہ قاعدہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔)

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابوذر سے روایات مختلف ہیں، اور ایک جماعت کے نزدیک رویت ثابت ہے، امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، کعب احبار، زہری معمر، اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے، امام ابو الحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا؟ اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، بعض احادیث میں حضرت ابن عباس نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا، اور بعض روایات میں ہے آپ نے اپنے دل سے دیکھا، اور مطلق روایت کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے، امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے

اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے ”آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا“، اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہ کی نفی اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ کی نفی کو رویت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو رویت قلبی پر محمول کیا جائے۔ اور رویت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائماً علم تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح رویت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے رویت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے۔ انھوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ عملی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے جو یہ فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، ان کے اس قول کا کیا جواب ہوگا! امام احمد نے کہا حضرت عائشہ کے اس قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مسترد کر دیا جائے گا کہ ”میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے“، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت عائشہ کے قول پر راجح اور مقدم ہے۔ [۱]

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کی حدیث میں ہے اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے، حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی، ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس ادراک کی نفی ہے وہ ادراک علیٰ وجہ الاحاطہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ رویت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ [۲]

---

[۱]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۹-۶۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[۲]۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج ج ۱ ص ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویت باری کا اثبات کرتے ہیں، ان میں کیسے موافقت ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رویت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رویت قلبی کا اثبات کرتے ہیں، امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں رویت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ [۱]

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب اسراء اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ماکذب الفؤاد ما رأی، ما زاغ البصر وما طغی۔ (النجم: ۱۱، ۱۷)

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ خاص کر لیا اس سے مراد رویت بصری ہے نہ کہ رویت قلبی، کیونکہ رویت قلبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور ہمکلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں پھر ہمکلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں، لیکن حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہمکلام ہوا۔ [۲]

ملا علی قاری حنفی نے بھی اختصار کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ [۳]

---

[۱] - علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۲] - علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸ - ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۳] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸ - ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے دل سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے، آنکھوں سے نہیں دیکھا، امام ابوالحسن الواحدی نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم التیمی نے یہ کہا کہ آپ نے اپنے قلب سے رویت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح صحیح رویت کے ساتھ دیکھا جس طرح آنکھوں سے دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفرق اقوال جمع ہو جاتے ہیں، پھر امام واحدی نے یہ کہا کہ مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اللہ سبحانہ کو دیکھا، یہ حضرت انس، عکرمہ اور ربیع کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں، حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا، حضرت ابن مسعود سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت ابوذر اور کعب احبار سے بھی اسی طرح مروی ہے، حسن بصری اس پر قسم کھاتے تھے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں؟ امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سے کلام کیا ہے امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے یہی منقول ہے، اسی طرح ثم دنی فتدلی میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے انوار آپ کے دل میں چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ملکوت کے ان اسرار اور غیوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قاب قوسین او ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئیں، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معروضات کو شرف استجابت عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے:

"جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔" [۱]

[۱] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۳۴۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آیا شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعتیں متفق ہو گئیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض حضرت عائشہ کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس کے نظریہ کے قائل تھے، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا، لیکن جمہور علماء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں اور علامہ محی الدین نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء عظام کا مختار یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متعین ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! تو حضرت ابن عمر نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ صوفیہ کا مختار یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سبحانہٗ کو دیکھا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی عقلوں سے ماوراء ہے اور معراج کی شب آپ کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراء ہے۔[1]

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا اور مجھے دیدار عطا کیا (الحدیث) اور بعض علماء نے کہا آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حبیب محبوب اپنے رب سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر ہیبت طاری ہو گئی، تب اللہ تعالیٰ آپ سے ساتھ انتہائی لطف سے پیش آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب، حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۳۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

۲۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

صوفیاء عظام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب ہوئے جو ان کی شان کے لائق ہے اور ما زاغ البصر کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ کے جلوہ سے نہیں ہٹی، آپ جنت اور اس کی زینت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جمال ذات کو محویت سے دیکھتے رہے اور وما طغیٰ کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں ہٹے، ابو حفص سہروردی نے کہا آپ کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا، اور سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور شئے کو وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الٰہیہ کا مطالعہ کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور آپ ہی اپنے رب کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ کی شان کے لائق ہے۔ [1]

واقعہ معراج کی تاریخ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

بکثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین عظام، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الآخر میں ہوئی ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاویٰ میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، فاضل ملا ابن عمری نے شرح ذات الشفاء میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الآخر میں ہوئی اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی، بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی، بعض نے کہا، ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ [3]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۶-۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نیند اور بیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں تک (گلے سے ناف تک) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے (حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب) کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث[1]

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوتے پھر وہاں سے اٹھ کر آپ حطیم کعبہ میں چلے گئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کر دی گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بناء پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ

واقعہ معراج تیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی مفصل پورا واقعہ مذکور نہیں ہے، صحیح بخاری کی کسی روایت میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شق صدر کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم، امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر، علامہ حلبی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

صحیح مسلم کے متن میں ہم نے امام مسلم کی روایات ذکر کر دی ہیں، اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے برزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، اس کے بعد ہم ان احادیث کے اسرار اور نکات بیان کریں گے

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا بیان فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی، آپ نے فرمایا جس وقت میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کر دیا، راوی کہتے ہیں میرے پہلو میں جارود تھے میں نے ان سے پوچھا یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا حلقوم سے ناف تک، آپ نے فرمایا پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ ۱؎

اور امام بخاری کتاب التوحید میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوتے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کو مسجد حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے، ان فرشتوں کے متولی حضرت جبرائیل تھے، پھر حضرت جبرائیل نے آپ کے حلقوم اور ناف کے درمیان سینہ کو چاک کیا، پھر اپنے ہاتھ سے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا حتیٰ کہ پیٹ کو صاف کر دیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر ایمان اور حکمت کو سینہ میں بھر دیا اور تمام گوشت اور رگوں میں ایمان اور حکمت کو سمو دیا گیا پھر سینہ کو بند کر دیا گیا۔ ۲؎

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبرائیل نے کہا کیا تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی، تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔ ۳؎

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، اس کا رنگ سفید تھا، جارود نے کہا: اے ابو حمزہ! (حضرت انس) کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس نے کہا ہاں وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبرائیل

۱؎ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲؎ ۔ " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰، " " " ۱۳۸۱ھ

۳؎ ۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

مجھے لے کر چلے۔ [1]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کثیب احمر کے پاس سے گذر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے: [3]

امام احمد نے اس حدیث کو چھ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [4]

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [5]

امام ابویعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر میں سو گیا، پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا، مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے خچر کے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے، وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو!، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹-۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸-۲۴۸، ۱۲۰-، ج ۵ ص ۳۶۵-۳۶۲، ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[6] حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۱۴۱-۱۴۰، ۱۴۰، ۱۳۵، دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ

اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا، حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا، اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا۔ میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبرائیل نے پوچھا آپ نے اس راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جا رہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ بلانے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جا رہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبرائیل نے کہا یہ نصرانی تھا، اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر بنو آدم کی روحیں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں وہ بہت حسین معراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی، میں اور حضرت جبرائیل اس معراج پر چڑھے، حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا۔ اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔

(مدثر: ۳۱)

پھر حضرت جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انہیں بنایا گیا تھا، ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علیین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ، ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ دستر خوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت

رکھا ہے، اور دوسری جانب اور صحان رکھے ہیں جن پر نہایت بدبودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھتا گر جاتا، اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعونی جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے دراصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں، میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون عورتیں ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امتوں میں سے زنا کرنے والیاں ہیں، پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں، الحدیث [1]

اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ اسراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابو ہارون عبدی متروک ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی اسری بعبدہ الآیۃ کی تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم منتہی بصر پر تھا، آپ روانہ ہوتے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی نیکیاں

---

[1] - امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۳ - ۳۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] - حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۷ - ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز دے دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ پھر سر کچل دیا جاتا) میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر چگ رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے دیگچیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کر مسلمانوں کو
(اعراف: ۸۶) ڈراؤ۔

آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جا رہے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں، پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر سے

۵۵ - امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے کیا یہ عقل نہیں رکھتے (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت) حافظ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (موارد الظمآن ج ۱ ص ۳۹، طبع مکہ مکرمہ) حافظ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲، ص ۴۲-۴۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بری) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوش گوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آرہی تھی، جس میں مشک کی خوشبو تھی، اور وہاں سے آواز آرہی تھی، آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ مشک کی خوشبو والی پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انھوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے مونگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کوزے اور کٹورے، میرا شہد، میرا دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے لیے ہر مسلم اور مسلمہ ہے اور ہر مومن اور مومنہ ہے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی پر آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آرہی تھیں، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیسی آوازیں ہیں، انھوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طوق، میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا تھوہر، میرا لہو اور پیپ اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میرا گہرائی بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک اور کافر، خبیث اور منکر، بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے، اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انھوں نے کہا اے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین ہیں، انھوں نے پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں! انھوں نے کہا اللہ ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انھیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں، انھوں نے اپنے رب کی ثناء کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

الحمد للہ الذی اتخذ ابراهیم خلیلا و اعطانی ملکا عظیما وجعلنی امة قانتا للہ یوتم بی وانقذنی من النار وجعلها علی بردا وسلاما۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے

ٹھنڈک اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:

الحمد للہ الذی خولنی ملکا وانزل علی الزبور والان لی الحدید وسخر لی الطیر والجبال، واتانی الحکمۃ وفصل الخطاب.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد للہ الذی سخر لی الریاح والجن والانس وسخر لی الشیاطین یعملون ما شئت من محاریب وتماثیل الآیۃ و علمنی منطق الطیر وکل شیء واسال لی عین القطر واعطانی ملکا عظیما لاینبغی لاحد من بعدی.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو، جنوں اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجسمے بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز سکھائی، اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔ اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمد للہ الذی علمنی التوراۃ و الانجیل وجعلنی ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذنہ ورفعنی وطہرنی من الذین کفروا واعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علیھا سبیل.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے اذن سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر اٹھایا اور مجھے کفار سے نجات دی اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعلمین وکافۃ للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیہ تبیان کل شیء وجعل امتی خیر امۃ اخرجت للناس وجعل امتی امۃ وسطا وجعل امتی ھم

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید کو نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا، اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے

الاولون وهم الآخرون وشرح صدري ووضع عني وزري ورفع لي ذكري وجعلني فاتحا وخاتما۔

بوجھ اتار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتداء کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنایا۔

حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر فرمایا انہی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الى بيت المقدس فجمع لي الانبياء عليهم السلام فقدمني جبرائيل حتى اممتهم۔ [۱]

پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبرائیل نے مجھے ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا، آپ سے کہا گیا کہ اس کو پئیں، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا آپ نے اس سے سیر ہو کر پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے، اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے ـــــــ الحدیث بطولہ۔ [۳]

اس حدیث کو امام ابن ابی جریر طبری نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے بروایت کیا ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ [۴]

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔ [۵]

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱ ـ ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۶ ـ ۲۷۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۷ ـ ۷۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [1]

(اس حدیث کا بقیہ حصہ ان شاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔

امام بخاری مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام (میرے ہمراہ) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحیٰی اور عیسیٰ ہیں آپ انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! جبرائیل سے دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر دریافت کیا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انھوں نے کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پھر دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار ج ۱ ص ۴۵-۴۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کے لیے، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل، دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں انھوں نے کہا ہاں، اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رو نے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں تو انھوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا! پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انھیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو ابن صالح اور نبی صالح کو، پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل و فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔ [1]

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فی تنتھی حینئذ موضع لا یتعداہ ملک ولا یعلم ما وراءہ احد والیہ ینتھی ارواح الشھداء۔ [2]

سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ماوراء کیا ہے۔ شہداء کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

[1]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹ - ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2]۔ علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۳۱، مطبوعہ مصطفیٰ البابی اولادہ مصر

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبرائیل تخلف عنه فی مقام لو دنوت انملة لاحترقت۔[۱]

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے، (اور کہا) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وهو مقام جبرائیل وكان قد بقی هنالک عند عروجه علیه السلام الی مستوی العرش وقال لو دنوت انملة لاحترقت۔[۲]

یہ مقام جبرائیل ہے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے:

تدلی الرفرف وفارقنی جبرائیل۔[۳]

جبرائیل نے مجھے رفرف پر بٹھایا اور مجھ سے جدا ہو گئے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن الحسن قال فارقنی جبرائیل ای فی مقام قرب الجلیل وقال لو دنوت انملة لاحترقت۔[۴]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں حضرت جبرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی، شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پھل مشکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا درآں حالیکہ اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا، اور کوئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی، آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبرئیل نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جا رہے ہیں، اور نیل اور فرات بھی قیامت کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان دریاؤں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ بنو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہیٰ کے

---

[۱] ملا نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۴۲، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر

[۲] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[۳] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[۴] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جائے قرار ہے، اوپر جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہاء ہے اوپر سے کوئی چیز نیچے نہیں جاسکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہاء ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جاسکتی، اور یہیں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جائے قیام ہے۔ اسی جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کردیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے آگے ساتھ چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے، حضرت جبرائیل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک معروف جائے قیام ہے، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر حضرت جبرائیل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتیٰ کہ آپ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صریف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں، اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اس کو لکھ رہے ہیں، پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ آپ سے پیچھے رہ گیا، جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا تو آپ گھبرائے اور اس عالم نور میں آپ حیران اور پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں دائیں بائیں جھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز کے مشابہ ایک آواز آئی:

قف یا محمد فان ربك یصلی۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ٹھہریے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ حضرت ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

هو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے نماز مراد نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت مقدسہ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی، اور آپ کی آنکھ نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ [1]

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۹۔۳۸، مطبوعہ مطبعہ الازہریہ، مصر، ۱۳۰۵ھ

امام بیہقی، حضرت ابوہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا مانگیے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں، جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انھیں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، اور آپ کا شرح صدر کیا، اور آپ سے بوجھ دور کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت امت عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کے امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اوّل اور از روئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمت للعلمین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فواتح، خواتیم اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر مخفی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا، پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ پھر حضرت جبار میں پہنچیے اور آپ نے اسی پہلے مقام میں پہنچ کر عرض کیا: اے رب، ہمارے لیے تخفیف کر دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نمازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا، آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجئے۔ جبار نے فرمایا: یا محمد! آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے اس قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے، حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا، آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی اور ہمارے لیے ہر نیکی کا دس گنا اجر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انھوں نے اس سے کم نمازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نمازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بہ خدا مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرام میں سو گئے، اور صبح بیدار ہوئے۔ [لہ]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر تک بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گذشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابو جہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گذشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، تو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے اور یہ ایک رات میں جا کر واپس آگئے؟ پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں

لہ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱۔۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جگہ دیکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی، کہ وہ اونٹ اس اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا۔ ابوجہل نے کہا انھوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے، پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتلایئے؛ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرمار ہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا، پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ لے

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ٢ے

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں میزاب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر انھیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ ٣ے

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ جس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا، پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن مطعم نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تم اس رات وہاں گئے ہوتے تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک شخص نے

لے۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۶ - ۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

٢ے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

٣ے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گذرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتلائیے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت ان کی گنتی کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیے گئے آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے بنو فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کے متعلق پوچھا تھا، سنو ان اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابو بکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صبح یہ اونٹ وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثنیہ دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آگئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہوگیا تھا، انھوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انھوں نے کہا ہاں پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا بخدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا (اور وہ پانی ختم ہوگیا تھا) حضرت ابو بکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابو بکر کا لقب صدیق ہوگیا۔ [1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے:) صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور کہا اے ابو بکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں! مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دعوی پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گذرا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور چکر لگانے لگا، اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انھوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابو بکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ [2]

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] " " " " تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۸،

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبدالرحمان قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انھوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے، حتیٰ کہ دن غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جمعہ کے دن انھوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انھوں نے دعا کی کہ سورج کو موخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔ [1]

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النہار کے وقت آگیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلوں کے پاس سے گزرے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی دوپہر کو آگیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کی شام کو پہنچا تھا۔ [2]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوت میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔ ہرقل (شاہ روم) نے ابو سفیان صخر بن حرب کو بلایا۔ ابو سفیان اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرقل کی نگاہوں میں نیچا کرنا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جس سے ان کا جھوٹا ہونا تم پر واضح ہو جائے؟ ہرقل نے کہا بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ ابو سفیان نے کہا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری زمین ارض حرم سے نکلے اور تمہاری اس مسجد، مسجد ایلیاء میں پہنچے اور اس رات صبح سے پہلے ہمارے پاس واپس آگئے، مسجد ایلیاء کا بطریق قیصر روم کے سر کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے پوچھا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سونے سے پہلے مسجد کے دروازے بند کیا کرتا تھا، اس رات کو میں نے تمام دروازے بند کر دیے مگر میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکا، میں نے بڑھئیوں (دستکاروں) کو بلایا انھوں نے دیکھ کر کہا اس دروازے کے اوپر والی چوکھٹ نیچے بیٹھ گئی ہے، اس وقت ہم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے صبح دیکھیں گے میں اس رات دونوں کواڑ کھلے چھوڑ گیا، صبح میں آیا تو دیکھا مسجد کے قریب پتھر میں سوراخ تھا اور اس میں سواری کو باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا گذشتہ رات یہ دروازہ صرف نبی کے لیے کھلا رکھا گیا تھا اور گذشتہ رات ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی گئی تھی۔ [3]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۶ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

رات میں معراج کرانے کے اسرار

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
رات کے وقت معراج کرانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ رات کو خلوت، اختصاص اور مجالس ملوک کا وقت ہوتا ہے، اور یہ دن کے وقت سے افضل اور اشرف ہے، یہ وقت احباب سے راز و نیاز کا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت مختلف کرامات سے نوازا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا۔ (انعام: ۷۶) جب ان پر رات تاریک ہوگئی تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فاسر باھلک بقطع من اللیل۔ (حجر: ۶۵) تو آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ باقی حصہ میں لے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت سرگوشی کی:

فقال لاھلہ امکثوا انی اٰنست نارا۔ (طٰہٰ: ۱۰) جب موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہا ٹھہرو بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت بنو اسرائیل کو مصر سے لے جائیں۔

فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون۔ (دخان: ۲۳) تو میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زیادہ انعام رات کے وقت عطا فرمائے، شق القمر کا معجزہ رات میں ہوا، جن آپ پر رات کے وقت ایمان لائے، مدینہ کی طرف ہجرت رات میں ہوئی اور غار ثور میں بھی رات کے وقت گئے، سو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وجعلنا اللیل والنھار اٰیتین (اسراء: ۱۲) ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔

وسخر لکم اللیل والنھار۔ (نحل: ۱۲) اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

۴۔ رات اصل ہے، اسی لیے مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور رات کی سیاہی میں آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے، اور چاند کا چہرہ چمکتا ہے۔

۵۔ ہر رات کو دن لازم ہے، لیکن ہر دن کو رات لازم نہیں ہے، کیونکہ روز محشر کے بعد رات نہیں ہوگی۔

۶۔ رات کا وقت دعا کی قبولیت، عطاء الٰہی اور بخشش کا وقت ہے۔

۷۔ لیلۃ القدر رات ہے جو ہزار مہینوں ـــــ سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں کتنے دن اور کتنے جمعے ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر سفر رات کو کرتے تھے، آپ نے فرمایا رات کی سیاہی کو لازم رکھو کیونکہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔

۹۔ دن کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو عیسائیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا، آپ کی امت کو اس ابتلاء سے محفوظ رکھا گیا۔

۱۰۔ رات کا وقت زیادہ عبادت کرنے کا وقت ہے، آپ رات کو اس قدر قیام کرتے تھے کہ پائے مبارک میں ورم آگیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يايها المزمل قم الليل الا قليلا (مزمل ۱-۲) — اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کریں مگر تھوڑا۔

ومن الليل فتهجد به (اسراء: ۷۹) — اور رات کے کچھ وقت میں آپ تہجد پڑھیں۔

۱۱۔ چونکہ آپ رات کو زیادہ عبادت کرتے تھے تو معراج کا انعام بھی رات میں دیا گیا۔

۱۲۔ رات کے وقت معراج ہونے سے معراج کی تصدیق کرنا زیادہ اجر و ثواب کا سبب ہوا کیونکہ یہ ایمان بالغیب ہو گیا، اور اگر دن میں معراج ہوتی تو سب مشاہدہ کر لیتے اور مومنین اور منکرین میں امتیاز نہ ہوتا۔[1]

معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

امام بخاری نے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں سوئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کے پاس فرشتہ آیا، اور قتادہ کی روایت میں ہے، میں حجر اسود کے پاس سویا ہوا تھا کہ فرشتہ آیا[2] اور امام بخاری نے مالک بن صعصعہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں بیت اللہ میں سویا ہوا تھا[3] اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب سے معراج کرائی گئی، اور امام طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، سو اس رات میں نے آپ کو غائب پایا۔[5]، اور امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کو شق کیا گیا اور فرشتہ نازل ہوا۔[6]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] - علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] - امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] - ″ ″ ″ ″ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۵، ″ ″ ″

[4] - امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[5] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[6] - امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا، آپ ام ہانی کے گھر سوئے، ان کے گھر کی چھت کو شق کیا گیا، اور آپ نے ان سے تعلق کی بناء پر ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر چھت سے فرشتہ اترا اور آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے مسجد حرام لے گیا، وہاں جاکر آپ لیٹ گئے اور آپ کو اونگھ آگئی، پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازے پر لے گیا اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کرایا، امام ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسلاً روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے، آپ کو مسجد میں لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

حضرت اُمّ ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کی وجوہات کے اسرار

حضرت ام ہانی کے گھر فرشتہ چھت کو شق کر کے آیا تاکہ واقعہ معراج کا اچانک وقوع پذیر ہونا مزید واضح ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ نے آنے کے لیے معروف طریقہ اور معمول کے مطابق آنے کے راستہ کو ترک کر کے چھت شق کر کے خلاف عادت اور غیر معمولی راستہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاف عادت ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ چھت کو شق کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس سفر میں آپ کا شق صدر ہو گا اور سینہ مبارک چاک کیا جائے گا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ دروازہ کی بجائے اوپر سے آیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر اوپر کی جانب ہو گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار

معراج کی شب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں سوئے بلکہ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے گھر کو آپ کی مستقل سکونت کی وجہ سے ویسے ہی فضیلت حاصل تھی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہو کہ حضرت ام ہانی کے گھر کو یہ فضیلت حاصل ہو جائے کہ اس گھر سے آپ کو معراج ہوئی اور اس وجہ سے حضرت ام ہانی کا چرچا ہو، کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہو گا تو حضرت ام ہانی کا بھی ذکر ہو گا کیونکہ ان کے گھر سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا حجرہ کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا دونوں ممنوع ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تد خلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم۔ (احزاب: ۵۳)	اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔
ان الذین ینا دو نک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ۰ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم ط	بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ان کی طرف باہر تشریف

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ (حجرات: ۵-۴)

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ۔ [1] میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس کا مقتضی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، اس لیے فرشتوں کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ بلا اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوں یا آپ کو گھر کے باہر سے آواز دے کر پکاریں، سو اگر آپ اپنے گھر میں ہوتے تو فرشتوں کے لیے آپ کو مسجد حرام میں لے جانا دشوار ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئیں تاکہ فرشتے اچانک آپ کے پاس آئیں اور آپ کو مسجد حرام میں لے جائیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے گھر کو یہ عزت اور خصوصیت آپ کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی فی نفسہ اس گھر کے یہ آداب نہیں تھے، تو جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تو اب اس گھر کے آداب ہو گئے اور وہاں بھی بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس گھر میں آپ کی مستقل سکونت ہو اس کی نسبت اور اضافت آپ کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید نے اسی کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں اور جس گھر میں آپ چند دقیقوں کے لیے جائیں وہ آپ کا گھر نہیں کہلاتا اور نہ قرآن مجید نے اس کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں۔

شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق

آپ کا سینہ مبارک تین بار چاک کیا گیا، ایام طفولیت میں، بعثت کے وقت اور معراج کے موقع پر۔

پہلی بار بچپن میں آپ کے شق صدر کے متعلق امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل آئے آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال لیا، پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ [2]

اس حدیث کو مزید تفصیل کے ساتھ حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر نبوت کی ابتدا کس چیز سے ہوئی؟ آپ نے فرمایا جب تم نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو سنو میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا، اچانک میں نے اپنے سر کے اوپر دو آدمیوں کو دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! انھوں نے گدی سے پکڑ کر مجھے گرا دیا پھر میرے پیٹ کو چاک کیا، جبرائیل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے، اور میکائیل میرا پیٹ دھو رہے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب ان کا سینہ چاک کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا سینہ چاک ہو چکا تھا اور

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۲، " " " "

مجھے بالکل درد نہیں ہوا، پھر کہا ان کا دل شق کر دو، پھر میرا دل چیرا، پھر کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو، تو انھوں نے ایک جمے ہوئے خون کے مشابہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو، تب انھوں نے چاندی کی طرح کوئی چیز داخل کی، اور انھوں نے اپنے پاس سے کوئی پسی ہوئی چیز نکالی اور وہ اس پر چھڑکی، پھر انھوں نے میرے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا جاؤ، میں چلا گیا اور اس کے بعد میرے دل میں چھوٹوں پر رحمت اور بڑوں کی توقیر سما گئی۔ [1]

اس حدیث کو امام محمد بن سعد[2]، امام بیہقی[3]، امام احمد[4]، امام دارمی[5] اور امام حاکم[6] نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا حافظ ابن کثیر[7] اور حافظ ابن حجر عسقلانی[8] نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کی سند حسن ہے۔[9]

امام ابن حبان نے اس حدیث کو از عبد اللہ بن جعفر از حلیمہ سعدیہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

قال اتانی رجلان علیہما ثیاب بیض فاضجعانی ثم شق بطنی فو اللہ ما ادری ما صنعا۔ [10]

(آپ نے حلیمہ سعدیہ کو بتایا) کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، بہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انھوں نے کیا کیا (یعنی مجھ کو بالکل درد نہیں ہوا۔)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ [11]

حضرت ابوہریرہ کی مذکور الصدر روایت کو حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس

---

[1]۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۲۰ - ۲۱۹، مطبوعہ دار النفائس

[2]۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3]۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۳۶، ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5]۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۷ - ۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6]۔ امام ابوعبد محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[7]۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[8]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۶۰، ج ۱۳ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[9]۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[10]۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۰۰ھ

[11]۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن ص ۵۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میں ہے:

فاقبل الی یمشیان حتی اخذ کل واحد منهما بعضدی لا اجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه اضجعه فاضجعانی بلا قصر ولا هصر، فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوی احدهما الی صدری ففلقها فیما اری بلا دم ولا وجع الحدیث رواه عبد الله ورجاله ثقات وثقهم ابن حبان۔ [1]

دو شخص میرے پاس آئے ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹاؤ، انھوں نے مجھے جھکائے بغیر لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کرو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا (الحدیث)، اس حدیث کو امام عبد اللہ نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں شق صدر کا واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا تھا اس وقت آپ کا خون نکلا تھا نہ آپ کو درد ہوا تھا۔

دوسری بار آپ کا شق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا۔ امام ابو نعیم اصفہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نذر مانی کہ وہ ایک ماہ غارِ حرا میں اعتکاف کریں گے، یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ کو آواز آئی "السلام علیک" آپ نے فرمایا میں نے گمان کیا کہ اچانک کوئی جن آگیا ہے، میں دوڑتا ہوا حضرت خدیجہ کے پاس گیا، انھوں نے مجھے کپڑا اڑھایا، اور پوچھا اے ابن عبد اللہ! کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نے السلام علیک کی آواز سنی اور میرا خیال ہے کہ وہ جن ہے، حضرت خدیجہ نے کہا آپ کو خوشخبری ہو، سلام تو اچھی چیز ہے، آپ نے فرمایا میں دوبارہ نکلا تو حضرت جبرائیل دھوپ میں کھڑے تھے، ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور ایک پر مغرب میں تھا، آپ نے فرمایا میں ان سے خوفزدہ ہوا، میں دوڑتا ہوا آیا تو وہ میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے، انھوں نے مجھ سے باتیں کیں حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا، انھوں نے مجھ سے پھر ملنے کا وعدہ کیا، میں ان کے لیے گیا اور انھوں نے تاخیر کی میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو اچانک میں نے دیکھا جبرائیل اور میکائیل کھڑے ہیں، اور انھوں نے افق کو بھر لیا ہے، پھر جبرائیل نیچے اتر آئے اور میکائیل آسمان اور زمین کے درمیان کھڑے رہے، پھر جبرائیل نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل لٹا دیا، پھر میرے دل کو شق کیا، پھر دل کو

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

باہر نکالا اور اس میں سے جو جانا نکالا پھر اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر جوڑ دیا اور زخم بند کر دیا، پھر مجھے اس طرح الٹا کیا جس طرح چمڑے کو پلٹتے ہیں، پھر میری پشت پر مہر لگائی، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا، پھر مجھ سے کہا اقراء "پڑھیے" میں نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لیے میں نے نہیں جانا کہ میں کس طرح پڑھوں، اس نے پھر کہا اقراء "پڑھیے" میں نے کہا میں کیا پڑھوں، اس نے کہا:

اقرا باسم ربك الذی خلق۔ (علق: ۱) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔

حتیٰ کہ اس نے سورۂ علق کی پانچ آیتیں پڑھیں، ان آیتوں کو میں بالکل نہیں بھولا۔ (الحدیث)۔ [۱]

اس حدیث کو امام ابوداؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے، دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۱۸،

علامہ سہیلی نے اس حدیث کو امام ابن ابی الدنیا کی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے اپنی نبوت کو کیسے جانا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا۔ [۲]

حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ [۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ____ امام ابوداؤد طیالسی کی مسند کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ [۴]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا حافظ ابونعیم اصفہانی، امام ابوداؤد طیالسی اور امام بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے [۵] لیکن مجھے یہ حدیث امام بیہقی کی دلائل النبوت میں بسیار تلاش کے باوجود نہیں ملی، ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کو دلائل النبوت کے نام سے التباس ہوا ہو، کیونکہ یہ حدیث حافظ ابونعیم اصفہانی کی دلائل النبوت میں ہے، امام بیہقی کی دلائل النبوت میں نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تیسری بار آپ کا شق صدر معراج کے موقع پر ہوا تھا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حطیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ چاک کر دیا، راوی کہتا ہے میں نے جارود سے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ انھوں نے کہا حلقوم سے

---

[۱]۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵، مطبوعہ دار النفائس

[۲]۔ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان

[۳]۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[۴]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

[۵]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

لے کر ناف تک، پھر میرا دل نکالا گیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر میرے دل کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھرا گیا پھر اس دل کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ [۱]

اس حدیث کو امام مسلم [۲] امام نسائی [۳]، امام ابن خزیمہ [۴]، امام بیہقی [۵] نے بھی روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے بھی معراج کے موقع پر شق صدر کو بیان کیا ہے۔ [۶]

تین بار شق صدر کرنے کے اسرار

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شق صدر اور دل کو نکالنے کے متعلق جو کچھ احادیث میں وارد ہے یہ تمام امور خارق (خلاف) عادت ہیں، ان کو تسلیم کرنا واجب ہے اور ان کی حقیقت جاننے کے درپے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ [۷]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پہلی بار شق صدر اس لیے ہوا تاکہ آپ کے قلب مبارک سے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا نکالا جا سکے دوسری بار اس لیے شق صدر ہوا کہ آپ کے دل میں حصول وحی کی استعداد رکھی جائے اور تیسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ معراج کے واقعات مثلاً عجائبات برزخ اور آیات الٰہیہ دیکھنے کی استعداد آپ کے دل میں رکھی جائے۔ [۸]

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلی بار آپ کا شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں علم الیقین کی استعداد حاصل ہو، دوسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں عین الیقین کی استعداد حاصل ہو اور تیسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں حق الیقین کی استعداد حاصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شفا میں ہے جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے دل کو دھویا تو کہا یہ صحیح قلب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ [۹]

---

۱ ـ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۸، ۴۵۵، ۵۰۰، ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲ ـ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳ ـ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴ ـ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ

۵ ـ امام ابوبکر احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶ ـ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۷ ـ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۸ ـ " " " فتح الباری ج ۱ ص ۴۶۰ " " "

۹ ـ " " " فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۱ " " "

"ھٰذا حظك من الشیطٰن" کے اسرار

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ اور آپ کو کس سبب سے اپنی نبوت پر یقین ہوا؟ آپ نے فرمایا اے ابوذر! جس وقت میں مکہ کی وادی میں تھا میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر تھا اور دوسرا زمین اور آسمان کے مابین تھا، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی ہیں، اس نے کہا ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو، اس نے میرا ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا تو میرا وزن زیادہ تھا، اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا ان کا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو، اس نے میرا پیٹ چاک کیا اس سے میرا دل نکالا اور اس میں سے مغمز شیطان (شیطان کے انگلی چبھونے کی جگہ) اور جمے ہوئے خون کو نکالا اور ان دونوں چیزوں کو پھینک دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ اس طرح دھوؤ جس طرح برتن دھوتے ہیں اور ان کا دل اس طرح دھوؤ جس طرح برتن کے اندر کی چیز دھوتے ہیں، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ سیو، تو اس نے میرا پیٹ سیا، اور اس نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو رکھ دیا جیسے کہ وہ اب ہے پھر وہ دونوں پیٹھ پھیر کر چلے گئے اور میں گویا کہ ان تمام کاموں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

(علامہ سہیلی فرماتے ہیں:) اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو پہلی حدیث میں مجملاً ذکر کیا گیا تھا، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فرشتہ نے مغمز شیطان (شیطان کے انگلی چبھونے کی جگہ) اور جمے ہوئے خون کو نکالا، اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرما دیا کہ فرشتہ نے اس چیز کو تلاش کر کے نکالا جس چیز میں شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے سوا ہر پیدا ہونے والے بچے کو چبھوتا ہے، کیونکہ ان کی والدہ حنہ نے یہ دعا کی تھی:

انی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطٰن الرجیم۔ (آل عمران: ۳۶)

میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو پیدا ہوتے وقت چبھو نہیں سکا اور اس سے حضرت عیسیٰ کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مغمز کو نکال لیا گیا اور روح القدس نے برف اور ٹھنڈے پانی سے آپ کے دل کو دھو کر اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ مہر نبوت آپ کی تخلیق کے وقت تھی یا آپ میں ولادت کے بعد رکھی گئی یا جس وقت آپ نبی بنائے گئے اس وقت آپ میں مہر نبوت رکھی

گئی تھی، اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جن ایام میں آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے ان دنوں میں حضرت جبرائیل نے آپ میں مہر نبوت رکھی تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شق صدر کا واقعہ دو طرح منقول ہے، ایک یہ ہے کہ جب ایام رضاعت میں آپ بنو سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کا شق صدر ہوا، آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں برف تھی اس کے ساتھ آپ کے قلب کو دھویا گیا، دوسری بار شب معراج کے موقع پر آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ [1]

ہم پہلے احادیث سے باحوالہ یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جب شق صدر ہوا تو آپ کا خون نکلا نہ آپ کو درد ہوا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشروں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کسی بشر کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا سینہ چیرا جائے اور اس کو درد ہو نہ اس کا خون نکلے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری انگلی میں پھانس بھی چبھ جائے تو بے کل اور بے چین ہو جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقوم سے ناف تک سینہ چیر دیا گیا اور آپ کو درد نہیں ہوا۔

اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دیکھا جائے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ہوا (آکسیجن) کے بھی محتاج نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے، اسی لیے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں، چاند پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو چاند اور سورج سے ماوراء تمام آسمانوں سے اوپر سدرہ، صریف الاقلام اور عرش سے اوپر گئے اور آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہیں تھی، سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں نہ ہوا کے محتاج ہیں، وصال کے روزے رکھے جس میں نہ سحر ہے نہ افطار اور کئی کئی دن کھائے پیے بغیر گذار دیے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں، وقت کی گردش سے باہر نکلے تو ثابت ہوا کہ آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر ذی روح اپنی حیات میں زمان، مکان، ہوا اور کھانے پینے کی محتاج ہے اور آپ اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں اور حق یہ ہے کہ زمان، مکان، ہوا، غذا بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں آپ کی محتاج ہے۔

قلب اطہر کو غسل دینے کے اسرار آپ میں تقدیس اور تطہیر کا عمل دو مرتبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ میں تقدیس کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کا قلب مغمز شیطان سے پاک ہو جائے اور آپ کے قلب میں توحید کے سوا اور چیز باقی نہ رہے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مقدسہ کی بلندیوں میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی جائیں اور ملائکہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں

[1] علامہ ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۰۸ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۰ - ۱۰۹ مطبوعہ المکتبۃ الفاروقیہ ملتان، ۱۳۹۷ھ

اور بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں، اس وقت آپ کے ظاہر اور باطن کو غسل دیا گیا، پہلی بار آپ کے قلب کو برف کے ساتھ دھویا گیا تاکہ آپ کے قلب کو ایمان باللہ کی ٹھنڈک حاصل ہو اور دوسری بار آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا تاکہ آپ بارگاہِ الوہیت میں حاضری سے مشرف ہوں، کیونکہ ظاہری مسجد میں حاضری کے لیے ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے تو باطنی مسجد اور بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لیے آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے اس لیے غسل دیا گیا تاکہ زمزم آپ کے قلب کے مس کے ساتھ مشرف ہو کیونکہ پہلے اس پانی کو جبرائیل کے پروں کے ساتھ نسبت تھی اور اب اس پانی کو قلب مصطفےٰ کے ساتھ نسبت ہے۔

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے افضل دھات ہے اور قلب مصطفےٰ تمام دلوں میں سب سے افضل دل ہے اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۲۔ سونے کو مٹی نہیں کھاتی اور انبیاء کے اجسام کو بھی مٹی نہیں کھاتی اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۳۔ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور قلب مصطفےٰ کو کسی نوع کی معصیت کا زنگ نہیں لگتا اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کی دھات کا طشت لایا گیا۔

۴۔ دماغ کو چاندی، جگر کو فولاد اور دل کو سونے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے آپ کا دل رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۵۔ دنیا میں مسلمانوں پر چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے، لیکن جنت میں مسلمان چاندی اور سونے کے برتن استعمال کریں گے اور جو نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہے، مثلاً دیدارِ الٰہی، عام مسلمانوں کو آخرت میں ہوگا، اور آپ کو دنیا میں دیدار عطا کر دیا، اسی طرح سونے کے برتنوں کا استعمال اوروں کے لیے آخرت میں ہوگا آپ کے لیے دنیا میں سونے کا طشت لایا گیا۔

۶۔ سونا آگ میں نہیں جلتا اور آپ کے قلب کو بھی دنیا میں مغفرت کی ضمانت دے دی گئی۔

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ (فتح ۲) — تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

۷۔ عربی میں سونے کو ذہب کہتے ہیں اور ذہب اذہاب پر دلالت کرتا ہے اور اذہاب کا معنی ہے دور کرنا تو ذہب کا طشت لا کر اس پر متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست کو آپ سے دور رکھا۔

۸۔ ذہاب کا معنی ہے جانا اور چونکہ یہ ذہاب الی اللہ (اللہ کے پاس جانے) کا موقع تھا اس لیے ذہب کا طشت

لایا گیا۔

۹۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ قلب کو طشت میں اس لیے رکھا ہے کہ اس کی طس تلک آیات القرآن کے ساتھ لفظی مناسبت ہے۔

۱۰۔ علامہ عینی نے کہا کہ سونا تمام جواہر میں ثقیل ہے اور سونے کے طشت سے وحی کے ثقل کی طرف اشارہ کیا۔

شق صدر کے اسرار کا تتمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

آپ کے سینہ کو شق کرنا، دل کو نکالنا اور اس کو زمزم سے دھو کر پھر سینہ میں رکھ کر اس کو سی دینا، اتنے خوارق عادیہ پر مشتمل ہے جس سے ان واقعات کو سننے والا دہشت زدہ ہو جاتا ہے تو جس پر یہ واقعات گذر رہے تھے اور جو ان کا مشاہدہ کر رہا تھا اس کا کیا عالم ہو گا؟ کیونکہ عام عادت یہ ہے کہ جس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکال لیا جائے وہ لامحالہ مر جاتا ہے اور اس کے باوجود اس عمل سے آپ کو کوئی ضرر ہوا نہ آپ کو کسی قسم کا درد ہوا!

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ شق صدر کے بغیر آپ کے دل میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ آپ کی قوت کا کیا عالم ہے کیونکہ آپ اپنے پیٹ کے شق ہونے کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کے کرب اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں اور آپ کا حال اور مقام تمام لوگوں سے زیادہ بلند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (نجم: ۱۷) آپ کی نظر اللہ کے جلوے سے نہیں ہٹی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ شق صدر اور قلب مبارک کو دھونا آپ کے ساتھ مختص ہے یا یہ عمل دوسرے انبیاء کے لیے بھی واقع ہوا، امام طبرانی نے بنواسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے۔[1]

براق پر سواری کے اسرار

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر کیوں سوار کرایا گیا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے لیے مسافت کو لپیٹ دیا جاتا، آپ کا ایک قدم مکہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مسجد اقصیٰ میں ہوتا! اس کا جواب یہ ہے کہ مسافت کو لپیٹنا ایک ایسا وصف ہے جو اولیاء کرام میں بھی مشترک ہے، اس کے برعکس ایسی سواری پر سوار ہونا جو پلک جھپکتے میں مسافت کو طے کرے یہ وصف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

براق کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ اپنا قدم منتہاء بصر پر رکھتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ براق زمین پر چلتا تھا، امام محمد بن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ براق کے دو پر تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کرتا تھا، اور امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر پہنچتا تو اس کے قدم اٹھ جاتے اور جب وہ میدانی علاقہ پر پہنچتا تو اتر جاتا۔

امام نسائی اور امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کے لیے ایک سواری کو مسخر کیا گیا تھا اس کا نام براق تھا، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے وقت براق مچلنے لگا اور اچھل کود کر کے آپ کے سوار ہونے کو دشوار کیا تو حضرت جبرائیل نے براق سے کہا بہ خدا آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ہو تو براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

سواری کے وقت براق کیوں مچلا تھا؟ علامہ ابن بطال نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت طویل ہو گیا، اور براق سواری کا عادی نہیں رہا تھا اس لیے مچلنے لگا، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ براق خوشی سے اچھل کود رہا تھا کہ آج اسے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرانے کا موقع ملا ہے، جیسا کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے تو وہ خوشی سے جھومنے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے احد! ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ براق آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا تھا کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے، جب تک آپ نے یہ وعدہ نہیں کیا وہ مچلتا رہا اور جب آپ نے اس سے یہ وعدہ فرمالیا تو وہ پرسکون ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہو گئے، اور "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ" کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت میں چالیس ہزار براق تیار رکھے ہیں جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے مجھے براق پر سوار کرایا گیا اور "شرف مصطفیٰ" میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کی رکاب تھامی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل نے براق کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل کیا کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب براق روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل براق کی پشت پر بیٹھے اور اسی طرح بیت المقدس پہنچے، لیکن حضرت حذیفہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہو، اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جبرائیل براق کے ساتھ ساتھ اس کو ہنکاتے ہوئے چلے اور ہم کو اس پر اس لیے اعتماد ہے کہ قصہ معراج صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور وہ آپ

کے ساتھ بیٹھے۔ [1]

قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ [2]

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا پھر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موجود پایا، اب اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کیسے نکل گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضور سے آگے نکلنا تب لازم آتا ہے جب حضور بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ حضور سے پہلے پہنچ جاتے، اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ایک براق تو کیا ہزار براق بھی ہوں تو نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے، مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اس جواب کی مزید وضاحت ان شاء اللہ آئندہ سطور میں ہو جائے گی!

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا، حالانکہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے مراتب کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا جنہوں نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا ہو، پھر اسی راستہ میں ان کو بیت المقدس میں دیکھا ہو، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور ان کو نماز پڑھائی اسی وقت آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا، یعنی انبیاء علیہم السلام بیک وقت بیت المقدس میں بھی تھے اور آسمانوں پر بھی تھے) انہوں نے آپ سے سوالات کیے اور آپ کو خوش آمدید کہا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور پھر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے۔ [3]

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی قاضی عیاض کی اس تقریر کو نقل کیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲، ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۶، ,, ,, ,,

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

مصنف کے نزدیک قاضی عیاض کا بیان کردہ آخری احتمال مردود ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی پھر آپ نے آسمانوں پر عروج فرمایا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر دوسری حدیث میں ان کو آسمان پر دیکھنے کا ذکر ہے، ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ان کو آسمان پر دیکھا، اسی طرح جن انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا تھا، پھر ان سب کو آسمانوں پر دیکھا، ان میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح (بلکہ ان سے افضل اور اعلیٰ حیات کے ساتھ) زندہ ہیں اس لیے ان کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں پایا جانا جائز ہے، جیسا کہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے۔ [1]

علامہ عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے آسمان پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم کی نیک اولاد میں دیکھا، اسی طرح آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا، جب آپ آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو بعینہٖ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ ہو سکتا ہے وہ اس حدیث پر کس طرح ایمان لائے گا، سو اگر تم مومن ہو تو مان لو، اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو، اور تمہارے لیے یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو زمین میں تھے وہ ان کے غیر تھے جو آسمانوں میں تھے، کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے موسیٰ کو دیکھا اسی طرح جن دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا، آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو العیاذ باللہ آپ کا ارشاد غلط ہوگا! [2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء سے اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصریہ مصر، ۱۳۰۵ھ

روح کا سبد کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہرا یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال تھا کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں اول آسمان سے بیت المقدس آ گئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ [1]

شیخ اشرف علی تھانوی نے جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اصلیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں تھے اور اجسام مثالیہ کے ساتھ آسمانوں پر تھے اور ان کی روحوں کا دونوں جسموں کے ساتھ تعلق تھا، یہ بالکل صحیح ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں لیکن ان کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ اجسام مثالیہ، اجسام اصلیہ کے صورۃً متغائر ہوتے ہیں اس لیے آپ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہچانا اور حضرت جبرائیل کو بتانا پڑا، کیونکہ اگر اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورۃً متغائر ہوں تو پھر ان کو اجسام مثلیہ کہنا درست نہیں ہوگا، درحقیقت اجسام مثلیہ اجسام اصلیہ کے ساتھ صورۃً مماثل ہوتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی روح بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، جیسے ایک جسم کے متعدد اعضاء میں روح واحد بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، اسی طرح اجساد متعددہ میں بھی ایک روح بہ یک متصرف ہوتی ہے اور چونکہ دونوں جسموں میں روح واحد متصرف ہوتی ہے اس لیے ان کو شخص واحد کہا جاتا ہے، اسی لیے آپ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر اسی شب ان کو مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور اس شب ان کو چھٹے آسمان جاتے ہوئے اور آتے ہوئے متعدد بار دیکھا۔ باقی رہا حضرت جبرائیل کا تعارف کرانا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کو نہیں پہچانا تھا بلکہ حضرت جبرائیل کا تعارف کرانا اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا تھا اور اپنی خادمانہ حیثیت کو ظاہر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق

صوفیاء کرام اور بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں حتیٰ کہ کوئی معاند یہ کہے کہ جب تم کرسی پر بیٹھے ہو تو بتاؤ کرسی کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کرسی کے نیچے نہیں ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر کرسی کے نیچے ہیں تو تم بڑے بے ادب اور گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر بیٹھے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ بعینہٖ ہر جگہ موجود ہیں، بلکہ آپ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں، آپ قبر منور میں نماز پڑھتے ہیں، تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، صفات باری کا مطالعہ کرتے ہیں، زائرین کے سلام کا جواب دیتے

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

ہیں، ان کی درخواستوں پر توجہ فرماتے ہیں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت کرتے ہیں، آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں آپ نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، کائنات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں، بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں کسی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، کسی ستم رسیدہ کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمال دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا

قبر انور میں سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوتی ہے، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا

قبر انور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس درود شریف پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن اوس بن اوس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخة و فیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضة علی قال قالوا یا رسول الله وکیف

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ بیہوش ہوں گے سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو،

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عز وجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ [1]

کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اصحاب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا جسم تو (قبر میں) بوسیدہ ہو چکا ہوگا، پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا، آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری وکل بھا ملک یبلغنی وکفی بھا امر دنیاہ واٰخرتہ وکنت لہ شھیدا او شفیعا۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس درود کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو میرے پاس وہ درود پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیا اور آخرت کے لیے وہ درود کافی ہے اور میں اس کی گواہی دوں گا (یا فرمایا) میں اس کی شفاعت کرونگا۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں، اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم امام طبرانی کی (معجم کبیر سے) سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا و بعد وفاتک قال: وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالٰے نے انبیاء

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] " " " شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، " " "

[4] علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

شیخ تھانوی نے اس حدیث کی سند اور متن پر بوادر النوادر میں بحث کی ہے، ہم نے اس کا مکمل اور مدلل جواب " ذکر بالجہر " میں لکھا ہے۔ ؎۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا

قبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے متعلق حدیث۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن عبد العزیز قال: لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰة الا بھمھمة یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؎۲

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی، سعید بن مسیب ان دنوں میں مسجد نبوی سے نہیں نکلے، انھیں نماز کے وقت کا صرف اس پست آواز سے پتا چلتا تھا جس کو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا

قبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی عن السماء فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم وموتی خیر لکم تعرض علی أعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من ذنب استوھب اللہ ذنوبکم۔ ؎۳

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے، اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کے لیے میں اللہ تعالٰی سے مغفرت کی التجا کرتا ہوں۔

؎۱۔ ذکر بالجہر ص ۲۲۸۔

؎۲۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

؎۳۔ علامہ عبد الرحمٰن بن علی محمد ۵۹۷ ھ، الوفا باحوال المصطفٰے ص ۸۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں :

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون وتحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رایت من شر استغفرت اللہ لکم رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔

اعمال امت کو ملاحظہ فرمانے کے متعلق عبارات علماء

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں :

ویستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ لسلامہ کما ھو فی حال حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی۔[2]

جو شخص آپ کی قبر انور کے سامنے کھڑا ہو آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور آپ اس کا کلام اس طرح سنتے ہیں جس طرح حیات (ظاہرہ) میں سنتے تھے، کیونکہ امت کا مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالات کو جاننے میں آپ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ چیز آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں :

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ

ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] علامہ احمد قسطلانی الخطیب متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۵ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

وانہ یسر بطاعات امتہ و یحزن بمعاصی العصاۃ منہم [1]

بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی "و یکون الرسول علیکم شہیدا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وباشد رسول بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بدآں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اوے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاق و نفاق شمارا۔ [2]

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہٰذا وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وباچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است۔ [3]

علماء امت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً زندہ اور دائم و باقی ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وقد ذہب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ [4]

محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔

شمس الحق عظیم آبادی (غیر مقلد) نے بھی یہی لکھا ہے [5]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی ہامش اخبار الاخیار ص ۱۵۵، مطبوعہ ہند

[4] شیخ محمد بن علی بن محمد متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر

[5] شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا

قبر انور میں تمام کائنات کو ملاحظہ کرنے کے متعلق حدیث:

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیان جلاہ اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم کما جلاہ للنبیین من قبلہ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف کثیر فی سعید بن سنان الرھاوی۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو میرے لیے مرتفع کر دیا، میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو اس طرح منکشف کر دیا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لیے منکشف کیا تھا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی سعید بن سنان بہت ضعیف ہے، اس کے باوجود اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم[3]، امام ابوداؤد[4]، امام ابن ماجہ[5] اور امام احمد[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[5] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۰، ج ۵ ص ۳۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا، تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا، اور آپ نے فرمایا لوگوں سے کلام کرو اور انھیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے، اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے، اور ایک بار انھوں نے ایک رات میں آپ کی سترہ مرتبہ زیارت کی، ان بار یوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے، اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے، انھوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور شیخ مرسی نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا، اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انھوں نے اس حدیث کی تصدیق کی، اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کے سلسلہ میں تمام احادیث، آثار اور نقول ذکر کرنے

کے بعد لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں، جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔ (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی)۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے، انھوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض ازاں یہ ہیں:

۱۔ امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔

۲۔ امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

۳۔ امام الحرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے، امام الحرمین نے کہا یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

(علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے، نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے، اور چونکہ یہ رویت، رویت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزوں کو دیکھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ رویت قلبی ہے جو رویت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے، اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ

کی قبر انور میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے اس کے باوجود سدرۃ المنتہٰی پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے جس کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس متعلق ہوتی ہے اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں ہے (یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سبب سے اجسام مثالیہ ہوں اور بیک وقت بہت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہو، اس کی نظیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، ہماری اس تقریر سے شیخ ابو العباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منظر آ رہے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ (یعنی انھوں نے آپ کے اجساد مثالیہ دیکھے جن کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی۔)

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں، اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تعارض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابو یعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ [1]

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں لکھا:

ہاں یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے، علماء شافعیہ میں سے امام غزالی، بازری، تاج الدین سبکی، عفیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جمرہ، اور ابو جمرہ نے اس کی تصریح کی ہے منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انھوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی، پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی۔ [2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸ - ۳۵ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاوی حدیثیہ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفٰی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷، سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا، (الی قولہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ [۱]

("جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا"، اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔)

اجسام مثالیہ کا تعدد

صوفیاء اور فقہاء جو اجساد مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ ان رجلا کان یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابن لہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ فقال یا رسول اللہ! احبک اللہ کما احبہ ففقدہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ اما تحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدتہ ینتظرک فقال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ قال بل لکلکم۔ [۲]

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ (بھی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے)

[۱] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ
[۲] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیہ اشارۃ الی خرق العادۃ من تعدد الاجساد المکتسبۃ حیث ان الولد موجود فی کل باب من ابواب الجنۃ۔[1]

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهما بدان مکتسبۃ متعددۃ وجدوها فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد۔[2]

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے، جو آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بعض محققین در تسمیہ ابدال گفتہ اند کہ یکے از ایشاں بمکانے رود و در مکانے اول شبہے ومثالے در بدل خود بگذارد وسادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالم متوسط در عالم اجسام وارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد واکثف از عالم ارواح وظہور ارواح وصور مختلفہ مبنی بر آں ساختہ وظہور جبرائیل علیہ السلام بصورۃ دحیہ کلبی وتمثل او مر مریم را بصورت بشر سوی الخلق ازاں عالم مے دارند و نباد علیہ جائز بود کہ موسی علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم در پیکر شالہے در قبر متمثل

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے۔ جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے، اور اسی وجہ سے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ″ ″ ″ ، مرقات ج ۴ ص ۳۱، ″ ″ ″

باشد و آنحضرت او را در بر د و مکان مشاہدہ نمود۔ [۱]

یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ [۲]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باشی کرتے تھے۔ [۳]

نیز شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشر بینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی، اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی، اور کچھ بلاد ہند میں، اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے، اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انھی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ [۴]

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

والانفس الناطقة الانسانية اذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الابدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصورة ابدانها او بصورة اخرى كما يتمثل جبرائيل عليه السلام ويظهر بصورة دحية او بصورة بعض الاعراب كما جاء فى صحيح الاخبار حيث يشاء الله عز وجل مع بقاء تعلق لها بالابدان الاصلية يتأتى

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، جذب القلوب ص ۱۵۳، مکتبہ نعیمیہ لاہور

۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور

۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۰۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۴۔ " " " ، جمال الاولیاء ص ۲۰۲، " "

معہ صدور الافعال منہا کما یحکی عن بعض الاولیاء قدست اسرارہم انہم یرون فی وقت واحد فی عدۃ مواضع (الی قولہ) وانکارہ مکابرۃ لا تصدر الا من جاھل او معاند (الی قولہ) وادعی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یری فی عدۃ مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی وقد تکلم الکلام مستوفًی فی ذلک وصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسٰی علیہ السلام یصلی فی قبرہ عند الکثیب الاحمر ورآہ فی السماء وجری بینہما ما جری فی امر الصلوٰۃ المفروضۃ وقد رای صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسٰی علیہ السلام فی السمٰوٰت مع ان قبورہم فی الارض ولم یقل احد انہم نقلوا منہا الیہا۔ [1]

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے، جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے، اور (علامہ ابن قیم) نے دعوی کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید آلوسی، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی، علامہ عبد الوہاب شعرانی، ملا علی قاری، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ بعینہٖ موجود ہیں تو یہ تکثر جزئی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شئی غیر شئی ہوتی ہے سو اس جگہ آپ نہ ہوئے بلکہ آپ کا غیر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے ہر چال

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۰۶-۳۰۵، ملخصاً مطبوعہ مطبع الحجاز کراچی

قائم ہے اس لیے یہ تکثر جزئی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور بادلائل ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے توشہ آخرت، موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دے۔ ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ جاتے ہوئے راستہ میں عالم برزخ کے بعض واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا، مثلاً یہ دکھایا گیا کہ بعض لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور خود نہیں رکتے تھے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو امت کے ایسے واعظ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے پھر ان کے عذاب کو کس طرح دکھایا گیا؟ اسی طرح زنا کار مردوں اور سود کھانے والوں کو عذاب میں مبتلا دکھایا گیا حالانکہ ابھی تو یہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے موقع پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مشاہدات کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو متمثل کر کے دکھایا گیا تھا مثلاً ایک فتنہ انگیزی کی تمثیل کہ ایک ذرا سے شگاف میں سے ایک موٹا سا بیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا، یا زنا کاروں کی یہ تمثیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر بدبودار اور سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اسی طرح برے اعمال کی جتنی سزائیں بھی آپ کو دکھائی گئیں وہ سب برزخ میں دیے جانے والے عذاب کی پیشگی مثالیں تھیں۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، ہر نبی نے اپنے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا اور سب کے بعد جب آپ نے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا تو سب نے آپ کے افضل ہونے کا اعتراف کیا، پھر آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے اور سب نبیوں کو آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور عرش پر بلانا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست سیدھا آسمانوں پر لے جاتا، مسجد اقصیٰ سے گھما کر کیوں لے گیا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:-

۱- اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو کفار پر آپ کی صداقت کی دلیل مہیا نہ ہوتی کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوئی نہیں تھیں، وہ آپ کے دعویٰ کی تصدیق کس طرح کرتے! اس کے برعکس مسجد اقصیٰ کفار کی دیکھی ہوئی تھی، انھوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں اور جب آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیے تو آپ کے دعویٰ کی صداقت کی دلیل اور کفار پر حجت قائم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ (انعام: ۹۰) یہ (انبیاء سابقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہے تو آپ سے بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوائی تاکہ آپ کی ذات مقدسہ میں بھی یہ وصف مہیا ہو جائے۔

۳۔ آپ کے مرتبہ اور آپ کی شان کو ظاہر کرنا تھا کیونکہ تمام سابق نبیوں نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی لیکن ان کو ایک نماز پر ایک نماز کا ہی اجر ملتا تھا اور آپ نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں نماز کیا پڑھی اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زائد ہو گیا، اب جو وہاں ایک نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زائد اجر ملتا ہے۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء ہونا ظاہر کرنا تھا اور تمام انبیاء پر آپ کی افضلیت ظاہر کرنی تھی کہ بشریت کا انتہائی کمال رکھنے والے سب حضرات پیچھے صف بنائے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور آپ ان سب سے آگے تھے۔

۵۔ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں جائے بغیر سیدھے آسمانوں پر چلے جاتے تو آپ کی معراج تو ہو جاتی لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے، بعض محققین نے لکھا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام ہوئے تو آپ کی بشریت کی معراج ہوئی اور جب سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیل سے آگے نکل گئے تو آپ کی نورانیت کی معراج ہوئی اور جب عرش عظیم سے آگے نکل گئے تو آپ کی حقیقت کی معراج ہو گئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نبیوں کے امام ہوئے تو نبیوں کی معراج ہوئی، آسمانوں پر پہنچے تو آسمانوں کی معراج ہوئی، سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو سدرۃ کی معراج ہوئی، عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہو گئی اور جب آپ دنیٰ فتدلیٰ اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچے اور تجلیات الٰہیہ کو بے حجاب دیکھا تو آپ کی معراج ہو گئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھیں۔

۶۔ انبیاء سابقین نے عالم میثاق میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، انھوں نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو ان کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ؕ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری ؕ قالوا اقررنا ؕ قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین ○ فمن تولیٰ بعد ذٰلک

اور (اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس (شریعت) کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور میرے اس

فاولئك هم الفسقون ۝

(آل عمران : ۸۲-۸۱)

بھاری عہد کو قبول کیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا، فرمایا پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہ ہوں، پھر اگر کوئی اس کے بعد (اس) عہد سے پھر جائے، لوگ نافرمان ہوں گے!

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا ان کے بعد کوئی نبی ہو، اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور آپ کی نصرت کرے گا، اور وہ نبی اپنی امت سے عہد لیتا کہ جب آپ مبعوث ہو جائیں تو تم نے آپ پر ایمان لانا ہے اور آپ کی نصرت کرنی ہے۔ لے

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم کی اس روایت کے مطابق عالم میثاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور یہ نہیں بتایا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کب مبعوث ہوں گے اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور بے غایت تکریم ہے کیونکہ ہر نبی ساری عمر آپ کا انتظار کرتا رہا کہ دیکھیے کب مبعوث ہوتے ہیں اور کب آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک سارے نبی آپ کا راستہ دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! خدا کی قسم اگر حضرت موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، اور اس معنی کی مزید احادیث بہ کثرت ہیں، اور اسی وجہ سے عارفین نے یہ کہا ہے کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں، اور آپ کے علاوہ باقی انبیاء علیہم السلام سب آپ کے تابع ہیں۔ ۲ے

اس لیے اگر آپ مسجد اقصیٰ سے گزرے بغیر چلے جاتے تو وہ سارے نبی جو عالم میثاق سے آپ کی دید کے مشتاق اور آپ کی اطاعت کے لیے بے تاب تھے ان کی آرزوئیں ادھوری اور تمنائیں ناتمام رہ جاتیں۔ آپ مسجد اقصیٰ میں کیا آئے سارے نبیوں کی مرادیں پوری ہو گئیں اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر سارے انبیاء علیہم السلام شاد کام ہو گئے!

لے - علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۳ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲ے - " " " ، روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۰، " "

آسمانوں پر جانے کے اسرار

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے، پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ہر آسمان پر حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا مگر دروازہ نہیں کھلا اور جب حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ان کے ساتھ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو آسمان کا دروازہ کھل گیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت کی جس مخصوص شاہراہ سے لے جایا جارہا تھا یہ صرف آپ کے ساتھ خاص تھی، جبرائیل نے جب اپنا نام لیا تو آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو دروازہ کھل گیا اور یہ واضح ہوگیا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا، اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ نام محمد سے کھلتا ہے، توبہ کی قبولیت الٰہی کے در پہ آنے سے اور ان ہی کا نام لینے سے ہوتی ہے، قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے، شفاعت کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلے گا اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گذرنے کے اسرار

سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سدرہ سے نیچے والوں کی منتہیٰ ہے، نیچے والے اس سے اوپر نہیں جا سکتے، اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی منتہیٰ ہے اوپر والے سدرہ سے نیچے نہیں جا سکتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اوپر بھی گئے اور اوپر جانے کے بعد سدرہ سے نیچے بھی آئے، معلوم ہوا نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گذر گئے، عالم خلق میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جا سکتا اور صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایسی مخلوق ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہیں رکھی، جس چیز کی بھی حد بنائی گئی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گذر گئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جا سکتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آسکتے، معلوم ہوا کہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کا مثل ہے نہ سدرہ سے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے۔

حضرت جبرائیل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرہ سے آگے ساتھ چلنے کے لیے کہا لیکن انھوں نے کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا، اگر جبرائیل آپ کے ساتھ سدرہ کے پار چلے جاتے تو کیا واقعی جل جاتے؟ اہل عرفان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت جبرائیل، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تو ہرگز نہ جلتے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین چلی اور نہیں جلیں تو جبرائیل کیسے جل جاتے ایسے بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل آپ کے رفیق اور شریک سفر بن کر چلے تھے تو سدرہ سے پیچھے رہ گئے اور نعلین آپ کے قدموں سے لپٹ کر چمٹ کر چلی تھیں تو سدرہ کے پار گذر گئیں!

اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار بہت وجد آفرین ہیں:

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چوں در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

قف یا محمد فان ربک یصلی کے اسرار جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سدرہ سے آگے رفرف (سبز رنگ کا ایک تخت) پر بیٹھ کر تنہا روانہ ہوئے تو تنہائی سے آپ کو گھبراہٹ اور وحشت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کی:

قف یا محمد فان ربک یصلی۔ اے محمد ٹھہریے آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ رب نماز پڑھتا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعجب کو زائل کرنے کے لیے یہ آواز سنائی:

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں صلوٰۃ نماز کے معنی میں نہیں رحمت (درود) کے معنی میں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ آپ کا ذہن صلوٰۃ سے رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر دیتا پہلے آپ کے ذہن کو صلوٰۃ سے نماز کی طرف منتقل کر کے آپ میں تعجب پیدا کیا پھر اس تعجب کو رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر کے زائل کیا اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے جو وحشت لاحق ہو رہی تھی اس وحشت کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کیا، کیونکہ گھبراہٹ اور وحشت کے وقت اگر انسان کا ذہن کسی اور طرف متوجہ ہو جائے تو وہ گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں گھبراہٹ ہی پیدا نہ کرتا حتیٰ کہ اس کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھبراہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب ذہن اور دماغ میں ہوتا ہے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ سدرہ کے پار وہ شخص جا رہا ہے جس کا دل بھی ہے اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں ہوتا تو لوگ جان لیں یہ جسمانی معراج ہے محض روح کی معراج نہیں ہے۔

نیز اس تمام واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل بہلتا ہے تو صرف حضرت ابوبکر سے بہلتا ہے، غارِ ثور کی تنہائی میں بھی حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، سدرہ کے پار تنہائی میں حضرت ابوبکر کی آواز سے تسکین ہوئی، قبر انور کی تنہائی میں حضرت ابوبکر کو ساتھ رکھا اور جنت میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، اور حضرت موسیٰ نے بار بار سفارش کی کہ آپ کی امت اتنی نمازیں

نہیں پڑھ سکتی اپنے رب کے پاس جائیے اور نمازیں کم کرائیے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداءً پچاس نمازیں کیوں فرض کیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی سماعت سے پھر شاد ہونا چاہتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رمز سے آگاہ تھے وہ بار بار نمازیں کم کرانے کے بہانے آپ کو بھیج رہے تھے، حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلا رہی تھیں اور مشتاق دید سراپا نیاز بن کر بار بار حریم ناز میں جا رہا تھا یہ حسن اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداءً پانچ فرض کی جا سکتی تھیں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی ابتداء میں فرمایا تھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا سارے انبیاء اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور آپ نے سب ہی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ حضرت موسیٰ کی سفارش سے امت کی نمازیں کم ہوئی تھیں اور یہ دلیل قائم کرنی تھی کہ قبر والے سفارش کرتے ہیں اور دنیا والوں کی مدد کرتے ہیں کہ ان ہی کی مدد سے یہ نمازیں پچاس سے پانچ ہو گئیں!۔

الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے اسرار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے نماز کا تحفہ لے کر آئے اور فرمایا تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور معراج کا حاصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس طرح آپ نے امت کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس طرح نماز پڑھے کہ حسن الوہیت کے جلوؤں میں ڈوب جائے، گویا آپ نے خود ایک مرتبہ معراج کی اور امت کے لیے دن میں پانچ مرتبہ معراج کا تحفہ لے کر آئے۔

عارفین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تین حالتیں ہیں، ایک حالت وہ ہے جب آپ حطیم کعبہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور تمام انبیاء کے امام ہوئے، اس کی نمائندگی نماز میں حالت قیام ہے، دوسری حالت وہ ہے جب آپ پہلے آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، اس کا اظہار نماز میں حالت رکوع ہے اور تیسری حالت وہ ہے جب آپ عرش عظیم سے ماوراء دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوا جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اس کے قائم مقام نماز میں سجدہ ہے کیونکہ سجدہ میں بندہ کو اپنے رب کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں ہے:

واسجد واقترب۔ (علق: ۱۹) آپ سجدہ کریں اور (ہمارے مزید) قریب ہوں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت ثوبان سے مرفوعاً روایت ہے: تم بکثرت سجدوں کو لازم کرو کیونکہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ اور سب سے پسندیدہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے" ہمارے علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں انتہائی عبودیت اور نہایت ذلت ہے، اور اللہ کے لیے انتہائی عزت ہے، اس کی عزت کی کوئی مقدار نہیں تو بندہ جتنا اس کی صفت عزت سے نزدیک ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا اور اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی کہ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہیں وہاں بندہ اللہ کے لیے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ [2]

کفار قریش کو دیے ہوتے جوابات کے اسرار

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو ان لوگوں نے امتحان کے لیے سوالات کرنے شروع کیے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں اور فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے سے ایک تو واقعہ معراج پر دلیل قائم ہو گئی، کیونکہ قافلہ والوں نے بتایا کہ کسی نے اس پیالے سے پانی نہیں پیا اور نہ پانی گرایا اور وہ پانی ختم ہو گیا، دوسرے اس سے معراج جسمانی پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ پانی پینا جسم کا کام ہے روح کا کام نہیں ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے!

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسافت بعیدہ سے ملکہ بلقیس کا تخت لایا گیا اور یہ ان کا بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ عادۃً منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نبی صلی اللہ

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۱۲۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس کی عمارت کو منتقل کر دیا گیا اب اگر یہ سوال ہو کہ شام کے لوگوں نے اس وقت بیت المقدس کو گم کیوں نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بیت المقدس کی مثال قائم کر دی ہو اور اصل بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا آتا ہے اور یہ امر جائز ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آیا کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۷۔ عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس الحدیث متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا۔

اب ایک شبہ یہ باقی ہے کہ جس اس کی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع (۷) میں ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت اتفاق سے کعبہ کا کوئی دیکھنے والا نہ ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کی محکوم علیہ ہو۔ [1]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

علامہ نسفی سے سوال کیا گیا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ اولیاء میں سے کسی کی زیارت کرتا ہے آیا یہ قول صحیح ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اولیاء اللہ کے لیے کرامت جائز ہے۔ [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ہم استقبال قبلہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ اگر کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا جائے تو اس فضاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔ [3]

شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عز و جل کا دیدار کیا اور یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تجلی کی گئی تو حضرت موسیٰ بیہوش ہو گئے اور پہاڑ طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوادر ص ۱۳۷، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۴ء

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور، ۱۳۲۷ھ

نے عین ذات کو اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پر جلال ہے کہ اگر اس کو وہ پہاڑ پر نازل کرتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر تیئیس سال تک لگاتار کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور آپ کے اطمینان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا، سلام ہو ان آنکھوں پر جنہوں نے اس کی ذات کے جلووں کو محویت سے دیکھا جس کی صفت کے جلووں کو بھی کوئی سہار نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیئیس سال کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں آیا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جنت میں ہم (اگر خدا کے فضل سے جنت میں چلے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں!

کسی واقعہ کو بچوں سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے اور سچ کہا لیکن کسی نہ کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ ہے اور ایک ہے، آپ نے بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ نے دیکھ کر کہا ہے، معلوم ہوا سارے انبیاء صادق ہیں لیکن آپ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔

زیارت بھی ایک عبادت ہے، ماں باپ، علماء اور صالحین کی زیارت عبادت ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت عبادت ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے، کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت بھی مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتی تو جب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہوگا! اس لیے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ انسان، جن، فرشتے اور سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ عابد ہیں ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، سن کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہاء اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی، حضرت آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ اللہ کا دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناتمام رہتیں، آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا

تو تمام نبیوں کی شہادتیں مکمل ہوگئیں، گواہی تو اللہ تعالیٰ نے کی سب نبیوں نے دی ہے لیکن آپ جیسا گواہ کوئی نہیں ہے تمام نبیوں کی گواہی فرع ہے اور آپ کی گواہی اصل ہے اور شب معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہوگیا کہ پوری کائنات میں کوئی آپ ایسا صادق ہے نہ عابد ہے نہ شاہد!

مسئلہ معراج پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اور بہت غور و فکر کیا ہے، میں نے اپنے تمام مطالعہ اور غور و فکر کا حاصل ان صفحات پر پیش کر دیا ہے، میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو میرا نصب العین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی فضیلت کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور جب میں قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر غور کرتا ہوں تو آپ کی خصوصیت اور آپ کی عظمت کے نکات کا استنباط کرتا ہوں، واقعہ معراج کے بیان میں، میں نے جو اسرار اور نکات بیان کیے ہیں وہ میری اسی فکر کا ثمرہ ہیں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر لکھتا ہوں اور باوضو اور قبلہ رو بیٹھ کر لکھتا ہوں اور لکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے حق لکھنے کی توفیق دے اور لکھنے سے پہلے، لکھتے وقت اور لکھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات نہ لکھی گئی ہو، مسئلہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے، میں نے ان مختلف آراء اور مذاہب میں سے اس رائے اور اس مذہب کو ترجیح دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ کے ادب، اور احترام اور آپ کے مرتبہ اور مقام کے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے، اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اِلٰہ العالمین میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما، میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیش از بیش فرما، مجھے اسلام پر مستقیم رکھنا اور ایمان پر میرا خاتمہ کرنا، اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی، کثیر الاشاعت، مفید، مؤثر اور مقبول رکھنا، تمام شروحات حدیث میں اس کتاب کو سب سے اونچا مقام عطا فرمانا، اس کتاب کو میرے لیے توشہ آخرت اور میری حسنات کے لیے صدقہ جاریہ کر دینا۔ رب العالمین مجھے، اور میرے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے ناشر، کاتب اور مصحح کو، میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، احباب اور دیگر متعلقین اور جملہ مسلمین کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی، مصیبت، آفت اور عذاب سے محفوظ رکھنا، دارین میں کامیابی، کامرانی، سرخ روئی، روح اور ایمان عطا فرمانا، دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت الفردوس عطا فرمانا۔ امین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی العلماء الراسخین اجمعین الی یوم الدین۔

بَابٌ مَعْنَى قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى وَهَلْ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْاِسْرَآءِ

آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالےٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟

۳۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ نَا عَبَّادٌ وَّهُوَ ابْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے زر بن حبیش سے قرآن مجید کی آیت فکان قاب قوسین او ادنی "پس دو کمانوں کے دو سروں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے" کی تفسیر پوچھی زر بن حبیش نے کہا اس آیت کے بارے میں مجھ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایسی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔

۳۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ما کذب الفؤاد ما رای "دل نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

۳۴۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت لقد رای من ایات ربہ الکبری "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

۳۴۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ولقد راہ نزلۃ اخری "اور انھوں نے اُس کا جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام

۳۴۴- حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَاحَفْصٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ۔

۳۴۵- حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْسَعِیْدِ الْاَشَجُّ جَمِیْعًا عَنْ وَکِیْعٍ قَالَ الْاَشَجُّ نَا وَکِیْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ زِیَادِ بْنِ الْحُصَیْنِ اَبِیْ جَهْمَةَ عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَیْنِ۔

۳۴۶- حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ نَا اَبُوْجَهْمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۳۴۷- حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ ابْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ دَاوٗدَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ کُنْتُ مُتَّکِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ یَا اَبَا عَائِشَةَ ثَلٰثٌ مَنْ تَکَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ قَالَ وَکُنْتُ مُتَّکِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْظِرِیْنِیْ وَلَا تُعْجِلِیْنِیْ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی فَقَالَتْ اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَاَلَ عَنْ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ اَرَهٗ عَلٰی صُوْرَتِهِ الَّتِیْ خُلِقَ عَلَیْهَا غَیْرَ هَاتَیْنِ الْمَرَّتَیْنِ رَاَیْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عِظَمُ

کر دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا۔

ابو عالیہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے ماکذب الفؤاد مارای ولقد راٰہ نزلۃ اخری "دل نے اس کو جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں فرمایا آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبارہ دیکھا۔

امام مسلم نے بیان فرمایا کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا، اس موقع پر حضرت عائشہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابو عائشہ (یہ حضرت مسروق کی کنیت ہے) تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تینوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سہارے بیٹھا تھا یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المؤمنین! ذرا ٹھہریے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا:

ولقد راٰہ بالافق المبین "اور بے شک انھوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا" اور فرمایا ولقد راٰہ نزلۃ اخری "اور انھوں نے تو وہ

خَلْقِهٖ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ فَقَالَتْ اَوَلَمْ
تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ
وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ
اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ
یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ
یُرْسِلَ رَسُوْلًا (اِلٰی قَوْلِهٖ) اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ
قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَتَمَ شَیْئًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ
فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ
یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ
وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ قَالَتْ
وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ یُخْبِرُ بِمَا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ
فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ
قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ
اِلَّا اللّٰهُ۔

جلوہ دو بار دیکھا" ام المومنین نے فرمایا اس امت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کے بارے میں پوچھا تو حضور نے فرمایا ان آیات سے مراد جبرائیل ہیں، حضور نے ان دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل صورت میں نہیں دیکھا تھا جس صورت میں وہ پیدا ہوئے تھے (آپ نے فرمایا) میں نے ایک مرتبہ انھیں اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی جسامت نے تمام آسمان و زمین کو گھیر لیا ہے، پھر ام المومنین نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر "آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف اور خبیر ہے" اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم "اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل کرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے"، پھر ام المومنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے کچھ چھپا لیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ "اے رسول جو کچھ قرآن میں آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ امت تک پہنچا دیجئے، اگر آپ نے (بالفرض) ایسا نہیں کیا تو آپ نے فریضۂ رسالت کو ادا نہیں کیا" اور جو شخص یہ کہے

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (بالذات یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر) کل کا علم تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لایعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ۔ آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (بالذات) کوئی نہیں جانتا۔

۳۳۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا دَاوٗدُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّمَّآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ۔

امام مسلم نے سند سابق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان فرمایا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کسی آیت کو تم سے چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے، واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ۔ اور اے محبوب یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور آپ کے دل میں وہ چیز بھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا کیونکہ آپ کو لوگوں کے طعنہ دینے کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

۳۳۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِيْ لِمَا قُلْتَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ وَحَدِيْثُ دَاوٗدَ اَتَمُّ وَاَطْوَلُ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا تمہاری یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ امام مسلم کہتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی روایات کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا لیکن داؤد کی روایت زیادہ مفصل ہے۔

۳۵۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ ثَنَا زَكَرِيَّا عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ تَعَالَى ثُمَّ دَنَى فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى قَالَتْ إِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرِّجَالِ وَإِنَّهُ أَتَاهُ فِي هَذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا قرآن کریم کی اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ”پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور محبوب کے درمیان کمان کے دو سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم پھر وحی فرمائی اس نے اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہوگئی

۳۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ (الخالق) نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے

۳۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُورًا۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع ملا ہوتا تو میں حضور سے ایک چیز ضرور پوچھتا، حضرت ابوذر نے فرمایا کیا پوچھتے؟ عبداللہ نے کہا میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا میں نے (خالق) نور کو دیکھا ہے۔

۳۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتلائیں فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا۔

شان کے لائق ہے۔

۲۔ میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔

۳۔ رات کے اعمال اس کے پاس دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک نور نے حجاب میں لیا ہوا ہے (ایک روایت میں نور کی جگہ نار کا لفظ ہے۔)

۵۔ اگر اس حجاب کو اٹھا دیا جائے تو اس کی ذات کی شعاعیں منتہائے بصر تک تمام مخلوق کو جلا دیں گی۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهٖ وَقَالَ حِجَابُهُ النُّوْرُ۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں چار باتوں کا ذکر ہے پانچویں بات یعنی مخلوق کو جلانے کا ذکر نہیں ہے۔ اور فرمایا اس کا حجاب نور ہے۔

۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعٍ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهٗ وَيُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ۔

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں چار باتیں بتلائیں فرمایا اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے اور نہ سونا اس کو زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان کے پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور میں رات کے اعمال دن میں اور دن کے اعمال رات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس باب کی احادیث میں یہ بحث ہے کہ آیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں، ہم چونکہ اس سے پہلے باب میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس حدیث میں جو دوسرے مضامین ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا

حدیث نمبر ۳۴۷ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے قرآن مجید سے کچھ چھپا لیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورا قرآن امت تک پہنچا دیا اور کیونکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس سے ثابت ہوا کہ آج امت کے ہاتھوں میں جو قرآن مجید محفوظ ہے یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور حضور نے اس کو ہم تک پہنچا دیا۔ لہٰذا شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ موجودہ قرآن اصل قرآن کا ایک تہائی ہے باطل ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرائیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف آیۃ[1]

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس قرآن کو حضرت جبرائیل حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں:

نوٹ: قرآن مجید میں چھ ہزار دو سو اور چند آیتیں ہیں۔

نیز شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول: ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ وحفظہ کما نزلہ اللہ تعالیٰ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام والائمۃ من بعدہ علیہم السلام[2]

جابر بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے پورے قرآن کو جس طرح وہ نازل ہوا تھا محفوظ کر لیا ہے وہ جھوٹا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا تھا اس کو اس طرح صرف حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے اماموں نے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان

حدیث نمبر ۳۴۸ میں ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے!

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ ط فلما قضی زید منہا

اور یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپاتے

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۶۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
[2] ″ ″ ″ ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۸، ″ ″ ″

وطرا زوجنکھا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا وکان امر اللہ مفعولا

(احزاب : ۳۷)

تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں) لوگوں کی (طعنہ زنی سے) ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے (قطع نکاح کی) غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ (اس کے بعد) مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی حرج نہ رہے، جب وہ (ان کو طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی سمیہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے دیا لیکن حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے اس پیغام کو اپنے حسب اور نسب کی فضیلت کی بنا پر منظور نہیں کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم "کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو وہ اس فیصلہ سے روگردانی کر سکیں"۔ (احزاب : ۳۶)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے حضرت زید بن حارثہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے پیغام کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس دینار، ساٹھ درہم، ایک کپڑے کا جوڑا، پچیس سیر غلہ اور تقریباً تین من کھجوروں کے مہر کے عوض حضرت زید بن حارثہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

نکاح کے بعد عموماً ان میاں بیوی میں بحث و تکرار اور چپقلش رہتی تھی۔ حضرت زینب عموماً اپنے حسب و نسب کی بڑائی بیان کرتیں جس سے حضرت زید اکثر کڑھتے تھے، بار بار بارگاہ نبوت میں آکر حضرت زینب کی شکایت کرتے اور انھیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر فرماتے، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو مطلع فرما دیا تھا اور بالآخر زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور عدت گزرنے کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آجائیں گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو منافقین وغیرہ غلط پروپگنڈا کریں گے اور لوگوں سے کہیں گے دیکھو یہ کیسا نبی ہے جس نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی یعنی بہو سے خود نکاح کر لیا۔ اس وجہ سے جب زید بار بار آکر آپ سے حضرت زینب کی شکایت کرتے تو آپ ان کو اللہ سے ڈراتے اور طلاق دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے حالانکہ آپ کو علم تھا کہ بہر حال ایسا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے عدت کے بعد نکاح کر لیں تو مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا نہ حقیقی بیٹا ہوتا ہے نہ اس کی بیوی حقیقی بہو ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اسوہ اس کے لیے دلیل اور حجت بن جائے۔ لہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "زوجنکہا" ہم نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی پیغام، عقد نکاح اور مہر وغیرہ کے حضرت زینب حضور کی زوجیت میں داخل ہو گئیں اور یہ ان کی عظیم فضیلت ہے جس پر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں، حضور نے ان کا شاندار ولیمہ کیا تھا، سورۂ احزاب کی دو آیتوں (۳۷-۳۸) میں اس واقعہ کا اجمالاً ذکر ہے جن کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

"اے محبوب اس وقت کو یاد کیجیے جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور آپ لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا، اور لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف کی نسبت اللہ کا خوف آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب زید نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی (یعنی طلاق دے دی اور عدت گذر گئی) تو ہم نے آپ کا اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمان جب اپنے منہ بولے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے (عدت کے بعد) نکاح کرنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ کا حکم بہر حال ہو کر رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے جو کام فرض کر دیا ہو اس کے کرنے میں نبی پر کوئی حرج یا وجہ طعن نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سابقہ شریعتوں میں دستور رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر مقدر کیا ہوا کام اٹل ہوتا ہے۔"

بعض قصہ گو واعظوں نے ضعیف اور مطعون روایات کی بنیاد پر ان آیات کی تفسیر میں ایسی ایسی نازیبا باتیں لکھ دی ہیں جو نہ صرف شان نبوت کے منافی ہیں بلکہ ان کو اگر سچ تسلیم کر لیا جائے تو نبوت پر ایمان قائم نہیں رہتا۔ ان آیات کی صحیح تشریح اور تفسیر وہی ہے جو ہم نے معتبر حوالوں سے بیان کر دی ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر امتی کی جان اور مال کے مالک ہیں اور مختار ہیں اگر وہ کسی امتی کا کسی سے رشتہ کر دیں تو اس کو مجال انکار نہیں ہے۔

۲۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہوتا ہے۔

نور انّی اراہ کی تحقیق حدیث نمبر ۳۵۱ میں ہے: نورٌ انّی اراہ، اس جملہ میں انّی کو کئی طرح پڑھا گیا ہے۔

لہ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۴-۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت

مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

نورٌ انّٰی اراہ کو محدثین نے کئی طرح پڑھا ہے ایک صورت یہ ہے نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ "وہ خالق نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں"، علامہ نووی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابوذر کی اس کے بعد جو روایت مذکور ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ میں نے خالق نور کو دیکھا ہے۔

اور اس لفظ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے نُوْرَانِیٌّ اَرَاہُ "اللہ تعالیٰ نورانی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں یا میں نے اس کو دیکھا ہے" (یہ ماضی کی حال سے حکایۃً تعبیر ہے۔)

اور اس لفظ کو پڑھنے کی ایک روایت اس طرح بھی ہے "نُوْرٌ اِنِّیْ اَرَاہُ" "اللہ تعالیٰ خالق نور ہے اور بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔"[1]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انّٰی اسم مکان ہے اور یہ استفہام کے لیے نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے "میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔"

بَابُ اِثْبَاتِ رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہٗ کے دیدار کا اثبات

۳۵۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَاَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ غَسَّانَ قَالَ نَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ نَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ۔

عبداللہ بن قیس اپنے والد یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کے ہوں گے اور اہل جنت اور ان کے رب کے درمیان جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر حائل ہوگی۔

۳۵۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۴۸ ،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ۔

۳۵۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔

۳۵۹۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَ

ہے جس کو میں پورا کروں، جنتی عرض کریں گے اے بار الٰہ کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے؛ کیا تو نے ہم کو جنت عطا نہیں کی! کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان سے حجاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کر لیں گے تو ان کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہو گی۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت صہیب رومی سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے دیدار پر استدلال کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور مزید انعام ہے یعنی دیدار الٰہی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا؛ کیا ہم آخرت میں اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ گر ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے، صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت ہوتی ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا بالکل نہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے، لہٰذا جو شخص دنیا میں سورج کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا،

يَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ الطَّوَاغِيتَ
وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ
اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ
الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ
هٰذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا
فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ
اللّٰهُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ
أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتَّبِعُونَهُ
وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ
فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَلَا
يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ
يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ
كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ
لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ
النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ
بَقِيَ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُجَازَى حَتَّى يُنَجَّى
حَتَّى إِذَا فَرَغَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ
بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ
مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ
أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ
السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ
إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ
أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ
النَّارِ وَقَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ
مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا
تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ

اخیر میں یہ امت رہ جائے گی جس میں مومن اور منافق دونوں شامل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کسی ایسی صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرمائیگا میں تمہارا رب ہوں میری امت کہے گی ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اس جگہ ٹھہریں گے یہاں تک کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے جانی پہچانی ہوگی اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں، پھر میری امت عرض کرے گی ہاں تو واقعی ہمارا رب ہے، پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کی اتباع کریں گے پھر دوزخ کی پشت پہ پل صراط بچھایا جائیگا اور میں اور میرے امتی سب سے پہلے اس پل سے گذریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن رسولوں کی زبان پہ یہی دعا ہوگی اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے مولیٰ سلامتی سے پار گذار دے) اور جہنم میں سعدان نامی خاردار جھاڑی کی مثل کانٹے ہوں گے، پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے سعدان جھاڑی کو دیکھا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہ کانٹے سعدان جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لمبائی کی مقدار کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (بتلائے) کوئی نہیں جانتا اور وہ کانٹے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مومن اپنے نیک اعمال کے سبب ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل صراط سے گذر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے (یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کر کے فارغ ہو جائے گا پھر وہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا

اللّٰہُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى
رَجُلٌ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ وَ
هُوَ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا فِي الْجَنَّةِ
فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي
عَنِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَشَبَنِي
رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا
فَيَدْعُو اللّٰہَ مَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ يَدْعُوَهُ
ثُمَّ يَقُولُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ
عَسَيْتَ إِنْ فَعَلْتُ ذَلِكَ بِكَ أَنْ
تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكَ
غَيْرَهُ وَيُعْطِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ مَا شَاءَ
اللّٰہُ فَيَصْرِفُ اللّٰہُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ
فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَآهَا
سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ يَسْكُتَ
ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي
إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللّٰہُ لَهُ
أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَ
مَوَاثِيقَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي
أَعْطَيْتُكَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا
أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ يَدْعُو اللّٰہَ
حَتَّى يَقُولَ لَهُ فَهَلْ عَسَيْتَ إِنْ
أَعْطَيْتُكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ
فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ
مَا شَاءَ اللّٰہُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ
فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا
قَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ
الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ
وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰہُ

ہے ان میں سے وہ جن کو چاہے محض اپنی رحمت سے جہنم سے نکال لے اس وقت فرشتوں کو حکم دے گا جو لوگ کلمہ طیبہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر تاحیات قائم رہے ان کو جہنم سے نکال لیں، فرشتے ان لوگوں کو سجدوں کے نشانات کی وجہ سے پہچان لیں گے کیونکہ آگ ابن آدم کے اعضاء سجود کے علاوہ تمام جسم کو جلا دے گی، یہ لوگ جلے ہوئے جسم کے ساتھ جہنم سے نکالے جائیں گے، پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ اس طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ اگ پڑتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا تو ایک شخص ابھی باقی ہوگا جس کا منہ جہنم کی طرف ہوگا اور یہی شخص آخری جنتی ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے اس کی بدبو مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور اس کی تپش مجھے جلا رہی ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوگا وہ دعا کرتا رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو اور سوال کرنے لگے گا وہ شخص کہے گا کہ میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر کر جنت کی طرف کر دے گا جب وہ شخص جنت کو اپنے سامنے دیکھے گا تو اللہ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر تو چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے تک لے جا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا کیا تو نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان نہیں کیے تھے کہ تو مزید سوال نہیں کریگا افسوس ہے اے ابن آدم!

أَنْ تَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ لَا تَسْأَلُ غَيْرَ مَا أُعْطِيتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لَا أَكُونَنَّ أَشْقَى خَلْقِكَ قَالَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَضْحَكَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللَّهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا دَخَلَهَا قَالَ اللَّهُ لَهُ تَمَنَّهْ فَيَسْأَلُ رَبَّهُ وَيَتَمَنَّى حَتَّى أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُذَكِّرُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ اللَّهَ قَالَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ إِلَّا قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ

۔۔۔تو کس قدر عہد شکن ہے وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال بھی پورا کر دیا تو پھر تو اور کچھ نہیں مانگے گا" وہ شخص کہے گا اے میرے رب تیری عزت و جلال کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے الگلے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا کر دے گا، جب وہ شخص جنت کے دروازہ پر کھڑا ہو گا تو جنت اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اس کو نظر آئے گی اور وہ اس میں سرور انگیز اور خوشگوار مناظر دیکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر تو وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا "اے میرے رب مجھے جنت میں داخل کر دے" اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "کیا تو نے ابھی پختہ عہد نہیں کیے تھے کہ تو اس کے بعد سوال نہیں کرے گا، افسوس اے ابن آدم تو کس قدر عہد شکن ہے" وہ شخص عرض کریگا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بد نصیب ہونگا (کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور پھر جنت کے اندر نہ جا سکوں) وہ یونہی بار بار دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے مطابق ہنسی آئے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہنس پڑیگا تو فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" اور جب اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا تو پھر فرمائے گا اب اور تمنا کر، وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال اور تمنائیں کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو جنت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کرے گا اور جنت کی نعمتوں کی اجناس اسے یاد دلائے گا تاکہ اس کی آرزوئیں پوری ہو جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیگا

اَبُوْهُرَيْرَةَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ اٰخِرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ ۔

۳۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ ۔

۳۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَمَنَّيْتَ

یہ سب نعمتیں بھی لے لو اور اتنی ہی مقدار میں اور نعمتیں بھی لے لو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق بیان کیا، صرف اس بات سے اختلاف کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا یہ تمام نعمتیں لے لو اور ان کے برابر اور نعمتیں بھی لے لو تو حضرت ابو سعید خدری نے کہا اے ابوہریرہ! یہ تمام نعمتیں بھی لو اور اس کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا مجھے تو یہ حدیث یونہی یاد ہے کہ یہ نعمتیں اور ان کی ایک مثل لے لو۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح یاد ہے کہ یہ نعمتیں بھی لو اور ان کی مثل دس نعمتیں اور لے لو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص کی بات کر رہا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جنت میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تمنا کرو" وہ تمنا کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تم نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا "ہاں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جو تمنا کی تھی وہ بھی لے لو اور اس جتنا اور بھی لے لو۔

فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ.

٣٦٢ - وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وَغُبَّرِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" پھر آپ نے فرمایا جب سورج نصف النہار پر ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ اور جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آرا ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرو گے قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب جہنم میں جا گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے، پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب! ہم پیاسے

فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُونَ قَالُوا عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُونَ فَيَقُولُونَ عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا قَالَ فَمَاذَا تَنْتَظِرُونَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ أَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُولُ هَلْ بَيْنَكُمْ

ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائیگا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے" کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے" ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے، پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بدکار، پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے (کہ یہ ان کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے اے بارِ الٰہ ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے، اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا، اس صورت سے آواز آئے گی میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

وَبَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُونَهُ بِهَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ بِالسُّجُودِ وَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَاءً وَرِيَاءً إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَاحِدَةً كُلَّمَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ خَرَّ عَلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُونَ رُءُوسَهُمْ وَقَدْ تَحَوَّلَ فِي صُورَتِهِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلَى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُولُونَ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْجِسْرُ قَالَ دَحْضٌ مَزِلَّةٌ فِيهَا خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ فِيهِ وَحَسَكٌ تَكُونُ بِنَجْدٍ فِيهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتَّى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلّٰهِ فِي الْاِسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي

شریک نہیں کرتے، مسلمان یہ کلمات دو یا تین بار دہرائیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے "ہاں" پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا، اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی، اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا، پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں انھوں نے اسے پہلے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا "میں تمہارا رب ہوں" مسلمان کہیں گے کہ "تو ہمارا رب ہے" پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت سب کہیں گے "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ" "اے اللہ سلامت رکھ" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک پھسلواں چیز ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے، وہ لوہے کے کانٹے سعدان نام جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گذر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں گے

النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا
يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَ يُصَلُّوْنَ وَ
يَحُجُّوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ اَخْرِجُوْا
مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ
عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا
كَثِيْرًا قَدْ اَخَذَتِ النَّارُ اِلٰى
نِصْفِ سَاقَيْهِ وَ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ
ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيْهَا
اَحَدٌ مِّمَّنْ اَمَرْتَنَا بِهٖ فَيَقُوْلُ
اللّٰهُ جَلَّ وَ عَزَّ ارْجِعُوْا فَمَنْ
وَّجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ
مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ
خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا اَحَدًا
مِّمَّنْ اَمَرْتَنَا بِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ
ارْجِعُوْا فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ
مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ
فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا
كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ
فِيْهَا مِمَّنْ اَمَرْتَنَا اَحَدًا ثُمَّ
يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ
فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ
فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا
كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ
فِيْهَا خَيْرًا وَ كَانَ اَبُوْ سَعِيْدٍ
الْخُدْرِيُّ يَقُوْلُ اِنْ لَّمْ تُصَدِّقُوْنِيْ
بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ
اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ

اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر
جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ
میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے
جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں
پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے (بطور
ناز) اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا
کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا اور
اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے ہمارے
رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں
پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔ ان سے کہا
جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ
سے نکال لو، ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی
جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ
سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں
کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا
تھا، پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں
میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لانے
کا تو نے حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ اور
جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس
کو جہنم سے نکال لاؤ، پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں
کو دوزخ سے نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی جناب
میں عرض کریں گے اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے جہنم
سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو
نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل
میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے
نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں
لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب جن
لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّآ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَّمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهَرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهَرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَا تَرَوْنَهَا تَكُوْنُ اِلَى الْحَجَرِ اَوْ اِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُوْنُ اِلَى الشَّمْسِ اُصَيْفِرُ وَاُخَيْضِرُ وَمَا يَكُوْنُ مِنْهَا اِلَى الظِّلِّ يَكُوْنُ اَبْيَضَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّكَ كُنْتَ تَرْعٰى بِالْبَادِيَةِ قَالَ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ يَعْرِفُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَآءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ ثُمَّ يَقُوْلُ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَاَيْتُمُوْهُ فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبَّنَا اَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا

نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، جنتی لوگ پھر جائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں خلق خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں نیکی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو، (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے۔ اب گنہگاروں کے لیے سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا، جنھوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہو گی، اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تر و تازہ نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ اگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے جو دانہ سائے کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو زرعی معاملات کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگلوں میں جانور چراتے رہے ہوں، آپ نے سلسلہ کلام

فَيَقُولُ رِضَائِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا۔

۳۶۳۔ قَالَ مُسْلِمٌ قَرَأْتُ عَلَى عِيسَى بْنِ حَمَّادٍ زُغْبَةَ الْمِصْرِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ فِي الشَّفَاعَةِ وَقُلْتُ لَهُ أُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْكَ إِنَّكَ سَمِعْتَهُ مِنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِعِيسَى بْنِ حَمَّادٍ أَخْبَرَكُمُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَرَى رَبَّنَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَحْوٌ قُلْنَا لَا وَسُقْتُ الْحَدِيثَ

جاری رکھتے ہوئے) فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے اہل جنت انھیں پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزاد کر دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب وہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مطلع صاف ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں باقی حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس سند کے ساتھ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جب اللہ ان مسلمانوں کو بخش دے گا جنھوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا تو ان سے کہا جائے گا جنت میں جو کچھ بھی تم نے دیکھا یہ بھی لے لو اور اس جتنا اور لے لو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حَتّٰى انْقَضٰى آخِرُهُ وَهُوَ نَحْوُ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا قَدَمٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ بَلَغَنِيْ أَنَّ الْجِسْرَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَأَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا بَعْدَهُ فَأَقَرَّ بِهٖ عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ.

ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور لیث اور سند کے ساتھ یہ اضافہ نہیں ہے۔

۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ بِإِسْنَادِهِمَا نَحْوَ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ إِلٰى آخِرِهٖ وَقَدْ زَادَ وَنَقَصَ شَيْئًا.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے ساتھ ایک سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے، اور اہل بدعت میں سے معتزلہ خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطاء صریح اور جہل قبیح ہے، کتاب اور سنت کے دلائل، اور صحابہ اور ان کے بعد اخیار امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور بیس سے زیادہ صحابہ سے اس نوع کی احادیث مروی ہیں۔

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے، اس کے لیے شعاع بصری کا احاطہ کرنا اور مرئی کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے، البتہ ہم جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور جب مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہمیں دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ، ہمارے بالمقابل ہو۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة۔ (قیامت: ۲۲)
کچھ چہرے اس دن اپنے رب کو دیکھتے ہوئے تروتازہ ہوں گے۔

کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون۔ (مطففین: ۱۵)
ہاں ہاں بے شک اس دن وہ (کفار) اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

اور کفار کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی حسرت اور عذاب تب ہی ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرا کے شادمانی عطا فرمائے۔

ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو گا۔ عام مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور آخرت میں دیکھ لیں گے، اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے، اور فنا ہونے والی آنکھوں سے باقی کا جلوہ نہیں دیکھا جا سکتا اور آخرت میں مسلمان بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کی آنکھیں بھی باقی رہیں گی تو بقا کی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھ لیں گے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخرت سے پہلے اپنی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا تمام انسانوں کی آنکھیں فنا کی مظہر ہیں اور حضور کی آنکھیں بقا کی مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان

حدیث نمبر ۳۶۲ میں ہے، اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت میں ظاہر ہو گا جس کو دیکھ کر مسلمان انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے، پھر ایک اور صورت میں ظاہر ہو گا تو مسلمان پہچان لیں گے۔

شروع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنا لیں گے جس طرح دنیا میں یہ معمول تھا بعد میں حوض کوثر پر منافقین کی چھانٹی کر دی جائے گی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سحقاً سحقاً (دور دور رہو، دور رہو) فرما کر انہیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے، یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا وامتازوا الیوم ایها المجرمون "اے مجرمو آج علیحدہ ہو جاؤ"

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مومنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس صورت کو دیکھ کر مومنین اس کو رب مان لیں۔ اس کی تشریح کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اس کے منشاء اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض کرتے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے، اس لیے مومنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے یہ ہمارا رب نہیں ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت منکشف فرمائے گا (اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے) اور یہ ایسی صفت ہو گی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کے مشابہ نہ ہو گی اور نہ اس پر آثار حدوث ظاہر ہوں گے اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہے لہذا جب

وہ ایک بے مثل صفت کو دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہولناکیاں نظر آئیں گی جیسی دہشت ناک ہولناکیاں انھوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو "کشف ساق" (پنڈلی منکشف کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف و کرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے وجدان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت، جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے وجدان کی بنا پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا محشر میں دیدار بطور امتحان ہوگا اور جنت میں دیدار بطور انعام ہوگا۔

بَابُ إِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَإِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِينَ مِنَ النَّارِ

شفاعت کا اثبات اور موحدین کو دوزخ سے نکالنے کا بیان

۳۶۵- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ بِرَحْمَتِهِ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا مَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا حُمَمًا قَدِ امْتَحَشُوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيٰوةِ أَوِ الْحَيَاءِ فَيَنْبُتُونَ فِيهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ إِلَى جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اہل جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور اہل جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لو، پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہوگا، پھر ان کو آب حیات کی نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تروتازہ ہو کر نکلنا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے زردی مائل ہو کر اگ پڑتا ہے۔

۳۶۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ

امام مسلم ایک اور سند ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

نا عفان قال نا وهيب ح وحدثنا حجاج بن الشاعر قال نا عمرو بن عون قال أنا خالد كلاهما عن عمرو بن يحيى بهذا الإسناد وقالا فيلقون في نهر يقال له الحياة ولم يشكا وفي حديث خالد كما تنبت الغثاءة في جانب السيل وفي حديث وهيب كما تنبت الحبة في حمئة أو حميلة السيل.

اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں دانہ اُگنے کا ذکر تھا اور اس میں کوڑا کرکٹ کے اُگنے کا ذکر ہے۔

۳۶۷۔ وحدثني نصر بن علي الجهضمي قال نا بشر يعني ابن المفضل عن أبي مسلمة عن أبي نضرة عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أما أهل النار الذين هم أهلها فإنهم لا يموتون فيها ولا يحيون ولكن ناس أصابتهم النار بذنوبهم أو قال بخطاياهم فأماتهم الله إماتة حتى إذا كانوا فحما أذن بالشفاعة فجيء بهم ضبائر ضبائر فبثوا على أنهار الجنة ثم قيل يا أهل الجنة أفيضوا عليهم فينبتون نبات الحبة تكون في حميل السيل فقال رجل من القوم كأن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد كان في البادية.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دیگا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو گروہ در گروہ بلایا جائے گا اور انھیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب وہ اس طرح تر و تازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے بہاؤ سے آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب ہو کر نکل آتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا یوں لگتا ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگل میں رہے ہوں۔

۳۶۸۔ وحدثناه محمد بن المثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن أبي مسلمة قال سمعت أبا نضرة عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم بمثله إلى قوله في حميل السيل ولم يذكر ما بعده.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں دانہ کے اُگ پڑنے تک کا ذکر ہے۔

۳۶۹۔ حدثنا عثمان بن أبي شيبة وإسحق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بن ابراهیم الحنظلی کلیهما عن جریر قال عثمان نا جریر عن منصور عن ابراهیم عن عبیدة عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم انی لاعلم اخر اهل النار خروجا منها واخر اهل الجنة دخولا الجنة رجل یخرج من النار حبوا فیقول الله عز وجل له اذهب فادخل الجنة قال فیاتیها فیخیل الیه انها ملای فیرجع فیقول یا رب وجدتها ملای فیقول الله عز وجل له اذهب فادخل الجنة قال فیاتیها فیخیل الیه انها ملای فیرجع فیقول یا رب وجدتها ملای فیقول الله له اذهب فادخل الجنة فان لک مثل الدنیا وعشرة امثالها او ان لک عشرة امثال الدنیا قال فیقول اتسخر بی او تضحک بی وانت الملک وقال لقد رایت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ضحک حتی بدت نواجذه قال فکان یقال ذاک ادنی اهل الجنة منزلة ۔

۳۷۰ - وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة وابو کریب واللفظ لابی کریب قال نا ابومعاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن عبیدة عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم انی لاعرف اخر اهل النار خروجا من النار رجل یخرج منها زحفا فیقال له انطلق فادخل الجنة قال فیذهب فیدخل الجنة فیجد الناس قد اخذوا المنازل فیقال له اتذکر الزمان الذی کنت فیه فیقول نعم فیقال له تمن فیتمنی فیقال له لک الذی تمنیت وعشرة اضعاف الدنیا

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کون نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم میں سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو وہ یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ آئیگا اور اللہ تعالےٰ سے عرض کرے گا اے میرے رب جنت تو بھر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال یہ ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا اے میرے رب میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو، تجھے جنت میں دنیا اور اس کی دس گنا جگہ مل جائے گی،" وہ شخص عرض کرے گا "اے اللہ تو مالک ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں میں نے اس موقع پر حضور کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر حضور نے فرمایا یہ ایک جنتی کا سب سے کم درجہ ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو یقیناً جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا وہ شخص گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا اس شخص سے کہا جائیگا۔ "چلو جنت میں داخل ہو جاؤ" وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں اس شخص سے کہا جائے گا کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جسے گزار کر آئے ہو" وہ اثبات میں جواب دے گا" پھر اس سے کہا جائے گا تمنا کرو وہ تمنا کرے گا پھر اس سے کہا جائے گا تم نے جو تمنا کی ہے وہ

قَالَ فَيَقُوْلُ أَتَسْخَرُ بِيْ وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ.

۳۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ ثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ آخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً وَّيَكْبُوْ مَرَّةً وَّتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَإِذَا مَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ إِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَجَّانِيْ مِنْكِ لَقَدْ أَعْطَانِيَ اللهُ شَيْئًا مَّا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّيْ إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهٗ أَنْ لَّا يَسْأَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِأَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُوْلٰى فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِأَشْرَبَ مِنْ

بھی ہے اور تمام دنیا کی دس گنا جگہ بھی ہے تو وہ شخص کہے گا" تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو مالک ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر ہنس پڑے اور آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم کی آگ اُسے جلا رہی ہوگی، جب جہنم سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور جہنم سے مخاطب ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالے نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہوگی، پھر اس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا" اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس کے پھلوں سے پانی پیوں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا" اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو کوئی اور سوال کرے گا" وہ عرض کرے گا ہرگز نہیں اے میرے رب، اور اللہ تعالے اس سے سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا پھر اس کے لیے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت

مَآئِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا اَسْاَلُكَ
غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ
اَنْ لَّا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّيْ اِنْ
اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا
فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا
وَرَبُّهٗ تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى
مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا
فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ
مَآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ
بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ
فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهٖ
الشَّجَرَةِ لِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ
مِنْ مَّآئِهَا لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا
فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ
اَنْ لَّا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا
رَبِّ هٰذِهٖ لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ
تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا
صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَاِذَا
اَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ اَصْوَاتَ اَهْلِ
الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْهَا
فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ
مِنْكَ اَيُرْضِيْكَ اَنْ اُعْطِيَكَ الدُّنْيَا
وَمِثْلَهَا مَعَهَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ
الْعٰلَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ
اَلَا تَسْاَلُوْنِيْ مِمَّ اَضْحَكُ فَقَالُوْا
مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ

سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا وہ شخص عرض کرے گا
”اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر
دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی
پیوں اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں
کروں گا“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ”اے ابن آدم!
کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی
اور سوال نہیں کرے گا اور اب اگر میں نے تجھے
اس درخت تک پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے کوئی اور
سوال کرے گا“، اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات
کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا تاہم
اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہوگا کیونکہ وہ ایسی
ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا، پھر
اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دیگا
وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئےگا
پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا
جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین
ہوگا پھر وہ شخص کہے گا ”اے میرے رب مجھے
اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے
سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس
کے بعد میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا“، اللہ تعالیٰ
فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے عہد
نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کرے گا
وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں اس کے بعد اور کوئی سوال نہیں
کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں
دیکھے گا جن پر انسان کو صبر نہیں آسکتا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت
کے قریب کر دے گا، جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا
تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا ”
اے میرے رب مجھے اس جنت میں داخل کر دے!
اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تیرے سوالوں

اللهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِءُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا اَشَاءُ قَادِرٌ۔

۳۶۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ اللهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وَمَثَّلَ لَهٗ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ اَيْ رَبِّ قَدِّمْنِيْ اِلٰى هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَكُوْنُ فِيْ ظِلِّهَا وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ

کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ دے دوں،، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے، یہ حدیث سنا کر حضرت عبد اللہ بن مسعود ہنس پڑے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے کہا تم نے مجھ سے پوچھا نہیں میں کیوں ہنسا لوگوں نے کہا "بتلا یئے آپ کیوں ہنسے،، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ بات فرما کر ہنسے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص نے یہ کہا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے،، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پر قادر ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ جہنم سے جنت کی طرف پھیر دے گا اور اس کے لیے ایک سایہ دار درخت بنا دے گا وہ شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں رہوں۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابق کی مثل ہے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اے ابن آدم! تیری آرزوؤں کو کیا چیز ختم کر سکتی ہے،، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے گا فلاں فلاں چیز کی تمنا کر اور جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا یہ آرزوئیں بھی پوری کر لو اور ان کی مثل دس گنا اور لے لو پھر

وَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَتَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُعْطِيْتُ .

اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں داخل کرے گا اور خوبصورت آنکھوں والی دو حوریں اس کی زوجیت میں داخل ہو کر اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تجھ کو ہمارے لیے زندہ کیا اور ہم کو تیرے لیے زندہ رکھا وہ شخص کہے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ کسی کو بھی اتنی نعمتیں نہ دی ہوں گی۔

۳۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ وَابْنِ اَبْجَرَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رِوَايَةً اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ نَا سُفْيَانُ نَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيْفٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ نَا مُطَرِّفٌ وَابْنُ اَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ رَفَعَهُ اَحَدُهُمَا اَرَاهُ ابْنَ اَبْجَرَ قَالَ سَاَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبَّهُ مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ يَجِيْءُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُّلُوْكِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بر سر منبر بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے کم درجہ کا شخص کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک شخص ہوگا جو تمام جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد جنت میں جائے گا اس سے کہا جائے گا "جنت میں چلے جاؤ" وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے رب میں جنت میں کہاں جاؤں جنت کے تمام محلات اور مراتب ومناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ کر لیا ہے" اس سے کہا جائے گا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ مل جائے جتنا دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا تھا، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب میں راضی ہوں" اللہ تعالےٰ فرمائے گا جاؤ یہ علاقہ بھی لو اور اس کا پانچ گنا اور لے لو وہ شخص کہے گا میں راضی ہوں اللہ تعالےٰ فرمائے گا "یہ بھی لو اور اس جیسا دس گنا علاقہ اور لو اور اس کے علاوہ جو چیز تمہارے دل کو اچھی لگے اور جو تمہاری آنکھوں کو بھائے" وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے رب میں راضی ہوں" پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا

وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ قَالَ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ الْآيَةَ.

درجہ ہو گا وہ کون لوگ ہوں گے، اللہ تعالے نے فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور ان کی عزت وکرامت پر میں نے اپنے ہاتھ سے مہر لگا دی اور ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں ان کا تصور آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نعمتوں کی تصدیق قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین "کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے کیا کیا نعمتیں چھپائی ہوئی ہیں۔"

٣٧٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى عَنْ أَخَسِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا حَظًّا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برسر منبر بیان کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجہ کا جنتی کون شخص ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

---

٣٧٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یقیناً جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل ہوگا اور سب سے اخیر میں دوزخ سے کون نکلے گا آپ نے فرمایا ایک ایسا شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن اللہ تعالے کے حضور میں پیش کیا جائیگا اللہ تعالے فرشتوں سے فرمائے گا" اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ ابھی اٹھا رکھو" چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا" تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا، اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور

عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُولُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَا هُنَا فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔

٣٧٦۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

٣٧٧۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحٍ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْأَلُ عَنِ الْوُرُودِ فَقَالَ نَجِيءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَنْ كَذَا وَكَذَا انْظُرْ أَيْ ذٰلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ نَنْظُرُ إِلَيْكَ فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ قَالَ فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ وَيَتَّبِعُونَهُ وَيُعْطٰى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ أَوْ مُؤْمِنٍ نُورًا ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ وَعَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ يَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ

کہے گا کہ "میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا" اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے اس شخص سے کہا جائے گا، جا تجھے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جاتی ہے" وہ شخص عرض کرے گا میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا" حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ابو زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے لوگ پوچھ رہے تھے کہ میدان حشر میں لوگوں کا کیا حال ہوگا، حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم عرصہ محشر میں تمام امتوں سے بلندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو علی الترتیب ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا تم کس کو دیکھ رہے ہو، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب کو دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں لوگ کہیں گے کہ ذرا ہم تجھ کو دیکھ تو لیں، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہنستا ہوا جلوہ فرمائیگا حضرت جابر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ مومن ہو یا منافق اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے، پل صراط پر کانٹے

وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذٰلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ ———— يَرُشُّونَ عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتّٰى يَنْبُتُوا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتّٰى يُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا۔

اور انگوٹھے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ کانٹے پکڑ لیں گے پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے۔ نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے سب سے روشن ستارے کی طرح ہوں گے اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی، اور علماء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا اور ایک جو کے برابر بھی کوئی نیکی کی ہوگی ان کو دوزخ سے نکال کر جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا پھر جنت والے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی میں سے دانہ ہرا بھرا نکل آتا ہے، ان سے جلن کے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے ان کی خواہش پوچھی جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا زائد علاقہ جنت میں دے دیا جائے گا۔

۳۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو أَنَّ جَابِرًا سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَيْهِ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ نَاسًا مِنَ النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریگا۔

۳۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا

حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے سبب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال

مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ قَالَ نَعَمْ۔

٣٨٠- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَوْمًا يُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُونَ فِيهَا إِلَّا دَارَاتِ وُجُوهِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ۔

٣٨١- وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ كُنْتُ قَدْ شَغَفَنِي رَأْيٌ مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي عِصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ نُرِيدُ أَنْ نَحُجَّ ثُمَّ نَخْرُجَ عَلَى النَّاسِ قَالَ فَمَرَرْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَإِذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسٌ إِلٰى سَارِيَةٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِذَا هُوَ قَدْ ذَكَرَ الْجَهَنَّمِيِّينَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ مَا هٰذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ وَاللّٰهُ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ۔

وَكُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا فَمَا هٰذَا الَّذِي تَقُولُونَ قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللّٰهُ فِيهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللّٰهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتَ وَضْعَ الصِّرَاطِ وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَأَخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ

کر جنت میں داخل کر دے گا انھوں نے کہا ہاں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ جہنم سے نکل کر جنت میں ایسی حالت میں داخل ہونگے کہ چہرے کے سوا ان کا سارا جسم جل چکا ہو گا۔

یزید فقیر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خوارج کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا، پھر میں نے لوگوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے، یزید کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے ایک ستون کا سہارا لیے بیٹھے ہیں اور حدیث بیان کر رہے ہیں اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت اس حدیث کو سن رہی تھی، اچانک حضرت جابر بن عبداللہ نے جہنمیوں کا ذکر کیا میں نے ان سے کہا اے صحابی رسول! یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے: (ترجمہ) "بے شک جس شخص کو تو نے جہنم میں ڈال دیا اس کو رسوا کر دیا۔" اور فرماتا ہے (ترجمہ) "جب جہنمی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو دوبارہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا"

آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان کر رہے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے

أَحْفَظُ ذَالِكَ قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ زَعَمَ أَنَّ قَوْمًا يَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ أَنْ يَكُوْنُوْا فِيْهَا قَالَ يَعْنِيْ أَبَا نُعَيْمٍ فَيَخْرُجُوْنَ كَأَنَّهُمْ عِيْدَانُ السَّمَاسِمِ قَالَ فَيَدْخُلُوْنَ نَهَرًا مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَيَغْتَسِلُوْنَ فِيْهِ فَيَخْرُجُوْنَ كَأَنَّهُمُ الْقَرَاطِيْسُ فَرَجَعْنَا وَقُلْنَا وَيْحَكُمْ أَتَرَوْنَ الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللّٰهِ مَا خَرَجَ مِنَّا غَيْرُ رَجُلٍ وَّاحِدٍ أَوْ كَمَا قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ۔

جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا،، میں نے کہا "ہاں،، انہوں نے فرمایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام وہ مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں کو جہنم سے نکال لے گا، یزید فقیر نے کہا پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گذرنے کی کیفیت کو بیان کیا، یزید نے کہا میرا خیال ہے کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکا تاہم انہوں نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ جہنم سے نکل آئیں گے،، ابو نعیم نے کہا وہ لوگ جہنم سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں ہوتی ہیں، پھر وہ لوگ جنت کی نہروں میں سے کسی نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں غسل کریں گے اور پھر اس نہر سے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا افسوس ہے تم لوگوں پر (یعنی خارجی لوگوں پر) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ یہ شیخ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کر سکتے ہیں، چنانچہ بقول ابو نعیم کے سوا ایک شخص کے یہ حدیث سن کر سب لوگ خارجیوں کے عقائد سے تائب ہو گئے۔

۳۸۲۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ إِذْ أَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا فَلَا تُعِدْنِيْ فِيْهَا فَيُنْجِيْهِ اللّٰهُ مِنْهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اس دوزخ سے نکال ہی لیا تو اب دوبارہ اس میں نہ ڈالنا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔

۳۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حسین الجحدری ومحمد بن عبید
الغبری واللفظ لابی کامل قالا
حدثنا ابو عوانة عن قتادة
عن انس بن مالک قال قال رسول
الله صلی الله علیه وآله وسلم
یجمع الله الناس یوم القیمة
فیهتمون لذلک وقال ابن
عبید فیلهمون لذلک فیقولون
لو استشفعنا الی ربنا حتی
یریحنا من مکاننا هذا قال
فیاتون آدم علیه الصلوة و
السلام فیقولون انت آدم ابو الخلق
خلقک الله بیده ونفخ فیک من
روحه وامر الملٰئکة فسجدوا
لک اشفع لنا عند ربک حتی یریحنا
من مکاننا هذا فیقول لست هناکم
فیذکر خطیئته التی اصاب
فیستحیی ربه عز وجل منها
ولکن ائتوا نوحا اول رسول
بعثه الله قال فیاتون نوحا
علیه الصلوة والسلام فیقول لست
هناکم فیذکر خطیئته التی اصاب
فیستحیی ربه منها ابراهیم علیه السلام
الذی اتخذه الله خلیلا فیاتون ابراهیم
علیه السلام فیقول لست هناکم ویذکر
خطیئته التی اصاب فیستحیی ربه تعالی
منها ولکن ائتوا موسی علیه الصلوة و
السلام الذی کلمه الله واعطاه التوراة
قال فیاتون موسی علیه السلام فیقول

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ
قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے
(اور ابن عبید نے یوں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں
کے دلوں میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ کس طرح
قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے) ہم کسی شخص
کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے
لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات
دلائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے
آپ آدم ہیں جو تمام مخلوق کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے
آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے پیدا کیا اور آپ کے
جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، اور فرشتوں کو
حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ ریز ہوں۔ آپ
اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجیے تاکہ وہ ہم کو
محشر کی اس پریشانی سے نجات دے، حضرت آدم
علیہ السلام کو اس موقع پہ اپنی (اجتہادی) خطا یاد آئیگی
وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے
میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیا
آئے گی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ
کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف
مبعوث کیا تھا، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک (اجتہادی)
خطا یاد آئے گی اور وہ شفاعت سے معذرت
کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے
ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی البتہ تم حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے
اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پہ اپنی (اجتہادی)

لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رُوحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رُوحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنِ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ لِي ارْفَعْ يَا مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا فرمائی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اپنی اجتہادی خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے لیکن وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ یہ میرا منصب نہیں ہے، البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جن کے اگلے پچھلے (ظاہری) ذنوب کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مغفرت سنا دی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا کہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں ہوں اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد اپنا سر اٹھائیے آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوبارہ سجدہ میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ

قَالَ فَلَا اَدْرِيْ فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ قَتَادَةُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ۔

جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر کہا جائے گا اے محمد اپنا سر اقدس اٹھائیں آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو گی، پھر میں سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان کلمات سے حمد کروں گا جن کی وہ مجھے اس وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، حضرت انس کہتے ہیں، مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے میرے رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں۔ جن کے حق میں قرآن میں دائمی عذاب واجب کر دیا ہے (یعنی کفار)

نوٹ: شفاعت کے متعلق مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اور اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی جن ظاہری خطاؤں کا ذکر ہے اس کی توجیہ اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں عصمت انبیاء کی بحث میں بیان کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے (ظاہری) ذنوب کی مغفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور جلد سابع میں بیان کی ہے، وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۸۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ بِذٰلِكَ اَوْ يُلْهَمُوْنَ ذٰلِكَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ اٰتِيْهِ الرَّابِعَةَ اَوْ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ يَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے دن تمام مسلمان جمع کیے جائیں گے اور وہ حشر کی تہہ سامانیوں سے نجات حاصل کرنے کی خود کوشش کریں گے یا ان کے دل میں یہ بات پیدا کی جائے گی۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابق کی مثل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بھی فرمایا پھر میں چوتھی بار ان کی شفاعت کروں گا

رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ .

۳۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ .

۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ وَهِشَامٌ صَاحِبُ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً زَادَ ابْنُ مِنْهَالٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ يَزِيدُ فَلَقِيتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا بِهِ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اور کہوں گا اے میرے رب اب دوزخ میں فقط وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک دیا ہے ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مومنوں کو جمع فرمائے گا اور ان کے دل میں محشر سے نجات کا خیال پیدا کیا جائیگا، باقی حدیث حسب سابق ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی بار فرمائیں گے کہ اے میرے رب اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے دائمی عذاب کو واجب کر دیا ہے ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا اور اس نے ایک جو کے برابر بھی نیکی کی ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا اس کے بعد اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ کے برابر بھی نیکی ہو پھر اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائیگا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ہو، امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ذرہ کی جگہ جوار کا ذکر ہے ۔

بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ جَعَلَ مَكَانَ الذَّرَّةِ ذُرَةً.
قَالَ يَزِيدُ صَحَّفَ فِيهَا أَبُو بِسْطَامٍ.

٣٨٧- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ ح وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَنَزِيِّ قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَتَشَفَّعْنَا بِثَابِتٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الضُّحَى فَاسْتَأْذَنَ لَنَا ثَابِتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَجْلَسَ ثَابِتًا مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَمْزَةَ إِنَّ إِخْوَانَكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ لَهُ اشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللَّهِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُؤْتَى مُوسَى

معبد بن ہلال عنزی کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا چاہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ہم نے حضرت ثابت کی سفارش طلب کی، جب ہم حضرت انس کے پاس پہنچے تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ثابت نے ہمیں بلانے کی اجازت حاصل کی، ہم اندر پہنچے، انھوں نے ثابت کو اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا، پھر ثابت نے حضرت انس سے مخاطب ہو کر کہا اے ابو حمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے) آپ کے یہ بصری بھائی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے سامنے حدیث شفاعت بیان کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حشر کا دن برپا ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے، حضرت آدم فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ فرمائیں گے میرا منصب یہ نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسٰى فَإِنَّهُ رُوحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ فَيُؤْتٰى عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَأُوْتٰى فَأَقُولُ أَنَا لَهَا أَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَأَنْطَلِقُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلٰى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ

میرا یہ مقام نہیں ہے البتہ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر تمام لوگ میرے پاس آجائیں گے، میں ان سے کہوں گا کہ اس شفاعت کا کرنا میرا ہی منصب ہے پھر میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، پھر مجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی، پھر میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس وقت وہ کلمات میرے دل میں پیدا فرمائے گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ! اور کہو تمہاری بات قبول ہوگی، مانگو! جو کچھ مانگو گے تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا۔ رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت میری امت) پس کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک گندم یا جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے! اور کہیے! آپ کی بات سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو وہ مانگیے! آپ کو دیا جائیگا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں عرض کروں گا اے میرے رب امتی امتی، پھر مجھ سے کہا جانے لگا جائیے جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لائیے میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا

مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ
إِيْمَانٍ فَأُخْرِجُهُ مِنْهَا فَأَنْطَلِقُ
فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوْدُ إِلٰى رَبِّيْ فَأَحْمَدُهُ
بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ
تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ
يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ لِيَ
انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ أَدْنٰى
مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
مِّنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ
فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ هٰذَا حَدِيْثُ
أَنَسٍ الَّذِيْ أَنْبَأَنَا بِهِ فَخَرَجْنَا
مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ
الْجَبَّانِ قُلْنَا لَوْ مِلْنَا إِلَى الْحَسَنِ
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ
فِيْ دَارِ أَبِيْ خَلِيْفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا
عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا يَا أَبَا
سَعِيْدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِيْكَ
أَبِيْ حَمْزَةَ فَلَمْ نَسْمَعْ بِمِثْلِ
حَدِيْثٍ حَدَّثَنَاهُ فِي الشَّفَاعَةِ
فَقَالَ هِيْهِ فَحَدَّثْنَاهُ الْحَدِيْثَ
فَقَالَ هِيْهِ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ
قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مُنْذُ عِشْرِيْنَ
سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيْعٌ وَ
لَقَدْ تَرَكَ شَيْئًا مَا أَدْرِيْ أَنَسِيَ
الشَّيْخُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ
فَتَتَّكِلُوْا قُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا
فَضَحِكَ وَقَالَ خُلِقَ الْإِنْسَانُ

اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی اور جو کچھ مانگنا ہو مانگیے! آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی میں عرض کروں گا اے میرے رب! امتی امتی۔ مجھ سے کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کمتر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث تھی۔ حدیث سن کر ہم وہاں سے چلے گئے اور جب ہم صحراو جبّان میں پہنچے تو ہم نے کہا چلو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات کریں جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ (حجاج بن یوسف کے خوف سے) ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم نے جا کر انھیں سلام کیا اور عرض کیا اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی حضرت ابو حمزہ (حضرت انس) سے مل کر آرہے ہیں انھوں نے شفاعت کے بارے میں ہمیں ایک ایسی حدیث سنائی ہے جو ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ حضرت حسن بصری نے کہا ہمیں بھی وہ حدیث سناؤ ہم نے حدیث سنائی انھوں نے کہا اور سناؤ، ہم نے عرض کیا ہم کو حضرت انس نے اس سے زیادہ حدیث نہیں سنائی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہم نے بھی بیس سال پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی، اس وقت ان کی جوانی کا عالم تھا اور اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، ہم کو جب انھوں نے یہ حدیث سنائی تھی تو اس سے زیادہ بیان کیا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ تم کو پوری حدیث سنانی بھول گئے یا انھوں نے مصلحتاً پوری حدیث نہیں سنائی کہ کہیں تم لوگ نیک عمل کرنا نہ

مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هٰذَا إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقُولُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيَقُولُ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ أَوْ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَائِي لَأُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَأَشْهَدُ عَلَى الْحَسَنِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أُرَاهُ قَالَ قَبْلَ عِشْرِينَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ۔

چھوڑ دو، ہم نے عرض کیا حدیث کا جو حصہ حضرت انس نے نہیں سنایا وہ کیا ہے، یہ سن کر حضرت حسن بصری ہنسنے لگے اور فرمایا: خلق الانسان من عجل "انسان بڑا جلد باز ہے" میں نے تم کو یہ پورا واقعہ اسی لیے سنایا تھا کہ حدیث شریف کا جو حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تم کو نہیں سنایا وہ سنا دوں پھر حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی بار پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور انھیں کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی جو کچھ مانگیں گے آپ کو ملے گا اور جس کے بارے میں آپ شفاعت کریں گے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، حضور نے فرمایا میں عرض کروں گا اے اللہ مجھے ان لوگوں کی شفاعت کی اجازت دیجئے جنھوں نے صرف ایک بار کلمہ پڑھا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا یہ آپ کا حصہ نہیں ہے اور نہ یہ شفاعت آپ کی طرف مفوض ہے، لیکن مجھے اپنی عزت، جلال، عظمت، جبروت اور کبریائی کی قسم ہے۔ میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور نکالوں گا جنھوں نے ایک بار بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ حدیث کے راوی معبد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بصری کے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث انھوں نے حضرت انس بن مالک سے سنی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ انھوں نے بیس سال پہلے ہی سنی ہو گی جس وقت حضرت انس جوان تھے۔

٣٨٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقَا فِي سِيَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

مَا يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا مِنَ الْحَرْفِ
بَعْدَ الْحَرْفِ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ
بِشْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ حَيَّانَ عَنْ أَبِيْ
زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ
الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ
مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ
بِمَ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ
فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ
الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَ
تَدْنُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ
مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ
وَمَا لَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُ بَعْضُ
النَّاسِ لِبَعْضٍ أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ
فِيْهِ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ
أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلٰى مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ
إِلٰى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ
لِبَعْضٍ اِئْتُوْا اٰدَمَ فَيَأْتُوْنَ
اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اٰدَمُ أَنْتَ أَبُوْ
الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ
فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَأَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ
فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ
أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلَا تَرٰى
مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ اٰدَمُ إِنَّ
رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ

کو چونکہ دستی کا گوشت پسند تھا آپ کو دستی پیش کی گئی لہٰذا آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کر دیا، پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا (پھر آپ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک ایسے ہموار میدان میں جمع کرے گا جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے۔ سورج نزدیک ہو جائے گا، اور لوگوں کو ناقابل برداشت گھبراہٹ اور پریشانی کا سامنا ہوگا، اس وقت بعض لوگ دوسرے لوگوں سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے پس بعض لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم کے پاس چلیں پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں، اور کیا آپ ہماری تکلیفوں کا مشاہدہ نہیں فرما رہے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا، اور نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت

يَغْضَبْ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اِذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي اِذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ كَذِبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اِذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ

کھانے سے روکا تھا اور میں نے (بظاہر) اس کی نافرمانی کی، آج مجھے صرف اپنی فکر ہے تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر سخت غضب کے عالم میں ہے کہ پہلے کبھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ آئندہ کبھی ایسے غضب میں آئے گا اور بات یہ ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے، جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور عرض کریں گے آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام روئے زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، آج میرا رب اتنے زبردست جلال میں ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے جلال میں آئے گا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ان (تین) باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ سمجھا تھا آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ جاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ! پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

لَنَآ اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ اَلَا تَرٰی مَا قَدْ بَلَغَنَا فَیَقُوْلُ لَهُمْ مُوْسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّیْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ یَا عِیْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِّنْهُ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ اَلَا تَرٰی مَا قَدْ بَلَغَنَا فَیَقُوْلُ لَهُمْ عِیْسٰی اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ یَذْكُرْ لَهٗ ذَنْبًا نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَیَاْتُوْنِّیْ فَیَقُوْلُوْنَ یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَغَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ اَلَا تَرٰی مَا قَدْ بَلَغَنَا فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں کے شرف سے نوازا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، پھر ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم خاص کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے پیدا کیا جس کو حضرت مریم کے دل میں پیدا کیا تھا آپ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایسے جلال میں ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے جلال میں تھا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسے جلال میں ہوگا اور ہر چند کہ حضرت عیسیٰ اپنی کسی (اجتہادی) خطاء کا ذکر نہیں کریں گے۔ تاہم فرمائیں گے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ! جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو مغفرت کی نوید سنا دی تھی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔

لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِاَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى۔

۳۸۹۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَضَعْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَصْعَةً مِّنْ ثَرِيْدٍ وَّلَحْمٍ فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ وَكَانَتْ اَحَبَّ الشَّاةِ اِلَيْهِ فَنَهَسَ نَهْسَةً فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ نَهَسَ نَهْسَةً اُخْرٰى فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَمَّا رَاٰى اَصْحَابَهٗ لَا يَسْاَلُوْنَهٗ قَالَ اَلَا تَقُوْلُوْنَ كَيْفَهْ قَالُوْا كَيْفَهْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يَوْمَ يَقُوْمُ

کیا آپ مشاہدہ نہیں فرمارہے کہ ہمیں کن تکالیف کا سامنا ہے پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں کیے گئے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے مانگیے! آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی، میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے، کہا جائے گا اے محمد! تمہاری امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کر دو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقام ہجر میں یا مکہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثرید (گوشت کے سالن میں ڈبوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑے) کا ایک پیالہ رکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں سے بکری کی ایک دستی اٹھائی کیونکہ دستی ہی بکری کے گوشت میں آپ کو پسندیدہ تھی آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کیا اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا پھر دوبارہ آپ نے وہ دستی کھائی اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپ سے اس کا سبب نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں معلوم کرتے کہ اس کا کیا سبب ہوگا؟ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ حَيَّانَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ وَزَادَ فِيْ قِصَّةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ ذَكَرَ قَوْلَهٗ فِي الْكَوْكَبِ هٰذَا رَبِّيْ وَقَوْلَهٗ لِاٰلِهَتِهِمْ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَوْلَهٗ اِنِّيْ سَقِيْمٌ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ اِلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ هَجَرَ وَمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَ.

ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس دن تمام لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث سابق کی مثل بیان فرمایا: البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں حضور نے یہ اضافہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب لوگ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے ستاروں کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے، اور میں نے اپنی قوم کے بتوں کے بارے میں کہا تھا بلکہ یہ کام ان کے بڑے بت نے کیا ہے" (یعنی میں نے اس کی پرستش کو باطل ثابت کرنے کے لیے چھوٹے بتوں کو توڑا ہے کہ اس کے سامنے وہ بت ٹوٹتے رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا) اور انھوں نے فرمایا میں نے کہا تھا "میں بیمار ہوں" (یعنی میری قوم بیمار ہے) اور جنت کے دروازوں کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور مقام ہجر میں ہے۔

۳۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفِ بْنِ خَلِيْفَةَ الْبَجَلِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ نَا اَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبُوْ مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے والد ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوایئے وہ فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطاء نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ مقام نہیں ہے جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام

آدم لست بصاحب ذلك اذهبوا
الى ابني ابراهيم خليل الله
قال فيقول ابراهيم عليه السلام
لست بصاحب ذلك انما كنت
خليلا من وراء وراء اعمدوا
الى موسى الذي كلمه الله تكليما
فيأتون موسى عليه السلام فيقول
لست بصاحب ذلك اذهبوا الى
عيسى كلمة الله وروحه فيقول
عيسى عليه السلام لست بصاحب
ذلك فيأتون محمدا صلى الله
عليه وسلم فيقوم ويؤذن
له وترسل الامانة والرحم
فتقومان جنبتي الصراط
يمينا وشمالا فيمر اولكم
كالبرق قلت بابي انت وامي
اي شيء كمر البرق قال رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم
الم تروا الى البرق كيف يمر و
يرجع في طرفة عين ثم كمر
الريح ثم كمر الطير وشد
الرجال تجري بهم اعمالهم و
نبيكم قائم على الصراط يقول
رب سلم سلم حتى تعجز اعمال
العباد حتى يجيء الرجل فلا
يستطيع السير الا زحفا قال
وفي حافتي الصراط كلاليب
معلقة مامورة تاخذ من
امرت به فمخدوش ناج و

شفاعت سے بہت پیچھے ہے، جاؤ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالےٰ
نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، حضرت
موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے،
جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ
کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے اور اس کی
پسندیدہ روح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے
میرا یہ مقام نہیں ہے، جاؤ محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس جاؤ، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت
دے دی جائے گی، علاوہ ازیں امانت اور رحم کو
چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کی دائیں
بائیں کھڑے ہو جائیں گے، تم میں سے پہلا شخص
پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا (راوی کہتا
ہے) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بجلی کی طرح
کون سی چیز گذرتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کس
طرح گذرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ
آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پل صراط سے گذریں گے
جو آندھی کی طرح گذر جائیں گے، اس کے بعد پرندوں
کی رفتار سے گذریں گے اس کے بعد آدمیوں کے
دوڑنے کی رفتار ہے، ہر شخص کی رفتار اس کے
اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی (صلے اللہ
علیہ وسلم) پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے
"اے میرے رب ان کو سلامتی سے گذار دے، ان
کو سلامتی سے گذار دے" پھر ایک وقت وہ آئیگا
کہ بندوں کے اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں
میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو

مَكْدُوْسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

۳۹۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَاَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا۔

۳۹۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَبَعًا وَّاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

۳۹۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَآئِدَةَ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ مَا صُدِّقْتُ اِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ۔

۳۹۴- وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ

گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گذریں گے اور پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہو گا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں جانے کے لیے شفاعت کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جنت کے لیے شفاعت میں کروں گا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر اتنے اشخاص ایمان نہیں لائے جتنے مجھ پر ایمان لائے ہیں حتی کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والا صرف ایک شخص ہو گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اس کو میں

مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ
فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ
بِكَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔

کھلواؤں گا جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

۳۹۵۔ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ اَنَا
عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ
اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَّدْعُوْ بِهَا فَاُرِيْدُ
اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے (جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) میں نے اپنی اس دعا کو خرچ نہیں کیا بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے

۳۹۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعَبْدُ بْنُ
حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا
ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً
وَّاَرَدْتُّ اِنْشَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً
لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں ان شاء اللہ اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

۳۹۷۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ
قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ
اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ
بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۹۸۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ
عَمْرَو بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيَّ
اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اِنَّ

حضرت ابوہریرہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگ لیتا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں ان شاء اللہ اس دعا

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْبِهَا فَاَنَا اُرِيْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ كَعْبٌ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں گا، کعب نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنا تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا "ہاں"۔

٣٩٩۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّيْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے (جس کو اللہ تعالٰی اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) اور ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر خرچ کر لیا اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے اور ان شاء اللہ یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔

٤٠٠۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهٗ فَيُؤْتَاهَا وَاِنِّي اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

٤٠١۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِيْ اُمَّتِهٖ فَاسْتُجِيْبَ لَهٗ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ اُؤَخِّرَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے۔ اور ہر نبی نے وہ دعا اپنی امت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی اور میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو مؤخر کر دیا۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ غَسَّانَ قَالُوْا نَا مُعَاذٌ يَعْنُوْنَ ابْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِأُمَّتِهٖ وَإِنِّيْ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ہر نبی کی ایک خاص مقبول دعا ہوتی ہے جو اس نے اپنی امت کے لیے کر دی اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِيْ خَلَفٍ قَالَا نَا رَوْحٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۴۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْهِ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ قَالَ قَالَ أُعْطِيَ وَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ أُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی لفظی تغیر کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ خَلَفٍ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فِيْ أُمَّتِهٖ وَخَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس کو اس نے اپنی امت کے لیے مانگ لیا۔ میں نے قیامت کے دن کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اپنی دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ وَبُكَائِهِ شَفَقَةً عَلَيْهِمْ

۴۰۷ - حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّدَفِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللهِ تَعَالَى فِي إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ الْآيَةَ وَقَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبَكَى فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ وَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی (ترجمہ:) اے رب میرے! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میرا پیرو کار ہوگا وہ میرے راستہ پر ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے، اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (ترجمہ:) اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔" پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا اے جبرائیل! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ اس پر انتہائی شفقت کرتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہوگی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور کر کے آپ بے اختیار رو پڑتے، حضور کا مقام یہ ہے کہ وہ آقا ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور کی محبت میں روئے! حضور تو مستقبل میں ہماری تکلیف کے تصور سے ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہم نے کبھی یاد کیا کہ ماضی میں فی الواقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں، طائف کی وادی میں کس طرح حضور پر پتھروں کی بارش کر کے آپ کو لہولہان کیا گیا، آپ پر کیسی کیسی پھبتیاں کسی گئیں۔ احد کی گھاٹیوں میں آپ کا چہرہ گھائل کر کے خون سے سرخ کر دیا گیا، صحن کعبہ میں عین حالت نماز میں سجدہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی کی گندگی ڈال کر آپ کا مذاق اڑایا گیا!

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا، اگر حضور کی آنکھوں میں آنسو آتے تو اللہ تعالیٰ فوراً جبرائیل کو بھیج کر آپ کو تسلی دلواتا، آپ غمگین ہوتے تو آپ کے غم کو زائل کرتا، یہاں غور طلب بات یہ ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے عذاب پر غمگین ہوتے ہیں، اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی غمگین ہوتے ہیں، اب سوچئے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے وہ حضور کو ہمارے عذاب کی وجہ سے غمگین دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لیے عذاب نہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو ہم حضور کو گناہوں کی وجہ سے غمگین جان کر گناہ کرنا کیوں نہیں چھوڑتے! اللہ اکبر، وہ مالک ہو کر اپنے بندہ کی اتنی قدر افزائی کرتا ہے اور ہم ان کے غلام ہو کر ان کی قدر نہیں کرتے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے آپ کی امت کے گناہ گاروں کو بخشے گا اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی (ضحیٰ: ۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے" بھی آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس کی مقبولیت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف یہ پیغام نہیں بھجوایا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس سے یہ تسلی دینا مطلوب ہے کہ راضی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض امتیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور باقی گنہ گاروں کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو معاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم میں رہنے نہیں دیں گے تاکہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَّلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِيْنَ

۴۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ اَبِيْ قَالَ فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ وَاَبَاكَ فِي النَّارِ۔

۴۰۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِيْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔

۴۱۰ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا

جو شخص کفر پر مرا وہ دوزخ میں رہے گا، اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ نہیں دے گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (آخرت میں) میرا باپ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "جہنم میں" جب وہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا میرا باپ (یعنی چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عام اور خواص تمام قریش کو جمع کر کے فرمایا اے کعب بن لوی کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے مرہ بن کعب کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے عبد شمس کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے عبد مناف کے خاندان والو! اپنے آپکو دوزخ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے نجات دلاؤ، اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ رکھو! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے تمہارے لیے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں سوا اس بات کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ.

۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَا نَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین - آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے عبدالمطلب کی اولاد میں (از خود) تم کو عذاب خداوندی سے بچانے کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال سے جو چاہے مانگ لو۔"

۴۱۲ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وانذر عشیرتک الاقربین" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے جماعت قریش اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالو، میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی چیز کو نہیں ٹال سکتا۔ عباس بن عبدالمطلب! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا! اے صفیہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد! جو چیز چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔"

۴۱۳ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي

قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو بیان کرتے ہیں جب آیت کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین۔

عُثْمَانَ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ الْمُخَارِقِ وَزُهَيْرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ انْطَلَقَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰى رَضْمَةٍ مِّنْ جَبَلٍ فَعَلَا اَعْلَاهَا حَجَرًا ثُمَّ نَادٰى يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنِّيْ نَذِيْرٌ اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَاَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَاُ اَهْلَهٗ فَخَشِيَ اَنْ يَّسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهْ ۔

۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ نَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ زُهَيْرِ ابْنِ عَمْرٍو وَقَبِيصَةَ ابْنِ مُخَارِقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ ۔

۴۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهْ فَقَالُوْا مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَهْتِفُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوْا اِلَيْهِ فَقَالَ يَا بَنِيْ فُلَانٍ يَا بَنِيْ فُلَانٍ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاجْتَمَعُوْا اِلَيْهِ فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَمَا جَمَعْتَنَا اِلَّا لِهٰذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّقَدْ تَبَّ كَذَا قَرَاَ الْاَعْمَشُ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ ۔

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اے عبد مناف کی اولاد! میں تم کو (جہنم کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔ میں اور تم اس شخص کی طرح ہیں کہ جس شخص نے دشمن کو دیکھا ہو اور وہ اس دشمن سے اپنے خاندان والوں کو بچانے کے لیے دوڑ پڑا ہو کہ کہیں اس سے پہلے دشمن نہ پہنچ جائے اور باآواز بلند صدا دے "سنو دشمن آ رہا ہے"

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کے مخلص لوگوں کو ڈرائیے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور باآواز بلند فرمایا "سنو ہوشیار ہو جاؤ!" لوگوں نے کہا یہ کون پکار رہا ہے تو سب نے کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پکار رہے ہیں۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے عبد مناف کی اولاد! اے عبد المطلب کی اولاد!" پھر یہ سب لوگ آپ کے قریب ہو گئے آپ نے فرمایا "مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر نکلنے گا تو کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے" تمام لوگوں نے جواب دیا "ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا"، آپ نے فرمایا "میں تم کو (آخرت کے) عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں"، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر

۴۱۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ الصَّفَا فَقَالَ یَا صَبَاحَاهُ بِنَحْوِ حَدِیْثِ اَبِیْ اُسَامَةَ وَلَمْ یَذْكُرْ نُزُوْلَ الْاٰیَةِ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔

ابولہب نے کہا (العیاذ باللہ) تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا تھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سورۃ تبت یدا ابی لھب اسی وقت نازل ہوئی، "ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے"۔

اسی سند سے مروی ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا۔ "سنو ہوشیار ہو جاؤ"، جیسا کہ ابو اسامہ کی روایت میں ہے اور آیت کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ کا ذکر نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ

حدیث نمبر ۴۰۸ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا: میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں رہوں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حوا سے لے کر جناب آمنہ تک، آپ کے سلسلہ نسب میں جس قدر آباء اور امہات ہیں وہ سب مومن ہیں، اس موضوع پر علماء اسلام کی مستقل تصانیف ہیں۔ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی اس موضوع پر شمول الاسلام کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین۔ (شعراء ۲۱۶)

اللہ تعالیٰ آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں پشت بہ پشت منتقل ہو رہا تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اسرار التنزیل میں اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و امہات مومن ہیں۔ [۱]

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التعظیم والمنۃ ص ۵۰

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ساجدین کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے آپ کے آباء کرام کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ کے آباء کرام کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے۔[1]

(۲)۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ۔[2]

میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں، اس زمانے کے بھی بہترین لوگوں میں مجھے بھیجا گیا۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے روئے زمین پر ہر دور میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اور اگر کوئی دور ایسا گذرتا جس میں روئے زمین پر کوئی مومن نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔[3]

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین ہر دور میں مومن اور مسلمان لوگوں سے خالی نہیں رہی اور مومن اور مسلمان ہی بہترین لوگ ہیں، اور حضور فرماتے ہیں کہ میرا نور ہر دور میں بہترین لوگوں یعنی مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہا، تو ثابت ہوا کہ حضور کے تمام آباء و امہات مومن تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہے"؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور کے باپ سے مراد آپ کا چچا ابو طالب ہے اور عرب کا عام اسلوب یہ تھا کہ چچا پر باپ کا اطلاق کر دیا جاتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں اور حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل بھائی ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچا ہوئے لیکن قرآن کریم میں ان پر حضرت یعقوب کے باپ کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت یعقوب نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے جواب میں کہا

نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق۔ (بقرہ: ۱۳۳)

"ہم آپ کے خدا اور آپ کے آباء کے یعنی حضرت ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے خدا کی عبادت کریں گے۔"

اس تشریح سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث حضور کے والدین کے مومن ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان

حدیث نمبر ۴۰۹ میں ہے: اے فاطمہ!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ رکھو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کے مالک نہیں ہیں اور خصوصاً حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کرام کی شفاعت کا آپ کو اختیار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے بتانے بغیر شفاعت کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے: اعطیت الشفاعۃ، "مجھ کو شفاعت عطا کر دی گئی ہے" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲) اور خصوصاً اہل بیت کرام کے بارے میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

علامہ سید ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل، بیہقی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سر منبر فرمایا "یہ کیسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ یاد رکھو میں ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں نفع پہنچاؤں گا۔" [۱]

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی نے معجم میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ تم کو عذاب دے گا نہ تمہاری اولاد کو۔ [۲]

اس کے علاوہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی، دار قطنی اور صاحب کتاب فردوس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر جو ان کے قریب ہوں گے پھر انصار کی شفاعت کروں گا الحدیث [۳]

گستاخان رسول پر شدت کا بیان

حدیث نمبر ۴۱۲ میں ہے ابولہب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تم ہلاک ہو جاؤ (العیاذ باللہ)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گستاخان رسول کو سخت جواب دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ابولہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فقط تبًّا لک (ہلاک ہو جاؤ) کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں پوری سورت نازل کر دی۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں قرآن کریم کی سورۂ نون میں اس کے دس عیوب بیان فرمائے۔ عاص بن وائل نے حضور کو ابتر (منقطع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں سورہ کوثر کی ایک آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے اس کے باوجود اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۲۔ " " " " ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، " "
۳۔ " " " " ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، " "

سے اس قدر محبت ہے کہ جس نے آپ کی شان میں ایک مرتبہ گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت میں متعدد آیات نازل فرمائیں اور اس کی شدت سے مذمت فرمائی کہ مثلاً ابولہب نے ایک لفظ تبا کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے جواب میں پوری سورت نازل فرمائی۔ اس نے ایک بار یہ لفظ کہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سورۃ نازل فرمائی، اب جس قدر جن، انسان اور فرشتے ہیں وہ سب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہت سے معاملات حتیٰ کہ شرک تک میں ڈھیل دی، لیکن پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے معاملہ میں فوری کارروائی کی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں ہر زیادتی پر نرمی اور ڈھیل گوارہ ہو سکتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی پر نرمی گوارہ نہیں ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفُ عَنْهُ بِسَبَبِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالُوا نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

۴۱۹ - حَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَنْصُرُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ فَهَلْ نَفَعَهُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ.

۴۲۰ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا

حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "ہاں" اب وہ جہنم کے صرف بالائی طبقہ میں ہے۔ اور اگر میری شفاعت اسے اس کو نفع نہ پہنچاتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابوطالب آپ کی حفاظت کرتا تھا، آپ کی خاطر لوگوں سے جھگڑتا تھا کیا ان اعمال نے اس کو کچھ نفع پہنچایا؟ آپ نے فرمایا "ہاں! میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا تو میں اس کو آگ کے اوپر والے طبقہ میں لے آیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ.

بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا، اس کو دوزخ کے سب سے بالائی طبقہ میں لایا جائیگا جہاں آگ صرف اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی، جن کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا۔ اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ يَقُولُ سَمِعْتُ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب

النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَّخْطُبُ وَيَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَرَجُلٌ تُوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ۔

۴۲۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَّهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا۔

اس شخص کو ہوگا جس کے تلوؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں تسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے پتیلی میں پانی جوش سے کھولتا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ مجھ کو سب سے زیادہ عذاب دیا گیا ہے حالانکہ فی الواقع اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب کفر پر مرے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون۔ (بقرۃ: ۱۶۲)

"کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔"

توجب ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر پر خاتمہ ہوا تو ان کے عذاب میں کیسے تخفیف ہوگی؟ اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا (بخاری ج ۲ ص ۷۶۴) لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مخلد اور دائمی سزا میں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہوگا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت کو کم کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور جن کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرما دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ ہر نزاعی معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہییں، چنانچہ فرمایا:

واستشہدوا شہیدین من رجالکم۔ دو مردوں کو گواہ بناؤ۔

لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (ابوداؤد ص ۵۰۸) اسی طرح کفار کے بارے میں بھی قانون تو یہی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں شفاعت کردیں پھر بھی تخفیف نہیں ہوسکتی! ایسا نہیں ہوسکتا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلی اور عمومی قاعدہ میں استثناء کر دے یہ تو ہوسکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات ٹال دے یہ اس کے کرم سے متصور نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر دلیل

حدیث نمبر ۴۲۲ سے ۴۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا، ابوطالب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سو اگر بالفرض والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابوطالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ کفر کے باوجود ابوطالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قرب نسبی کی بنا پر ہے یا اس کی پرورش اور خدمت کی بناء پر اگر حضور کے والدین العیاذ باللہ کافر ہوتے تو ابوطالب کی بہ نسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قرب زیادہ ہے اور اگر ابوطالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اولاد والدین کا جز اور حصہ ہوتی ہے اور کون سی خدمت حمل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گذار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شمار کر کے فرمایا ہے:

ان اشکرلی ولوالدیک۔ (لقمان ۱۴) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا۔ جرم وہ کیا ہے جس کی مغفرت نہیں عمر بھر معجزات دیکھے حضور کی سیرت اور تمام احوال کو تازہ بہ تازہ دیکھتا رہا، پھر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کی دعوت اسلام دی گئی نہ انہوں نے انکار کیا، ثابت ہوا کہ ہر لحاظ سے انہیں کا پلہ بھاری ہے لہٰذا اگر العیاذ باللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قرب اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے ملخصاً[1]

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ شمول الاسلام ص ۸۰-۷۹ مطبوعہ کراچی

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلٌ

کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے

۴۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِينَ فَهَلْ ذٰلِكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ اعمال اس کو (آخرت میں) نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا (آخرت میں) یہ اعمال اس کے کام نہیں آئیں گے کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اے خداوند آخرت میں میری خطاؤں کو بخش دینا۔

اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل

کفار جو نیک عمل کرتے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عطا فرما دیتا ہے۔ آخرت میں وہ عمل کسی کام نہیں آئیں گے نہ ان کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی۔ اس حدیث کے علاوہ درج ذیل آیات اس مطلوب پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا۔ (فرقان: ۲۳)

اور ان (کفار) نے جو کچھ کام کیے تھے ہم نے ان کو بکھرا ہوا باریک غبار کر دیا۔

(۲) من يكفر بالايمان فقد حبط عمله (مائدہ: ۵)

اور جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(۳) لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون۔ (بقرہ: ۱۶۲)

کفار کے عذاب میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

بَابُ مُوَالَاةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمُقَاطَعَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ

مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا

۴۲۷ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي يَعْنِي فُلَانًا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا، سنو! فلاں خاندان میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ میرا دوست تو اللہ ہے اور نیک مسلمان۔

لَيْسُوْا اِلٰى بِآوْلِيَآءِ وَ اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بدمذہب فرقوں اور کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء۔ (آل عمران: ۲۸)

مسلمان مسلمان کے بغیر کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جس شخص نے ایسا کیا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور گمراہ فرقوں سے میل جول رکھنا ان سے محبت اور یگانگت کا سلوک کرنا ان سے رشتہ داری اور کھانے پینے کے تعلقات قائم کرنا سب حرام ہیں۔

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستھزأ بہا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔ (نساء: ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ حکم فرماتا ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور استہزاء کر رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور موضوع کو نہ چھیڑ دیں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شمار بھی انھیں لوگوں میں ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی بدمذہب اور گمراہ فرقہ کا جلسہ ہو اور اس میں قرآن کریم کی آیات کی معنوی تحریف کی جا رہی ہو اور مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو اور ان کی باتیں نہ سنو اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا تو ان کا شمار بھی انھی لوگوں میں ہوگا، البتہ اگر ان کا جلسہ کسی اور موضوع پہ ہو تو ان کے جلسہ یا ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (انعام: ۶۸)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں تحریف کر رہے ہوں تو ان سے گریز کرو حتیٰ کہ وہ کسی اور موضوع میں بات کرنے لگیں اور اگر کبھی تم شیطان کے بہکانے سے بھول کر ان کی مجلس میں چلے جاؤ تو یاد آنے کے بعد ان ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہے کہ گمراہ اور بدمذہب فرقے جب مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا رد کریں تو نہ ان کی بات سنیں نہ ان کی مجلس میں بیٹھیں۔

یایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم و

اے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور

اخوانکم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون ۔ (توبہ ۲۳)

بھائی بھی کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو ان سے بھی دوستی اور محبت نہ رکھو اور جن مسلمانوں نے ان سے دوستی رکھی ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی گمراہ فرقہ کفر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور کسی مسلمان کے والدین اور رشتہ داروں کا اس سے تعلق ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی نہ رکھے ورنہ وہ ظالموں میں سے ہوگا۔ غور کیجئے جب ماں باپ کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے بدمذہب اور گمراہ فرقوں سے محبت اور دوستی رکھنے اور تعلقات قائم کرنے پر کتنی شدید سزا ہوگی، حدیث شریف میں ہے:۔

نخلع ونترک من یفجرک۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸) تیرے نافرمان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دین میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے وہ تم سے ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہونگی تم ان سے دور رہنا اور ان کو خود سے دور رکھنا کہیں وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰ - ۹)

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى دُخُوْلِ طَوَآئِفَ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ

مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں دخول

۴۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيْعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ لِيْ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار اشخاص جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کر دے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لیے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔

۴۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ الرَّبِيْعِ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

٤٣٠ - وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اپنی چادر سمیٹتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ پھر انصار میں سے ایک اور شخص اٹھا اور کہنے لگا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر گیا۔

٤٣١ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

---

٤٣٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ وہ ہوں گے جو نہ داغ لگا کر علاج کرائیں گے نہ دم کرائیں گے صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔ حضرت عکاشہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے اللہ کے نبی! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے ہو۔ ایک اور شخص نے کہا یا نبی اللہ! میرے

۴۳۳۔ حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ابْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ أَبُو خُشَيْنَةَ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ

۴۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْرِيْ أَبُوْ حَازِمٍ أَيُّهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكُوْنَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

۴۳۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ نَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ أَيُّكُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَّ الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ أَمَا إِنِّيْ لَمْ أَكُنْ فِيْ صَلٰوةٍ وَلٰكِنِّيْ لُدِغْتُ قَالَ فَمَاذَا صَنَعْتَ قُلْتُ اسْتَرْقَيْتُ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قُلْتُ حَدِيْثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمُ الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ ابْنِ حُصَيْبٍ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَا رُقْيَةَ

ہے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت لے جا چکا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے اور نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل ہوں گے (راوی کو یاد نہیں کہ سہل نے ستر ہزار فرمایا یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے کر اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے، اس وقت تک پہلا شخص داخل نہیں ہو گا جب تک کہ ان میں سے آخری شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے، اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

حصین بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے پوچھا تم میں سے کسی شخص نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو گذشتہ رات ٹوٹا تھا، میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا پھر میں نے دوبارہ کہا کہ میں نماز میں مشغول نہیں تھا لیکن مجھ کو بچھو نے ڈسا ہوا تھا۔ سعید نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دم کرا کے اس کا علاج کرایا۔ سعید نے پوچھا کہ دم کرانے پر تم کو کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا شعبی کی ایک حدیث کی وجہ سے جو اس نے ہم کو سنائی تھی۔ سعید بن جبیر نے پوچھا انھوں نے تم کو کون سی حدیث سنائی تھی؟ میں

إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَقَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِيَ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللّٰهِ وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ

نے کہا انھوں نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت کیا کہ دم کرانا نظر لگنے اور بچھو کے ڈنک کے علاوہ کسی چیز میں زیادہ مفید نہیں ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا جس شخص نے جو حدیث سنی اور اس پر عمل کیا اس نے ٹھیک کیا لیکن ہم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں کے ساتھ دس سے بھی کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے۔ اور کسی نبی کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا، پھر میں نے ایک عظیم جماعت دیکھی، میرا گمان تھا کہ شاید یہ میری امت ہے پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو میں نے اس طرف دیکھا تو ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھ سے کہا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہ وہیں ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے بعض صحابہ نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوں گے اور بعض لوگوں نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے کسی قسم کا کوئی شرک نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم کس بات میں غور کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے بتلایا، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں گے اور نہ کسی سے دم کرائیں گے اور نہ بدشگونی کریں گے، اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے، پھر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، رسول اللہ صلے

مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انھی لوگوں میں سے ہو، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔

۴۳۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيْثِ نَحْوَ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ حَدِيْثِهٖ.

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

شفاعت طلب کرنے پر دلیل

حدیث نمبر ۴۲۸ میں ہے، حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کر دے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار اشخاص میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز اور صحابہ کی سنت ہے۔ آپ نے جس شخص کی شفاعت قبول نہیں فرمائی وہ اس مرتبہ کا اہل نہ تھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے جانتے تھے کہ تقدیر الٰہی میں یہ شخص ان ستر ہزار میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اگر اس کی شفاعت کر دیتے تو ممکن تھا کہ انھیں دیکھ کر ایک ایک کر کے سب شفاعت طلب کرنے لگتے اور یہ مشیت الٰہی اور منشاء رسالت کے خلاف تھا۔ [1]

دم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۲ میں ہے جو لوگ داغ لگوا کر علاج نہ کرائیں، دم نہ کرائیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کریں وہ جنت میں بلا حساب وکتاب داخل ہوں گے۔

بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر علاج کرنے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ توکل کی تعریف یہ ہے کسی شے کے اسباب حاصل کرنے کے بعد اس شے کے حصول کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے نہ یہ کہ سرے سے اسباب کو ترک کر دے جس طرح بھوک پیاس

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دور کرنے کے لیے کھانا پینا، روزی کمانا اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح بیماری دور کرنے کے لیے علاج کرانا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے، اگر توکل کا مطلب یہی ہوتا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو حضرت عکاشہ توکل کر کے بیٹھ جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی دعا کی درخواست نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں، اپنا اور صحابہ کرام کا علاج فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے زخم کو دھویا اور جب خون نہ رکا تو انھوں نے چٹائی جلا کر اس میں راکھ بھر دی۔ [1] سنن ابو داؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماریاں اور دوائیں دونوں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں، اے اللہ کے بندو دوا استعمال کیا کرو اور حرام سے بچو۔[2] ترمذی شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زرارہ کا داغ لگا کر علاج کیا۔ [3]

بخاری شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کا دم کر کے علاج کیا اور عوض میں چند بکریاں لیں، حضور کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کام کیا۔ [4]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً علاج کرانا اور بالخصوص دم کرا کے علاج کرانا یا داغ لگا کر علاج کرانا، دونوں صورتیں حضور سے ثابت ہیں اور توکل کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سید المتوکلین ہیں اور آپ سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

رہا یہ کہ پھر اس حدیث میں جو داغ لگوانے اور دم کرانے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب میں علامہ قتیبہ نے فرمایا اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حالت صحت میں مرض لاحق ہونے کے خوف سے داغ لگوائیں کیونکہ ان کا یہ عمل توکل اور ایمان بالتقدیر دونوں کے خلاف ہے اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو داغ لگوانے یا دم کرانے کو صحت کے لیے قطعی اور حتمی سبب سمجھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اگر یہ علاج نہ کرایا تو مر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں صرف اس علاج پر اعتماد ہو گا اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہ ہو گی۔

اور جب کوئی شخص بیمار ہو اور دوا کو محض سبب کے طور پر استعمال کرے تو علامہ نووی فرماتے ہیں اس صورت میں دوا کرنا، دم کرانا، تعویذ لٹکانا سب امور جائز ہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دم فرمایا ہے اور دم کرانے کا حکم بھی دیا ہے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ
[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قرآن کریم کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے جو دم کیا جائے وہ جائز ہے جن احادیث میں دم کرانے یا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے وہ اس قسم کے دم ہیں جن کے الفاظ شرک سے متشابہ ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں یا اس شخص کے حق میں دم مکروہ ہے جو دم کرانے کو علاج کے لیے قطعی سبب سمجھتا ہو، اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ باقی بیماریوں کی بہ نسبت نظر لگنے اور ڈنک لگ جانے کی صورت میں دم کرنا زیادہ مفید ہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

نصف اہل جنت اس امت کے لوگ ہونگے

۴۳۷ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي ثَوْرٍ أَسْوَدَ أَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءَ فِي ثَوْرٍ أَبْيَضَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں سے آدھی ہوگی اور میں تم کو بتلاتا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو یا سفید بیل میں ایک سیاہ بال ہو۔

۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، مجھے توقع ہے کہ جنت میں آدھے تم لوگ ہوگے اور

وذلك ان الجنة لا يدخلها الا نفس مسلمة وما انتم في اهل الشرك الا كالشعرة البيضاء في جلد الثور الاسود او كالشعرة السوداء في جلد الثور الاحمر۔

٤٣٩۔ حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال نا ابي قال نا مالك وهو ابن مغول عن ابي اسحق عن عمرو بن ميمون عن عبد الله قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فاسند ظهره الى قبة ادم فقال الا لا يدخل الجنة الا نفس مسلمة اللهم هل بلغت اللهم اشهد اتحبون انكم ربع اهل الجنة فقلنا نعم يا رسول الله فقال اتحبون ان تكونوا ثلث اهل الجنة قالوا نعم يا رسول الله قال اني لارجو ان تكونوا شطر اهل الجنة ما انتم في سواكم من الامم الا كالشعرة السوداء في الثور الابيض او كالشعرة البيضاء في الثور الاسود۔

٤٤٠۔ حدثنا عثمان بن ابي شيبة العبسي قال نا جرير عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يقول الله عز وجل يا ادم فيقول لبيك وسعديك والخير في يديك قال يقول اخرج بعث النار قال وما بعث النار قال من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين قال فذاك حين يشيب الصغير وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكارى وما هم بسكارى ولكن عذاب الله شديد قال فاشتد ذلك عليهم قالوا يا

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے اور مشرکوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو یا سرخ بیل کی کھال میں ایک سیاہ بال ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چمڑے کے خیمہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے، اے اللہ تو گواہ ہو جا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو، ہم نے عرض کیا "ضرور یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ تم تمام جنتیوں کے آدھے ہو گے اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سفید بیل میں سیاہ بال یا سیاہ بیل میں سفید بال۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے۔ "لبیک میں تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں" اور کل خیر تیرے ہی قبضہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جہنمیوں کی جماعت نکالو" حضرت آدم پوچھیں گے۔ جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ ارشاد ہو گا۔ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی وہ وقت ہو گا جب بچے خوف خدا سے بوڑھے معلوم ہوں گے اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تمام لوگ تمہیں مدہوش معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب

رَسُولَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذَاكَ الرَّجُلُ فَقَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ وَّمِنْكُمْ رَجُلٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنَّ مَثَلَكُمْ فِى الْاُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِىْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِىْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

بہت سخت ہے۔ حضرت ابو سعید نے کہا صحابہ یہ حدیث سن کر بہت پریشان ہونے اور عرض کرنے لگے حضور پھر دیکھیے کہ ہم میں سے کون جنتی ہے آپ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ ہزار یاجوج ماجوج کے مقابلہ میں تم سے ایک ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا چوتھائی ہو، پھر ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا تہائی ہو ہم نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف ہو اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہے جیسے سیاہ بیل میں سفید بال ہو یا گدھے کے پیر میں ایک نشان ہو۔

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُمَا قَالَا مَآ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِى النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِى الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِى الثَّوْرِ الْاَبْيَضِ وَلَمْ يَذْكُرَا اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِىْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیاہ بیل میں سفید بال یا سفید بیل میں سیاہ بال، اور اس روایت میں گدھے کے پیر میں نشان کا ذکر نہیں ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اہل جنت کا ربع ہو گے، پھر فرمایا تم ثلث اہل جنت ہو گے، پھر فرمایا تم شطر اہل جنت ہو گے اور ہر بشارت پر صحابہ کرام نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار ہی یہ نہیں فرمایا کہ تم نصف اہل جنت ہو گے، کیونکہ جو بشارت بہ تدریج حاصل ہو وہ دل میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہے اور یہ اسلوب اس کو خوش کرنے کا زیادہ قوی سبب ہے اور جب انسان کو بار بار انعام ملے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے اور تکرار بشارت سے اس کے دل میں منعم کی زیادہ عظمت پیدا ہوتی ہے اور صحابہ کرام نے بار بار خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ تم شطر اہل جنت ہو گے، دوسری حدیث میں یہ ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے ایک

اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اس امت کی ان میں سے اسّی صفیں ہوں گی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ امت اہل جنت کی دو تہائی ہوگی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج خبر دی ہو اور آپ نے اسی طرح بہ تدریج بشارت دی، اور اس کے بہت نظائر ہیں جیسے پہلے آپ نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، پھر فرمایا ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ ؎

آج بروز منگل ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ/۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم جلد اوّل کی کتاب الایمان کی شرح مکمل ہوگئی، الہ العلمین مجھے اس کے بعد کتاب الطہارت کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد افضل المرسلین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الطہارۃ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں پہلے ایمان سے متعلق احادیث کو روایت کیا، کیونکہ تمام اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم، اقدم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے، اس لیے امام مسلم نے ایمان کے بعد طہارت سے متعلق احادیث کو روایت کیا ہے۔ ہم پہلے طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا ذکر کریں گے، پھر طہارت کے مراتب اور درجات کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

طہارت کے لغوی معنی کا بیان

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طُھر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی ضد (پاک ہونا)، عورت کے طہر کے ایام کو اطہار کہتے ہیں اور طہر حیض کی نقیض ہے، طاہر کا حقیقی معنی ہے جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور طاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیوب سے بری ہو۔ [1]

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانیہ اور طہارت نفسانیہ! طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

وان کنتم جنبا فاطھروا۔ (مائدہ: ۶) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (غسل) حاصل کرو۔

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللّٰہ۔ (بقرہ: ۲۲۲) حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل تزویج نہ کرو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں (غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورتیں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کر لیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔ (توبہ: ۱۰۸)

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجاء کرنا، یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضو توڑتے تو پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ولہم فیہا ازواج مطہرۃ۔ (بقرۃ: ۲۵)

اور ان کے لیے جنت میں بہت پاک بیویاں ہوں گی۔

یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔ ابو اسحاق نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئیگا اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل ہوگی اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مطہرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ان طہرا بیتی للطائفین والعٰکفین۔ (بقرۃ: ۱۲۵)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

ابو اسحاق نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے دل کی تطہیر پر برانگیختہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین (فتح: ۴)

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان کو نازل کیا۔

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ۔ (بینہ: ۲)

اللہ کے پاس ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔

یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور باطل سے پاک ہیں۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ (بقرۃ: ۲۲۲)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

انہ لقراٰن کریم ۝ فی کتاب مکنون ۝ لا یمسہ الا المطہرون ۝ (واقعہ: ۷۷-۷۹)

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں۔

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ مصنف کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوضو نہ ہو وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

اولئك الذين لم يرد الله ان يطهر قلوبهم۔
(مائدہ: ۴۱)

یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

وما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوهم من قريتكم انهم اناس يتطهرون ○
(اعراف: ۸۲)

اور قوم لوط کا صرف یہی جواب تھا کہ انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:

قال يقوم هؤلاء بناتي هن اطهر لكم۔
(هود: ۷۸)

لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں (تم ان سے نکاح کر لو) یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں تو انھوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔

ذلكم ازكى لكم واطهر۔
(بقرہ: ۲۳۲)

(اس نصیحت کو قبول کرنا) تمہارے لیے بہت صاف ستھرا اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔

مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔ اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ سو اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

طہارت کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلوة من احدث حتى يتوضأ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وضوء ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

جب تک کہ وہ وضوء نہ کرے۔

عن ابی هريرة قال انی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان امتی يدعون يوم القيامة غرا محجلين من آثار الوضوء فمن استطاع منكم ان يطيل غرته فليفعل [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن غُرّ محجل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضوء کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (وہ اعضاءِ وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر) اپنی سفیدی کو زیادہ کرلے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرجت من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينيه مع الماء او مع آخر قطر الماء او نحو هذا واذا غسل يديه خرجت من يديه كل خطيئة بطشتها يداه مع الماء او مع آخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دُھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دُھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المهاجر بن قنفذ انه اتى النبی صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتذر اليه فقال انی كرهت ان اذكر الله تعالى الا على طهر [3]

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے، انھوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ نے وضوء فرمایا پھر آپ نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ہوئے فرمایا میں بغیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ تعالیٰ کا ذکر ناپسند کرتا ہوں۔

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی وضوءہ حتی یغسلھا ثلثا فان احدکم لا یدری این باتت یدہ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھو لے، وضوء کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ صلوۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقیموا ولن تحصوا واعلموا ان خیر اعمالکم الصلوۃ ولا یحافظ علی الوضوء الا مؤمن[4]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شریعت پر) مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا توضأ فاحسن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

---

1. امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
2. امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
3. امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
4. " " " " ، سنن ابن ماجہ ص ۲۴، " " "

الوضوء ثم اتی المسجد لا ینھزہ الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعه الله عز وجل بھا درجة وحط عنه بھا خطیئة حتی یدخل المسجد۔[1]

سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عفان انه توضأ فغسل رجلیه ثلثا وقال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم توضأ ھکذا۔[2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار پیروں کو دھویا اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال رای النبی صلی الله علیه وسلم فی قدم رجل لمعة لم یغسلھا فقال ویل للاعقاب من النار۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا، آپ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت کا عذاب ہے۔

عن عمرو بن عنبسة قال قلت یا رسول الله! کیف الوضوء قال اذا توضأت فغسلت یدیك ثلثا خرجت خطایاك من بین اظفارك وانا ملك فاذا مضمضت واستنشقت فی منخریك وغسلت وجھك وذراعیك الی المرفقین وغسلت رجلیك الی الکعبین اغتسلت من عامة خطایاك۔[4]

حضرت عمرو بن عنبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہاری پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۔۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۰ھ
[3] " " " " " ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴،
[4] " " " " " ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴،

عن عقبة بن عامر الجهني قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام يصلي فصلى صلوٰة يعلم ما يقول فيها حتى يفرغ من صلوته كان كهيئته يوم ولدته امه قال عمر واجود من هذا قال من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام فصلى صلوٰة يعلم ما يقول فيها ثم قال فيها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله فتحت له ثمانية ابواب من الجنة يدخل من ايها شاء [1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے صاف) ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا، حضرت عمر نے فرمایا اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين فتحت له ثمانية ابواب من الجنة يدخل من ايها شاء [3]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۴۶ - ۴۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

[4] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ الرجل المسلم خرجت ذنوبہ من سمعہ وبصرہ ویدیہ ورجلیہ فان جلس جلس مغفورًا لہ۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔

عن ابی سعید انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ادلکم علی شیء یکفر اللہ بہ الخطایا ویزید بہ فی الحسنات؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال اسباغ الوضوء عند المکارہ وکثرۃ الخطا الی ھذہ المساجد۔[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر ان مساجد میں جانا۔

عن یزید بن بشر قال ان اللہ اوحی الی موسٰی ان توضأ فان لم تفعل فاصابتک مصیبۃ فلا تلومن الا نفسک۔[3]

یزید بن بشر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ وضو کریں، اگر آپ نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔

عن سلمان قال اذا توضأ الرجل المسلم وضعت خطایاہ علی راسہ فتحاتت کما یتحات عذق النخلۃ۔[4]

سلمان کہتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔

عن ابی عثمان قال کنت مع سلمان فاخذ غصنا من شجرۃ یابسۃ فحتہ ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں سلمان کے ساتھ تھا، انھوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے، پھر بیان کیا کہ میں نے

---

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۵ ، " " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۵ ، " " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۶ ، " " " "

توضأ فأحسن الوضوء تحاتت خطایاہ کما یتحات الورق [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضوء کیا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

عن ابن عمر یقول من توضأ علی طہر کتب لہ عشر حسنات [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس شخص نے باوضوء ہونے کے باوجود وضوء کیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی الخلاء ثم انہ رجع فاتی بطعام فقلت یا رسول اللہ: الا تتوضأ فقال لم اصلی فأتوضأ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ بیت الخلاء گئے پھر واپس آئے۔ پھر آپ کے پاس کھانا لایا گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضوء کرتا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی مالک الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول الطہور شطر الایمان [4]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت نصف ایمان ہے۔

حکیم ترمذی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصوا اظافیرکم وادفنوا قلاماتکم ونقوا براجمکم ونظفوا لثاتکم من الطعام وتسننوا ولا تدخلوا علی قحرا بخرا وفی روایۃ قلحا وبخرا [5]

حضرت عبد اللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کر دو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] " " " " المصنف ج ۱ ص ۱۶، " " " "

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[5] امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم ترمذی متوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج ۱ ص ۳۱۶-۳۱۷، مطبوعہ دار الریان للتراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ

گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ، یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔

طہارت کے مراتب اور درجات

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں: پہلا مرتبہ: ظاہر بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست (جنبی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زناکاری، چوری اور ڈاکہ وغیرہ) سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریاکاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور بغض وغیرہ) اور خصال رذیلہ مبغوضہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا، یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ: باطن قلب کو ما سوی اللہ سے پاک کرنا بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے، یہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے، اور اس کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ما سوی اللہ سے گذر نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ (انعام: ۹۱)

آپ کہیے اللہ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

وما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ (احزاب: ۴)

اللہ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا، تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت نصف ایمان ہے۔ اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان

کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کرے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کرے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ [1]

بَابٌ فَضْلِ الْوُضُوْءِ

وضو کی فضیلت

۴۴۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ نَا أَبَانٌ قَالَ نَا يَحْيٰى أَنَّ زَيْدًا حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهٗ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین اور آسمان یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور صبر ضیاء ہے اور قرآن یا تمہارے موافق دلیل ہوگا یا مخالف، اور ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر یا اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جمہور اہل لغت کے نزدیک وُضوء اور طُہور کا معنی ہے پاکیزگی حاصل کرنا، وَضوء اور طَہور کا معنی ہے وہ پانی جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے، ابن الانباری اور اکثر اہل لغت نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ خلیل، ابوحاتم سجستانی، ازہری اور ایک جماعت کے نزدیک دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وُضوء اور طُہور ہے، اور صاحب المطالع نے کہا دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وَضوء ہے۔ وضوء کا لفظ وضارۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے حسن اور نظافت، نماز کے لیے وضوء کو وضو اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضوء کرنے والے صاف ستھرا اور حسین ہو جاتا ہے، اسی طرح طہارت کی اصل نظافت اور تنزہ ہے۔ غَسل کا معنی ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لیے غُسل اور غَسل دونوں لغتیں ہیں، بعض کے نزدیک غَسل کا معنی ہے دھونا اور غُسل کا معنی ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غُسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غِسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شیمپو اور بیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔ [2]

طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح

حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: طہور (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

---

[1] امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم مع الاتحاف ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۴، ملخصاً مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ایمان لانے سے مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضوء سے پہلے کے گناہ وضوء سے مٹ جاتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر وضوء نہیں ہوتا اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔

(بقرہ: ۱۴۳)

اور چونکہ صحت نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے طہارت نماز کے لیے بہ منزلہ جزء ہے، اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے یعنی نماز کا جزء ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصدیق بالقلب اور اطاعت ظاہرہ دونوں ایمان کا جزء ہیں اور طہارت نماز کو متضمن ہے جو کہ اطاعت ظاہرہ ہے اس اعتبار سے آپ نے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔

اسی حدیث میں ہے: الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان اور زمین یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں:

قرآن اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اعمال کو وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللہ اور الحمد للہ کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کے منزہ ہونے اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور الحمد للہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفتقر ہونے، اس کی حمد و ثناء اور اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

اسی حدیث میں ہے: نماز نور ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ نماز معصیت اور بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور نیکی اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی ہے جس طرح نور اندھیرا دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز کی وجہ سے نمازی کا چہرہ قیامت کے دن منور ہوگا، اور دنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر ترو تازگی ہوگی۔

اسی حدیث میں ہے صدقہ برہان ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اس نے مال کو کہاں صرف کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین بن جائیں گے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مال انسان کو طبعاً عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ کرنا اس کے دعویٔ ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔ [۱]

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صبر کا معنی

اس حدیث میں ہے صبر ضیاء ہے:
اس کا معنی ہے جو صبر شریعت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، معصیت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیا میں جو اس پر مصائب اور آلام نازل ہوتے ہیں ان پر صبر کرنا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے، ابراہیم خواص نے کہا کتاب اور سنت پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، ابن عطاء نے کہا حوصلہ اور برداشت کے ساتھ مصائب کا سامنا کرنا صبر ہے، استاذ ابو علی دقاق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے، البتہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بہ شرطیکہ یہ اظہار بہ طور شکایت نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب۔ (ص: ۴۴)

بے شک ہم نے انھیں صبر کرنے والا پایا، وہ کیا خوب بندے تھے بیشک وہ (ہماری طرف) بہت متوجہ رہتے تھے۔

حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کیا:

اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ (ص: ۴۱)

جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا بیشک مجھ کو شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔

وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ (انبیاء: ۸۳)

اور ایوب کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

فصبر جمیل۔ (یوسف: ۸۳)

(اب میرے لیے) صبر ہی زیبا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب نے کہا:

وقال یا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ (یوسف: ۸۴)

اور یعقوب نے کہا ہائے افسوس یوسف (کے فراق) پر اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں، سو وہ اپنے غم کو ضبط کرتے رہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

قال انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ (یوسف: ۸۶)

یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الصابرین ہیں اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات پر فرمایا: ”اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں“۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال دخلنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ابی سیف القین وکان ظئرا لابراهیم فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم ابراهیم فقبله وشمه ثم دخلنا علیه بعد ذلک وابراهیم یجود بنفسه فجعلت عینا رسول الله صلی الله علیه وسلم تذرفان فقال له عبد الرحمان بن عوف وانت یا رسول الله؟ فقال یا ابن عوف! انها رحمة ثم اتبعها باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراهیم لمحزونون۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے، وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا، پھر اس کے بعد ہم حضرت ابراہیم کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا آنکھ رو رہی ہے اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم شهرا حین قتل القراء فما رایت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حزن حزنا قط اشد منه۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب (ستر) قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ غمگین نہیں دیکھا۔

قرآن مجید کی ان آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مصیبت پر غم کرنا اور اس کا اظہار کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت پر جزع و فزع کرنا اور اس مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔

اس حدیث میں ہے: قرآن تمہارے حق میں دلیل ہوگا یا تمہارے خلاف۔

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳

یعنی اگر تم قرآن مجید کی تلاوت کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے حق میں دلیل ہوگا، ورنہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہوگا۔

نیز اس حدیث کے آخر میں ہے: ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے پھر اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان عمل کرتا ہے، بعض انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرا لیتے ہیں اور بعض انسان شیطان اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نفس کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور شیطان ان کے نفوس کو جہنم میں ہلاک کر دیتا ہے۔

بَابُ ۸۳ وُجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلٰوةِ
نماز کے لیے طہارت کا وجوب

۴۴۳ - حدثنا سعيد بن منصور وقتيبة بن سعيد وابو كامل الجحدري واللفظ لسعيد قالوا نا ابو عوانة عن سماك بن حرب عن مصعب بن سعد قال دخل عبد الله بن عمر على ابن عامر يعوده وهو مريض فقال الا تدعو الله لي يا ابن عمر قال اني سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يقول لا تقبل صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول وكنت على البصرة۔

مصعب بن سعد کہتے ہیں، جب ابن عامر بیمار ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے ابن عامر نے کہا اے ابن عمر! کیا آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کریں گے، حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بغیر طہارت (پاکیزگی) کے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی، اور مال حرام سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

۴۴۴ - حدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا حسين بن علي عن زائدة ح قال ابو بكر ووكيع عن اسرائيل كلهم عن سماك بن حرب بهذا الاسناد عن النبي صلى الله عليه واله وسلم بمثله۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۴۵ - حدثنا محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق بن همام قال نا معمر بن راشد عن همام بن منبه اخي وهب بن منبه قال هذا ما حدثنا ابو هريرة عن محمد رسول الله صلى الله عليه واله وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بلا وضو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ وضو نہ کر لے۔

تَذَکَّرَ اَحَادِیْثَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ۔

موجب طہارت کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے لیے طہارت کے وجوب کی تصریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے طہارت کب فرض ہوئی؟ ابن الجہم کا یہ مذہب ہے کہ ابتداء اسلام میں وضوء کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضوء کی فرضیت نازل ہوئی، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ وضوء اس سے پہلے فرض تھا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضوء فرض ہے یا بالخصوص بے وضوء پر وضو کرنا فرض ہے، بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرنا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا یھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق و امسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ (مائدہ: ۶)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے (کا ارادہ کرنے) لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھولو۔

اور ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضوء کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بے وضوء ہو لیکن ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا مستحب ہے، اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں، اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم بے وضوء ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضوء کرو۔

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضوء کا موجب کیا چیز ہے اور اس میں تین قول ہیں (۱) بے وضوء ہونے کے بعد وضوء کرنا واجب ہے لیکن اس میں وسعت ہے۔ (۲) وضوء کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے (۳) ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔ (مصنف کے نزدیک وضو کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان بے وضوء ہو اور ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوتی مثلاً نماز پڑھنے، سجدہ تلاوت یا سجدۂ شکر کرنے قرآن مجید کو چھونے یا طواف کعبہ کرنے کا ارادہ کرے۔)

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال

امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضوء سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھتی ہو یا نفل، سجدۂ تلاوت ادا کرنا ہو

یا سجدۂ شکر، یا نماز جنازہ پڑھنی ہو، البتہ امام شعبی اور امام محمد بن جریر الطبری نے یہ کہا ہے کہ نماز جنازہ بلاوضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے، تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بلاعذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ لہو و لعب کر رہا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نمازی کا اعتقاد صحیح ہے، اور یہ تمام بحث اس وقت ہے جب وہ بلاعذر بے وضو نماز پڑھے، اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اس کو طہارت کے لیے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو، تو اس میں چار قول ہیں:

۱۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

۲۔ اس شخص پر بلاطہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔

۳۔ اس کے لیے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قضاء کرنا واجب ہے۔

۴۔ اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے، اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی عذر کی بناء پر کسی خلل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔[۱]

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں: جو شخص کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں پانی دستیاب ہو نہ تیمم بایں طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی دستیاب نہ ہو، یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضوء یا تیمم نہ کر سکے اس کو فاقد الطہورین کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کر دے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھ لے اور امام ابویوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت نہ کرے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہرائے، اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابوحنیفہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جس شخص کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔[۲]

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

بلاطہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: جو شخص بلا عذر عمداً بغیر طہارت کے نماز پڑھے نوادر میں اس کی تکفیر کی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے وہ کافر نہیں ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استخفاف بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے حکم کو غیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق اڑانے کے لیے بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استہزاء اور سخریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضوء نماز پڑھی تو پھر کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہیے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔[1]

فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے

اس حدیث میں ہے ابن عامر نے حضرت ابن عمر سے کہا آپ میرے لیے دعا کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا: حدیث میں ہے بغیر طہارت کے نماز مقبول نہیں ہوتی اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ حاکم بصرہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ذمہ بہ کثرت حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں اور جس کے ذمہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ہوں اس کو دعا سے فائدہ نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر کا منشاء زجر و توبیخ تھا اور اس کو توبہ کرنے اور حق تلفیوں کی تلافی کرنے اور آئندہ ظلم نہ کرنے پر برانگیختہ کرنا تھا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اخیار تابعین ہمیشہ کفار کے لیے ہدایت کی اور فساق کے لیے توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔

مال حرام سے استبراء کا طریقہ

جس شخص کے پاس سود، رشوت، چوری اور غصب وغیرہ سے مال حرام ہو اور اب وہ تائب ہونا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اتنا مال صاحب حق کو یا اس کے وارثوں کو واپس کر دے، اگر حکومت کا مال لیا ہے تو اتنا مال حکومت کے کسی فنڈ میں داخل کر دے اور اگر اس کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو اتنے مال کو اس شخص کی طرف سے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچا دے۔

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَكَمَالِهِ

کامل وضو کرنے کا طریقہ

۶۳۴ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے پانی

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

التُّجِيْبِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اللَّيْثِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَاؤُنَا يَقُوْلُوْنَ هٰذَا الْوُضُوْءُ أَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهٖ أَحَدٌ لِلصَّلٰوةِ۔

۴۴۷۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا أَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَنَّهٗ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهٗ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

منگوایا اور وضوء کرنا شروع کیا پہلے اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پاؤں تین بار دھویا، پھر انھوں نے کہا جس طرح میں نے وضوء کیا ہے اس طرح میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضوء کرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضوء کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دوران نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، ابن شہاب نے کہا ہمارے علماء کہتے ہیں نماز کے لیے جو وضوء کیے جاتے ہیں ان سب میں یہ کامل ترین وضوء ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک برتن منگوایا ان کو ٹیڑھا کر کے تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے برتن سے پانی لیا اور کلی کی اور ناک کو پانی سے صاف کیا پھر تین مرتبہ چہرہ اور کہنیوں تک کلائیاں دھوئیں پھر سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ پیر دھوئے، پھر حضرت عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضوء کیا اس کے بعد دو رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں سوچ بچار نہ کیا، اس کے تمام سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل

حدیث نمبر ۴۴۶ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اعضاء

وضوء کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سر کے مسح کی تکرار میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضوء کیا، اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔ [1]

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے، حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور حکم سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ترمذی نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے، خرقی نے کہا تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی نے کہا سر کا مسح تین بار کیا جائے گا، کیونکہ امام ابوداؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا انھوں نے تین بار کلائیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور اس کی مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت ابومالک، حضرت ربیع، حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضوء کیا اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے: یہ میرا وضوء ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضوء ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ طہارت میں اصل سر ہے تو چہرے کی طرح اس میں بھی تکرار مسنون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے، جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء دیکھے وہ اس وضوء کو دیکھ لے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسی طرح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع سب نے کہا آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور ان صحابہ کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی حکایت کرنا، دائمی عمل کی خبر دینا ہے، اور دائمی عمل وہی ہوتا ہے جو افضل اور اکمل ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے۔ نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انھوں نے اعضاء وضوء کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے انھوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا جیسے باقی اعضاء وضوء کے دھونے میں عدد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے سر کا تین بار مسح کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور ان کی وکیع نے مخالفت کی ہے اس نے کہا فقط تین بار وضوء کیا، اور حضرت عثمان سے صحیح روایت یہ ہے کہ انھوں نے تین تین بار اعضاء وضوء کو دھویا، اور سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے کہا یہی صحیح ہے۔ ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالف روایت ضعیف ہے اور جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضوء کیا اس سے مسح کا ماسوی مراد ہے، کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا الگ ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا، جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منقوض ہے، لیکن ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لیے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لیے کیا ہو، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائما اسی طرح وضوء کرتے تھے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ اس لیے بیان کیا کہ سائلین اور سامعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی وضوء کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے، اگر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی اور طریقہ سے وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطأ ہے، کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک

راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک راوی پر خطا اور غلط کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروف نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطا کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔ [۱]

سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ چہرے، ہاتھوں اور پیروں سب کا مکمل بالاستیعاب دھونا واجب ہے، اس کے برخلاف رافضیوں نے یہ کہا کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے، ان کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نصوص صریحہ میں پیروں کا دھونا وارد ہے، اسی طرح جس نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کو نقل کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیروں کو دھویا ہے۔

(پیروں کے دھونے کی فرضیت پر دلائل اور روافض کے شبہات کے جوابات ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۸۹ میں تفصیل سے بیان کریں گے)

سر پر مسح کرنے کے وجوب میں علماء کا اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار واجب ہے، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ مطلقاً سر پر مسح کرنا واجب ہے خواہ ایک بال پر مسح ہو، اور امام مالک، امام احمد اور ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ [۲]

چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابو الحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

سر پر پیشانی کی مقدار میں مسح کرنا فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قوم کی کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے، وہاں پیشاب کیا، پھر وضوء کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا، اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے، اور یہ حدیث اس کا بیان ہے۔ یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تین بالوں کا اندازہ کرتے ہیں اور امام مالک کے خلاف بھی حجت ہے، کیونکہ وہ پورے سر کا مسح فرض قرار دیتے ہیں۔ [۳]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وامسحوا برؤسکم میں با محل پر داخل ہے اور یہ تبعیض پر دلالت کرتی ہے اور اس بعض کی تعیین نہیں ہے، اور حضرت مغیرہ کی روایت میں بھی ہے فمسح بناصیتہ

---

[۱] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۴۶ - ۱۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۳] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

یہاں بھی باء محل پر داخل ہے لہٰذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے، اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا، امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں، اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے مؤید ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے، اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

آیت وضوء میں باء الصاق کے لیے ہے اور جب آلہ (ہاتھ) کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے، اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پورے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھائی سر پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عموماً ہاتھ چوتھائی سر کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔[1]

چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث

جن احادیث سے فقہاء احناف نے مسح کی مقدار کے تعین اور بیان پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن شعبة ان نبي الله صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين ومقدم راسه وعلى عمامته[2]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ پر مسح کیا۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة ان النبي صلى الله عليه وسلم توضا فمسح ناصيته وعمامته وعلى الخفين[3]

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا تو سر کے اگلے حصہ

---

[1] علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف ابن ہمام متوفی ٨٦١ھ، فتح القدیر ج ١ ص ١٨، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ١ ص ١٣٤، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

[3] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ٣٠٣ھ، سنن نسائی ج ١ ص ١٣٠، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [1]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمسح علی الخفین وعلی ناصیتہ وعلی عمامتہ۔ [2]

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے، سر کے اگلے حصہ پر مسح کرتے تھے اور عمامہ پر۔

نیز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدم راسہ فلم ینقض العمامۃ۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے سرخ رنگ کا منقش قطری عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا اور عمامہ نہیں کھولا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر بھی مسح فرمایا ہے اس کے متعلق تفصیلی بحث ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۹ میں بیان کریں گے۔

نماز میں ممنوع خطرات اور وساوس کا بیان

حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں حدیث نفس (دنیاوی معاملات میں سوچ وبچار اور غور وفکر) نہ کی اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حدیث نفس سے مراد وہ امور ہیں جن کے متعلق انسان قصداً غور وفکر کرتا ہے، اور جن کاموں کے متعلق انسان پروگرام اور منصوبے بناتا ہے، اور نماز میں جو خیالات انسان کے قصد اور ارادے کے بغیر اس کے دماغ میں آتے ہیں وہ حدیث نفس نہیں ہیں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نماز میں بغیر قصد اور ارادے کے جو خیالات آتے ہیں ان کے متعلق یہ امید تو ہے کہ وہ نماز قبول ہو جائے گی، لیکن یہ نماز اس کی اس نماز سے کم ہوگی، جس نماز میں مطلقاً کوئی خیال نہیں آتا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے مغفرت کی ضمانت دی ہے جس کی نماز میں بالکل خیال نہ آئیں، کیونکہ کم لوگ نماز میں حدیث نفس سے سلامت رہتے ہیں، اور یہ مرتبہ اس شخص کو

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ کتب خانہ میر محمد کراچی

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱-۲۲، ؍؍ ؍؍ ؍؍

حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ کر کے شیطان کے ڈالے ہوئے خیالات کو دور کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک لحظہ کے لیے بھی نماز سے غافل نہیں ہوتا۔ ایک قول یہ ہے کہ حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کا یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، جاہ طلبی کے لیے نہ ہو، وہ نماز کے ذریعہ اپنی کسی بڑائی کا طالب نہ ہو، کہ نماز ادا کرنے سے اپنے آپ کو کسی فضیلت کا حامل قرار دیتا ہو، بلکہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانے تاکہ مغرور اور متکبر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ اگر حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل و دماغ میں دنیا کا کوئی خیال نہ آئے تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اگرچہ بلا قصد خیالات آئیں لیکن وہ کسی خیال پر جمے نہیں تو یہ مخلصین کا عمل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث نفس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ کسی چیز کا خیال اچانک آئے اور اس کو دور کرنا مشکل ہو، دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جن کو منقطع کرنا ممکن ہے، یہاں حدیث نفس کی نفی سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی، کیونکہ اس میں دشواری ہے۔ نیز یحدث باب تفعیل سے ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو قصداً حاصل کرتا ہے اور جن امور کے متعلق قصداً غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور ان کو دور کرنا ممکن ہے اس کے برعکس دل میں اچانک جو خیالات اور وسوسے آتے ہیں، ان کو دور کرنا مشکل ہے اس لیے وہ معاف ہیں، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اصلاً کوئی خیال نہ آئے، علامہ نووی نے اس کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بلا قصد اور اختیار جو خیالات دل میں آتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر جمتا نہیں ہے ان کی نفی کرنا اس حدیث سے مراد نہیں ہے پھر حدیث نفس دنیاوی خیالات اور دینی خیالات دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں صرف دنیاوی خیالات کی نفی مراد ہے، الحکیم ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے: "اس دو رکعت نماز میں دنیا کے متعلق بالکل حدیث نفس نہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے گا وہ قبول ہو گی" اور جب وہ نماز میں امور آخرت سے متعلق غور و فکر کریگا مثلاً قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت کرتا ہے ان پر غور و فکر کرتا ہے یا دعائیں اور وظائف پڑھتا ہے یا کسی مستحسن اور مستحب کام میں غور و فکر کرتا ہے تو یہ وہ حدیث نفس ہے جو مضر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔ [1]

وضوء اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان

اس حدیث میں ہے کہ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے (یہ حدیث اگلے باب میں ہے) حدیث کے الفاظ میں بظاہر عموم ہے لیکن اس کی صغائر کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے، اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں، اسی طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں، البتہ کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷-۸، " " "

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ عَقِبَهٗ

وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

۴۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَهُوَ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّاُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ فَيُصَلِّيْ صَلٰوةً اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان عصر کے وقت مسجد کے صحن میں تھے ان کے پاس موذن آیا۔ انھوں نے اس سے وضو کے لیے پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر قرآن کریم میں (علم چھپانے والے کے لیے وعید عذاب کی) آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث نہ بیان کرتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

۴۴۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّاَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّاُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کرنے کے بعد کہا کہ اگر قرآن کریم کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث بیان نہ کرتا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے

مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى إِلٰى قَوْلِهِ اللَّاعِنُوْنَ۔

جس آیت کا ذکر کیا وہ یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم میں جن ہدایات اور دلائل کو نازل کیا ہے جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

۴۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا بِطَهُورٍ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

سعید بن عاص کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگایا پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

---

۴۵۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ لَا أَدْرِي مَا هِيَ إِلَّا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلٰوتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی سے وضو کیا پھر فرمایا لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی احادیث کو منسوب کرتے ہیں جو میرے علم میں نہیں ہیں البتہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد تک چل کر جانا نفل ہو جاتا ہے۔

---

۴۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ أَلَا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

ابوانس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے زینہ کے قریب وضو کیا، پھر فرمایا کیا میں تم کو وضو کر کے دکھلاؤں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے ہر عضو کو تین تین بار دھویا۔ بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اس وقت

وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَزَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اور صحابہ بھی موجود تھے۔

٤٥٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ أَبِي صَخْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ أَبَانٍ قَالَ كُنْتُ أَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُورَهُ فَمَا أَتَى عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يُفِيضُ عَلَيْهِ نُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ انْصِرَافِنَا مِنْ صَلٰوتِنَا هٰذِهِ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهَا الْعَصْرَ فَقَالَ مَا أَدْرِي أُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ أَوْ أَسْكُتُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ فَيُتِمُّ الطُّهُورَ الَّذِي كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِمَا بَيْنَهُنَّ۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ میں ہر روز حضرت عثمان کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا اور حضرت عثمان ہمیشہ اس پانی سے کسی قدر غسل بھی کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے (مسعر کہتے ہیں کہ ان کی مراد نماز عصر تھی) فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمہیں ایک بات بتلاؤں یا خاموش رہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر وہ بات ہمارے حق میں بہتر ہے تو ضرور بیان کیجئے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس طرح کامل وضو کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے تو ان نمازوں کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہیں وہ نمازیں ان گناہوں کے لیے کفارہ بن جائیں گی۔

٤٥٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَقَالَا جَمِيعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ أَبَانٍ يُحَدِّثُ أَبَا بُرْدَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ أَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ هٰذَا حَدِيثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ غُنْدَرٍ

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ بشر کے دور حکومت میں حضرت ابو بردہ اس مسجد میں یہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا تو جو گناہ ان فرض نمازوں کے اوقات کے درمیان ہوئے ہیں ان کے لیے وہ نمازیں کفارہ ہو جائیں گی اور ایک اور روایت میں بشر کی حکومت اور فرض نمازوں کا ذکر نہیں ہے۔

فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ وَلَا ذِكْرُ الْمَكْتُوبَاتِ۔

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّأَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوءًا حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلٰوةُ غُفِرَ لَهُ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهِ۔

۴۵۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَا أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ الْحُكَيْمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ مَشٰى إِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ۔

۴۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ۔

۴۵۹۔ وَحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حمران بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں محض نماز کے قصد سے گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح کامل وضو کیا، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اللہ تعالےٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ۔

۴۶۰- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ اَبِيْ صَخْرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اِسْحٰقَ مَوْلٰى زَائِدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔

درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب تک گناہ کبیرہ نہ کرے۔

مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات

اس حدیث میں ہے جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دیگر احادیث میں ہے پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ تک جمعہ کی نماز کفارہ ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک رمضان کفارہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وضو سے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب پانچ نمازوں سے کفارہ ہو گیا تو جمعہ کی نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب جمعہ سے کفارہ ہو گیا تو رمضان سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اسی طرح عرفہ کے دن روزہ بھی دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اور جب کسی شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام عبادات گناہوں کا کفارہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اگر اس کے صغیرہ گناہ ہوں تو ان سے مغفرت ہو جاتی ہے، اور اگر اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور اگر صغائر نہ ہوں اور کبائر ہوں تو امید ہے اس کے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی۔ [1]

بَابُ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوْءِ

وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان

۴۶۱- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ذمہ اونٹوں کو چرانا تھا۔ جب میں اپنی باری

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ فَقُلْتُ مَا أَجْوَدَ هَذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ.

٣٦٢ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَأَبِي عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرِ ابْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

پر اونٹوں کو چرا کر شام کے وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ دو رکعات نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی میں نے کہا یہ کس قدر عمدہ حدیث ہے، اچانک مجھے ایک آواز آئی کہ پہلی حدیث اس سے بھی عمدہ تھی، میں نے متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ تم ابھی آئے ہو، اس سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کہے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر کی یہی حدیث ایک اور سند سے منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ ہیں جس نے وضو کے بعد کہا: اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، یہ متفق علیہ ہے، اور بہتر ہے اس کے ساتھ متصلاً یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ. جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك استغفرك واتوب اليك . جیسا کہ امام نسائی نے عمل الیوم و اللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لیے بھی مستحب ہیں۔[1]

باب آخر في صفة الوضوء

۴۶۳ ۔ حدثني محمد بن الصباح قال نا خالد بن عبد الله عن عمرو بن يحيى بن عمارة عن ابيه عن عبد الله بن زيد بن عاصم الانصاري وكانت له صحبة قال قيل له توضأ لنا وضوء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فدعا باناء فاكفأ منه على يديه فغسلهما ثلاثا ثم ادخل يده فاستخرجها فمضمض واستنشق من كف واحدة ففعل ذلك ثلاثا ثم ادخل يده فاستخرجها فغسل وجهه ثلاثا ثم ادخل يده فاستخرجها فغسل يديه الى المرفقين مرتين مرتين ثم ادخل يده فاستخرجها فمسح راسه فاقبل بيديه وادبر ثم غسل رجليه الى الكعبين ثم قال هكذا وضوء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ۔

۴۶۴ ۔ وحدثني القاسم بن زكريا قال نا خالد بن مخلد عن سليمان بن بلال عن عمرو بن يحيى بهذا الاسناد نحوه ولم يذكر الى الكعبين ۔

۴۶۵ ۔ وحدثني اسحق بن موسى الانصاري قال نا معن قال نا مالك بن انس عن عمرو بن يحيى بهذا الاسناد وقال مضمض واستنثر ثلاثا ولم يقل من كف واحدة وزاد

وضو کے طریقہ کی تفصیل

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہم کو وضو کر کے دکھلایئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، برتن ٹیڑھا کر کے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل تین بار کیا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین بار چہرہ دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا، اور دونوں کلائیاں کہنیوں سمیت دو دو بار دھوئیں، پھر برتن سے ہاتھ بھگو کر سر پر سامنے سے پیچھے کی جانب اور پیچھے سے سامنے کی جانب ہاتھ پھیرا، پھر ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھوئے اس کے بعد کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہی روایت منقول ہے۔ مگر اس میں ٹخنوں تک کا ذکر نہیں ہے۔

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اس روایت میں راوی نے ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا اور سر کے مسح میں یہ وضاحت کی کہ سر کی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَعْدَ قَوْلِهٖ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَاَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

اگلی جانب سے مسح کرتے ہوئے ہاتھ گدی تک لے گئے اور پھر واپس اسی جگہ لائے جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور پیروں کو دھویا۔

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بِمِثْلِ اِسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غَرَفَاتٍ وَقَالَ اَيْضًا فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِهٖ وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً قَالَ بَهْزٌ اَمْلٰى عَلَيَّ وُهَيْبٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَقَالَ وُهَيْبٌ اَمْلٰى عَلَيَّ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مَرَّتَيْنِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کی اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین چلوؤں سے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کی اور سر کا مسح ایک بار اس طرح کیا کہ ہاتھوں کو سر کی اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف اور پچھلی جانب سے اگلی جانب کی طرف لے گئے۔

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَبُو الطَّاهِرِ قَالُوْا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ ابْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيَّ يَذْكُرُ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّيَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَّالْاُخْرٰى ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ بِمَآءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے پہلے کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین بار دایاں ہاتھ، پھر تین بار بایاں ہاتھ دھویا اور الگ پانی لے کر جو ہاتھ دھونے سے بچا ہوا نہ تھا سر کا مسح کیا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء!

حدیث نمبر ۴۶۳ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، اثرم کہتے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لیے الگ الگ پانی لینا، انھوں نے کہا ایک چلو سے، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے، پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اور ان کے لیے ایک چلو میں پانی لیا، یہ امام بخاری کی روایت ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اگر وضو کرنے والا چاہے تو تین چلوؤں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے، جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں۔ اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیا۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

۱۔ ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔

۲۔ ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔

۳۔ تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔

۴۔ پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

۵۔ چھ چلو پانی لے، پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرمانی نے کہا چوتھا طریقہ افضل ہے اور علامہ نووی نے کہا تیسرا طریقہ افضل ہے۔

(الجواہر (المالکیہ) میں ابن سابق نے دو قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لیے ایک چلو پانی لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ اور فقہاء حنابلہ کی المغنی میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لیے الگ الگ تین چلو لے تو یہ بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابو حیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتی کہ ان کو صاف کر لیا، پھر تین بار کلیاں کیں۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلائیاں دھوئیں، پھر ایک بار سر پر مسح کیا، پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا، پھر انھوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا میں

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء کرتے تھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث، حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لیے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لیے الگ پانی لیا۔ تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے، اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

بَابُ ۸۸ الْاِيْتَارِ فِي الْاِسْتِنْثَارِ وَالْاِسْتِجْمَارِ

ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجا کرنا

۴۶۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا وَاِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ اَنْفِهٖ مَآءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے (یعنی ایک، تین، یا پانچ مرتبہ اور اس کے مقابلہ میں جفت ہے یعنی دو، چار اور چھ) اور جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرے۔

۴۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرَيْهِ مِنَ الْمَآءِ ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو نتھنوں میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔

۴۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص وضوء کرے تو ناک صاف کرے اور جو شخص استنجا

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۵ - ۲۶۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ۔

کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری دونوں سے ایسی ہی ایک روایت منقول ہے۔

۴۷۲۔ وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيَاشِيمِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

۴۷۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص استجمار کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۴۷۰ میں ہے: جو شخص استجمار (استنجاء) کرے تو طاق مرتبہ کرے، استجمار کا معنی ہے بول اور براز کے عمل کے بعد مطلوبہ مقام کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنا، علماء نے کہا ہے کہ استطابہ، استجمار اور استنجاء کا معنی ہے، بول اور براز کے محل کی تطہیر کرنا، لیکن استجمار کا لفظ پتھروں سے صاف کرنے کے ساتھ مخصوص ہے، اور استطابہ اور استنجاء پانی اور پتھروں کے ساتھ صفائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، طاق مرتبہ استجمار کا معنی یہ ہے کہ تین، پانچ یا اس سے زیادہ طاق مرتبہ استجمار کیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ صاف کرنا واجب ہے اور تین مرتبہ

استجمار کرنا مستحب ہے، یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استجمار کیا وہ طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کر لیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۴۷۲ میں ہے، جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نتھنوں میں رات گذارنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے، کیونکہ ناک جسم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے جن سے قلب تک پہنچا جا سکتا ہے اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھولتا، اس لیے جمائی لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد و غبار اور رطوبت جمع ہوتی ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔[۵]

۸۹ بَابُ وُجُوْبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب

۴۷۴ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَ اَبُو الطَّاهِرِ وَ اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالُوْا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَالِمٍ مَوْلٰى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُوُفِّيَ سَعْدُ ابْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فَتَوَضَّاَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اے عبدالرحمن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے

۴۷۵ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَيْوَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۷۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالَا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَوْ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ فِي جَنَازَةِ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَرَرْنَا عَلَى بَابِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

مہری کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص کے جنازہ میں جا رہے تھے، ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس سے گذرے تو آپ نے ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

۴۷۷۔ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ نَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنِي نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۷۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُوا وَهُمْ عِجَالٌ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، ایک جگہ ہم کو پانی نظر آیا اور لوگوں نے عصر کے لیے جلدی جلدی وضو کرنا شروع کر دیا، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں اور ان کو پانی نے چھوا تک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے عذاب کی ہلاکت ہے، مکمل وضو کیا کرو۔

۴۷۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ وَفِي

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی طرح یہ روایت منقول ہے مگر اس میں "وضو مکمل کرو" کا جملہ نہیں ہے۔

حَدِيْثِ عَنْ أَبِيْ يَحْيَى الْأَعْرَجِ.

۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيْعًا عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ أَبُوْ كَامِلٍ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ہمارے پاس پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آچکا تھا ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پر مسح کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا "(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

۴۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيْعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا لَّمْ يَغْسِلْ عَقِبَهُ فَقَالَ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (وضو میں) ایڑی کو نہیں دھویا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۴۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأٰى قَوْمًا يَتَوَضَّئُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ فَقَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَيْلٌ لِّلْعَرَاقِيْبِ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا پورا وضو کیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۴۸۳ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خشک ایڑیوں پر جہنم کا عذاب ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۲ میں ہے: (خشک) ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے

وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں

تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جبائی نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو جمع کرنا واجب ہے۔ [1]

وضوء میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انھوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے:

وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں ممسوح کا ممسوح پر عطف ہے، وضوء کے اعضاء چار ہیں، دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔

مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا، پھر انھوں نے پڑھا:
وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔ "اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔"

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضوء میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضوء نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی، وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے وضوء کیا تو انھوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر چھڑکا جس میں ان کی جوتی تھی، پھر انھوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے پیر پر یہی عمل کیا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں:

جو اعضاء وضوء میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضوء میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، اگر وضوء میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ [1]

آیت وضوء میں قرأت جر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات

قرآن مجید کی آیت کریمہ میں قرأت جر کی تقدیر پر بھی ارجلکم کا عطف ایدیکم پر ہے اور اس پر جر جوار کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم۔ (ھود: ۲۶)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں عذاب پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں اسی طرح ارجلکم کا عطف وجوھکم اور ایدیکم پر ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے تھی لیکن اس کے جوار میں برؤسکم چونکہ مجرور ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی لہٰذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم کا عطف برء وسکم پر ہے اور اس سے پہلے وامسحوا مقدر ہے لیکن وامسحوا برء وسکم میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں مسح المطر الارض بارش نے زمین کو دھو ڈالا سو مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا۔ (النساء: ۴۳)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ حتیٰ کہ تم غسل کر لو، الآیہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا جنبا کا عطف ولا تقربوا الصلوٰۃ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی ولا تقربوا الصلوٰۃ مقدر ہے لیکن معطوف علیہ میں الصلوٰۃ کا معنی حقیقۃً مراد ہے یعنی نماز، اور معطوف میں الصلوٰۃ کا معنی مجازاً مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوٰۃ۔ اسی طرح آیت وضوء میں وامسحوا برء وسکم میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم اور ارجلکم دو متواتر قرأتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تعارض نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرأت میں بھی باہم تعارض نہیں ہے اور ارجلکم کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور ارجلکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا، اسی لیے ارجلکم کی قرأت اس حال پر محمول ہے جب وضوء کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلکم کی قرأت اس حال پر محمول

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ہے، جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں، یعنی جب موزے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کر لو اور جب موزے نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھو لو، اس طرح ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات

شیعہ علماء نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا، جبکہ اس آیت میں جر کی قراءت بھی ہے، ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے، لہٰذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس سے معروف ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس وارجلکم پڑھ کر قراءت کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے۔ اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاعہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں۔ اور حضرت علی سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ [1]

پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو قال تخلف النبی صلی الله علیه واله وسلم عنا فی سفرة فادرکنا وقد ارهقتنا العصر فجعلنا نتوضأ ونمسح علی ارجلنا فنادی باعلی صوته ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پایا، درآنحالیکہ ہم نے عصر کو موخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۴۲۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نے دو یا تین بار بلند آواز سے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [۱]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا ھریرۃ وکان یمر بنا والناس یتوضئون من المطھرۃ فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم قال ویل للاعقاب من النار۔ [۲]

محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے، اس وقت وہاں سے حضرت ابو ہریرہ گذرے تو انھوں نے کہا مکمل وضو کرو کیونکہ ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی قدمہ فابصرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوءک فرجع ثم صلی۔ [۳]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو، وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حمران ان عثمان بن عفان دعا بوضوء فتوضأ فغسل کفیہ ثلاث مرات ثم مضمض واستنثر ثم غسل وجھہ ثلاث مرات ثم غسل یدہ الیمنی الی المرفق ثلاث مرات ثم غسل یدہ الیسری مثل ذلک ثم مسح برأسہ ثم غسل رجلہ الیمنی الی الکعبین ثلاث مرات ثم غسل الیسری مثل ذلک ثم قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ نحو وضوئی ھذا۔ [۴]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے وضو کے لیے پانی منگایا اور وضو کرنا شروع کیا، تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی کی، اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پیر دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ ″ ″ ۱۳۸۵ھ

[۳] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵ ″ ″ ۱۳۷۵ھ

[۴] ″ ″ ″ ″ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰-۱۱۹ ″ ″ ″

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتھا یداہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرجت کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء او مع اخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو، اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی وہ اپنے پیروں سے چلا تھا، حتی کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال سالت الاسود اکان عمر یغسل قدمیہ؟ قال نعم کان یغسلھما غسلا۔[2]

ابراہیم کہتے ہیں میں نے اسود سے سوال کیا: کیا حضرت عمر پیروں کو دھوتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! وہ پیروں کو دھوتے تھے۔!

عن ابن غریاء ان عمر بن الخطاب رای رجلا غسل ظاھر قدمیہ وترک باطنھما فقال لم ترکتھا للنار۔[3]

ابن عرباد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا حضرت عمر نے فرمایا تم نے ان پیروں کو آگ کے لیے کیوں چھوڑ دیا۔

عن الحارث عن علی غسل القدمین الی الکعبین۔[4]

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔

عن ابی حیۃ قال رایت علیا توضأ فغسل قدمیہ الی الکعبین وقال اردت ان اریکم

ابو حیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی نے وضو کیا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور کہا میں

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۶، 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۶، 〃 〃 〃

طهور نبيكم صلى الله عليه وسلم [1]

نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

عن عكرمة عن ابن عباس انه قرأ وارجلكم يعنى رجع الامر الى الغسل [2]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے قرأت کی وارجلکم یعنی انھوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔

عن الربيع قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتينا فيتوضأ فيغسل رجليه ثلاثا ثلاثا [3]

ربیع بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے، آپ وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

عن محمد بن محمود قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا اعمى يتوضأ فغسل وجهه ويديه فجعل النبى صلى الله عليه وسلم يقول باطن قدميك فجعل يغسل باطن قدميه [4]

محمد بن محمود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ، تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔

عن عبد الملك عن عطاء قال قلت له ادركت احدا منهم يمسح على القدمين قال محدث [5]

عبدالملک عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے، انھوں نے کہا وہ بدعتی ہے۔

عن يزيد مولى سلمة كان سلمة يغسل قدميه [6]

سلمہ کے غلام یزید بیان کرتے ہیں کہ سلمہ پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب

علماء شیعہ نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، سو اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا اور

1۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
2۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۶، 〃 〃 〃
3۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۷، 〃 〃 〃
4۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۷، 〃 〃 〃
5۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۷، 〃 〃 〃
6۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۷، 〃 〃 〃

جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔

اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں، یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضوء میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضوء کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو لیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

بَابُ وُجُوبِ اِسْتِيْعَابِ جَمِيْعِ اَجْزَآءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ

تمام اعضاءِ وضوء کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب

۴۸۳ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَعْيَنَ قَالَ مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا تَوَضَّاَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰى قَدَمِهٖ فَاَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلّٰى۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضوء کیا اور اپنے پیر میں ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اچھی طرح وضوء کرو، وہ واپس گیا اور پھر نماز پڑھی۔

وضوء اور تیمم میں اعضاءِ طہارت کے کسی جزء کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضوء میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے، ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضوء صحیح نہیں ہوگا، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیمم بھی وضوء کی طرح صحیح نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں: (۱) اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۲) اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۳)۔ اگر چوتھائی یا اس سے کم عضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی، اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تعلیم دینی چاہیے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضوء میں پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جس شخص کا وضوء میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔ [1]

بَابُ ۹۱ خُرُوْجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوْءِ

٤٨٥ ـ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَّدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ۔

وضوء کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن وضو کرتا ہے تو جس وقت چہرہ دھوتا ہے تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گرتا ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے گرتے ہیں اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں سے کیے تھے، اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو جیسے ہی اس کے پیروں سے پانی گرتا ہے اس کے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے پیروں سے کیے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

---

٤٨٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيِّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جسم حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ جب تک وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ ہو، قاضی عیاض نے کہا گناہ جھڑ جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، کیونکہ گناہ اجسام نہیں ہیں حتی کہ ان کا جسم سے نکلنا یا جھڑنا متصور ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٢٥، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

کہ گناہ کرنے سے دل میں جو سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے نیز اس حدیث میں پیروں کے دھونے کا ذکر ہے، اس میں رافضیوں کے اس قول کا رد ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔ [1]

بَابُ ۹۳ اِسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ

اعضاء وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب

۴۸۷۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيلَهُ۔

نعیم بن عبد اللہ مجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انھوں نے اپنا چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ بازو تک دھویا پھر بایاں ہاتھ بازو تک دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر بایاں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اس حال میں اٹھو گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر وضو مکمل کرنے کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے، لہٰذا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ اپنے ہاتھوں، پیروں اور چہرہ کی سفیدی اور چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۴۸۸۔ وَحَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ

نعیم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور لگتا تھا کہ وہ اپنے کندھوں کو بھی دھو ڈالیں گے، پھر انھوں نے اپنے پیروں کو دھویا حتیٰ کہ پنڈلیوں کو بھی دھو ڈالا، پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا.

میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثار وضوء سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور ہوں گے جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے میں انھیں آواز دوں گا "ادھر آؤ" پھر کہا جائے گا "انھوں نے آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا" پھر میں کہوں گا "دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ"

۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ فَلَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے مومنو! السلام علیکم ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا خَلَفٌ يَعْنِي ابْنَ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ يَا بَنِي فَرُّوخَ أَنْتُمْ هٰهُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هٰهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ۔

ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھنے کے لیے وضوء کر رہے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ دھونے لیے بڑھاتے یہاں تک کہ ہاتھوں کو بغلوں تک دھو ڈالتے میں نے کہا اے ابوہریرہ! یہ آپ کس طرح وضوء کر رہے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عجمی کے بچے! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضوء نہ کرتا میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا مومن کے اعضاء میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضوء کا پانی پہنچے گا۔

یہ میرے صحابہ ہیں، پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دیگا کیا آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں نئی باتیں نکالی تھیں۔

۴۹۱- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَذُودُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ حَوْضِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَتَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن سے لے کر مقام ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اپنے حوض سے دوسرے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جس طرح کوئی شخص پرائے اونٹوں کو اپنے حوض سے دور کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے فرمایا ہاں تم میرے حوض پر جب آؤ گے تو تمہارے چہرے اور ہاتھ پیر آثار وضو سے سفید اور چمک دار ہونگے اور یہ علامت تمہارے سوا اور کسی میں نہیں ہوگی۔

۴۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے اور سفید ٹانگوں والے (پنج کلیان) ہوں سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں سے شناخت نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میری امت جس وقت

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِيْ يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ۔

نے فرمایا ہے، قیامت کے دن میری امت کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے لہٰذا تم میں سے جو شخص اس سفیدی اور چمک کو زیادہ کر سکتا ہو اس کو زیادہ لمبا کرے۔

۴۸۹۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ نَا مَرْوَانُ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ حَوْضِيْ أَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَإِنِّيْ لَأَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ إِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن سے لے کر ایلہ تک کے فاصلے سے زیادہ بڑا ہے اور اس کا پانی برف سے زیادہ سفید، شہد ملے دودھ سے زیادہ شیریں ہیں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں سے زیادہ ہے اور میں دوسرے لوگوں کو اس حوض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے فرمایا ہاں تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری کسی امت میں نہیں ہوگی، تم جس وقت حوض پر میرے پاس آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے۔

۴۹۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَرِدُ عَلَيَّ أُمَّتِي الْحَوْضَ وَأَنَا أَذُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ إِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهٖ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّيْ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُوْنَ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ هٰؤُلَاءِ مِنْ أَصْحَابِيْ فَيُجِيْبُنِيْ مَلَكٌ فَيَقُوْلُ وَهَلْ تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت حوض پر آئے گی اور میں اس وقت دوسرے لوگوں کو حوض سے روک رہا ہوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو دور کرتا ہے، صحابہ کرام نے پوچھا یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہوگی جو کسی امت میں نہیں ہوگی تم جس وقت میرے پاس حوض پر آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور تم (امت دعوت) میں سے ایک گروہ کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے میں کہوں گا اے میرے رب!

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غرہ اور تحجیل (چہرے ہاتھوں اور پیروں کی سفیدی) کی زیادتی کے حصول کے لیے اعضاء وضو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

غرہ کی تطویل کا مطلب یہ ہے کہ سر کے مقدم حصہ میں سے کچھ اجزاء کو دھونا، اور جو حصہ چہرہ سے متجاوز ہو اس کو دھونا، اور تحجیل میں زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ مقدار کو دھونا، ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہ بالاتفاق مستحب ہے، البتہ مستحب کی مقدار میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ بغیر کسی تعیین کے کہنیوں اور ٹخنوں کی زیادہ مقدار کو دھونا مستحب ہے۔

۲۔ نصف کلائی اور نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔

۳۔ کندھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے۔

اس باب کی احادیث میں ان تمام اقوال کی گنجائش ہے، علامہ ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنے سے زیادہ کو دھونا مستحب نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے، یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنی اور ٹخنے سے زیادہ دھونا ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے گا تو ان احادیث سے اس کا رد کر دیا جائے گا۔[1]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تمام اعضاء وضو میں مبالغہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پورا پورا وضو کرو" کلی کرنے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو منہ کی تمام گہرائیوں میں اچھی طرح پھرایا جائے، اور حلق تک پانی کو لایا جائے اور اس کو نگلنا بھی جائز ہے، اور باقی اعضاء میں مبالغہ یہ ہے کہ انگلیوں میں خلال کیا جائے اور اعضاء کو خوب مل مل کر دھویا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب ہاتھ دھوتے تو کندھوں تک دھوتے اور جب پیر دھوتے تو پنڈلیوں تک دھوتے پھر انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت قیامت کے دن آئے گی دراں حالیکہ وہ وضو کے اثر سے غر محجل ہوگی، سو تم میں سے جو شخص اپنے غرہ (سفیدی) کو لمبا کرنا چاہتا ہو وہ کرے، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[2]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بغل اور پنڈلی تک وضو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مومن کا وضو پہنچتا ہے وہاں تک مومن کا زیور پہنچے گا، قاضی عیاض (مالکی) نے کہا کہ لوگوں کا اس کے خلاف پر اجماع ہے ورنہ وضو کی حدود سے تجاوز ہو گا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے وضو میں زیادتی کی اس نے تعدی اور ظلم کیا، دوسرے علماء نے حضرت ابوہریرہ کے اس فعل کو مذہب بنا لیا، حضرت ابوہریرہ کا یہ فعل ان کی انفرادیت ہے، انہوں نے اس فعل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط کیا ہے: انتم الغر المحجلون "تم سفید منہ اور سفید ہاتھ پیر والے ہو" [1]

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ وضو کی حدود مقررہ سے زائد دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں غلو ہے، مستحب یہ ہے کہ انسان دائم الوضوء رہے اور وضو کی تجدید کرتا رہے اور اسی کا نام اطالۃ الغرۃ (سفیدی کو لمبا کرنا) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اطالۃ الغرۃ کے دو معنی ہیں ایک مقررہ حد سے زیادہ دھونا یہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، دوسرا دائم الوضوء رہنا، یہ ان کے نزدیک مطلوب ہے۔ [2]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں غرہ اور تحجیل کی زیادتی کے لیے اعضاء وضو کو حد سے آگے تک دھونا مستحب ہے۔

علامہ ابن بطال اور علامہ قاضی عیاض کے اوہام سے یہ ہے کہ انہوں نے بغلوں تک وضو کرنے کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے، اور اس نظریہ میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی گرمیوں میں بغلوں تک ہاتھ دھوتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ ابن بطال اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

من زاد علی ھذا او نقص فقد اساء و ظلم۔ جس نے وضو میں اس پر زیادتی یا کمی کی، اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ اس حدیث میں تعداد کی زیادتی یا کمی مراد ہے مثلاً جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا یا کم دھویا یعنی یہ سمجھا کہ تین دفعہ دھونا تطہیر کے لیے کافی نہیں یا تین دفعہ سے کم دھونے کو واجب سمجھا، اسی طرح علامہ ابن بطال کی یہ تاویل بھی باطل ہے کہ غرہ اور تحجیل کے طول سے اس کا دوام مراد ہے، کیونکہ طول کا معنی دوام کرنا بداہتہً باطل اور فاسد ہے۔ [3]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غرۃ اور تحجیل میں طول کو طلب کرنے کا بیان ہے، اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ٦٦٨ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ٦ ص ٨٤ - ٨٦، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ١ ص ٢٥٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤٠٥ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ٢ ص ٢٥٠ - ٢٤٩، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ١٣٤٨ھ

غرہ کو لمبا کرنا مقررہ حد سے زیادہ دھونے سے حاصل ہوگا اور حلیہ میں مذکور ہے تحجیل ہاتھوں اور پیروں میں ہوتی ہے اور ہمارے فقہاء نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ لہ

حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال

اس حدیث میں ہے: فرشتے کہیں گے کیا آپ نہیں جانتے ہیں انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے: اور ایک روایت میں ہے انھوں نے آپ کے بعد دین بدل دیا تھا پھر میں کہوں گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔"

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آنے والے منافق اور مرتد تھے اور یہ ممکن ہے کہ پہلے ان کا غرہ اور تحجیل کے ساتھ حشر کیا گیا ہو اور چونکہ ان کے ہاتھوں اور پیروں پر مومنوں کی علامات تھیں اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو اصیحابی اصیحابی (میرے صحابہ، میرے صحابہ) تب آپ سے یہ کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے (شفاعت کا) وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا، یعنی انھوں نے جو اسلام ظاہر کیا تھا اس پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۲۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن تھے، پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے اور ہر چند کہ ان پر غرہ اور تحجیل کی علامت نہیں ہوگی، لیکن چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے زمانہ میں پہچانتے تھے اور ان کو مسلمان جانتے تھے اس وجہ سے ان کو بلائیں گے، تب آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تو آپ کے بعد مرتد ہو چکے ہیں۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کا توحید پر خاتمہ ہوا، یا وہ اہل بدعات مراد ہیں جو اپنی بدعات کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے اس قول کی بناء پر قطعیت سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حوض سے دور کیے جانے والے جہنمی تھے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غرہ اور تحجیل کا ہونا ممتنع نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غرہ اور تحجیل کا ہونا ممتنع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آپ کے بعد کے لوگ ہوں لیکن آپ نے ان کو علامت سے پہچان لیا ہو۔ علامہ حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ جن لوگوں

لہ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی ہے ان کو حوض سے دور کیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور باقی اصحاب اہواء ہیں، اسی طرح جو لوگ حد سے زیادہ ظلم کرتے ہیں حق کو چھپاتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں ایسے تمام لوگ اس خطرہ میں ہیں کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ [1]

بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات

بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہوتا تو آپ حوض پر آنے والے ان مرتدین کو اصحابی نہ فرماتے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انھیں اصحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابی سے پہلے ہمزہ استفہام کا محذوف ہو یعنی کیا یہ میرے اصحابی ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ، اعمال نامے بائیں ہاتھ میں، آنکھیں نیلی، چہرے تاریک اور مرجھائے ہوئے ہیں یہ میرے صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہوگا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرما دیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امام بزار نے اپنی مسند میں سند جید کے ساتھ یہ روایت کیا ہے:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔	میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، سو جو اچھے اعمال ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو برے اعمال ہوں میں تمہارے لیے ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد تھے، اور صحیح مسلم کے اس باب کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں، اس تعارض کے چند جوابات ہیں:

۱۔ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھے عمل کیے یا برے عمل کیے اور معین طریقہ سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ فلاں امتی کا یہ عمل ہے، اس جواب کو علامہ ابی مالکی نے ذکر کیا ہے، یہ جواب بہت بعید ہے کیونکہ امام ابن المبارک نے سعید بن مسیب سے یہ روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے امتیوں کو ان نشانیوں اور ان اعمال سے پہچانتے ہیں۔

۲۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اصیحابی کی ندا فرمانا ان میں زیادہ حسرت اور افسوس پیدا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ جب آپ نے ان کو اصیحابی کی ندا کی تو ان کو نجات کی امید پیدا ہو گئی اور سحقاً سحقاً فرمانے سے وہ امید منقطع ہو گئی اور امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا اس کی بہ نسبت زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہے جس کو پہلے امید ہی نہ ہوئی ہو، اور فرشتوں کا یہ کہنا "انھوں نے آپ کے بعد دین تبدیل کر دیا تھا" اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ان کی امید توڑنے اور عذاب میں زیادتی کے لیے تھا، یہ احتمالی جوابات ہیں جن کو علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں ذکر کیا ہے۔

الشیخ عثمانی لکھتے ہیں: (میں کہتا ہوں کہ مسند بزار کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد سے وہ شخص امت اجابت سے خارج ہو جاتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ اس کے اعمال آپ پر پیش نہ کیے جاتے ہوں، نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں یا وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ برے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور ارتداد لائق حمد ہے نہ لائق استغفار، لائق حمد نہ ہونا تو ظاہر ہے اور لائق استغفار نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتداد سے کم تر گناہ کے لیے استغفار سے منع فرما دیا:

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم۔ (توبہ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ (وہ مشرک) دوزخی ہیں۔

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے میدان حشر میں ان کو نہیں پہچانا اور ان کو اپنا صحابی گمان فرمایا، ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ حدیث میں جو ہے مجھ پر امت کے برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جن پر میں استغفار کرتا ہوں، اس کا محمل یہ ہے کہ جو لائق استغفار ہوں ان پر استغفار کرتا ہوں، یعنی آپ پر امت کے تمام برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے جو لائق استغفار ہوں ان پر آپ استغفار کرتے

۱ ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳، ۴۱۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

ہیں اور جو لائق استغفار نہ ہوں ان پر آپ استغفار نہیں کرتے کیونکہ بعض دیگر احادیث میں بغیر استغفار کے بھی برے اعمال کا ذکر ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد ولا تدفن۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اپنی امت کے تمام اعمال پیش کیے گئے، اچھے عمل بھی اور برے عمل بھی، میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ مسجد میں بلغم تھوکا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔

باقی رہا شیخ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے خارج ہوا ہے اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ کے فلاں امتی نے یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا علم اس کی ضد کے علم کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً دن کا علم رات کے علم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہوگا، وہ رات ہوگا، اسی طرح اسلام کا علم کفر کے علم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہوگا وہ کفر ہوگا، تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی تمام امت دکھا دی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں ہیں تو جب شیخ عثمانی کے بہ قول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں اور آپ کو ان کا علم ہو گیا رہا یہ کہ پھر آپ نے ان کو اصیحابی کیوں فرمایا تو اس کا یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استفہام تھا یا ان میں مزید حسرت، افسوس اور عذاب واقع کرنے کے لیے تھا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے مزید جوابات اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ذکر کر دی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں ضرور دیکھ لیا جائے۔

مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان

حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مؤمنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں؛

اس حدیث میں قبرستان جانے، اہل قبور کی زیارت کرنے، ان کو سلام کرنے اور ان سے کلام کرنے کا ثبوت ہے، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے: جو مسلمان بھی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ [1]

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا: ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شک کی وجہ سے ان شاء اللہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے ذکر سے تبرک حاصل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

ولا تقولن لشیء انی فاعل ذٰلک غدا الا ان یشاء اللہ۔ (کہف: ۲۴)

اور کسی کام کے متعلق آپ ہرگز (یوں) نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ان شاء اللہ (کہیں)

لہٰذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۳۔ علامہ ابو عمر نے کہا کہ جس کام کا ہونا واجب اور ضروری ہو اس میں بھی ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ۔ (الفتح: ۲۷)

ان شاء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور بہ ضرور داخل ہوگے۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۵۔ جو شخص کلام کا عادی ہو وہ مستقبل میں ہونے والے کلام کے متعلق عادۃً ان شاء اللہ کہتا ہے۔

بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق

اسی حدیث میں ہے: میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا، جائز ہے خصوصاً خیر کے لیے اور فضلاء سے ملاقات کے لیے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۸۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

نے ان کو دنیا کی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کی ہو۔ [1]

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی تمنا کیسے کی؟ دراں حالیکہ آپ حیات تھے اور ان لوگوں کا وجود صرف علم الٰہی میں تھا خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا اور معدوم دکھائی نہیں دیتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے اور معدوم چیز کا علم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کی مثال دکھائی دی جائے جس طرح دیوار کے عرض میں آپ کو جنت کی مثال دکھا دی گئی تھی، اور آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو روئے زمین کے تمام مشارق اور مغارب دکھا دیے گئے ہیں، اور بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کا اختلاف نہیں ہوتا، اور جو چیزیں اپنے اپنے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو بہ یک وقت دیکھتا ہے اسی طرح حالت تجلی میں انبیاء علیہم السلام کا علم ہوتا ہے کیونکہ وہ بشری کدورتوں سے مصفیٰ ہو کر پیدا ہوئے تو وہ عالم موجودات کے لیے آئینہ بن گئے، ان کے دل میں تمام حقائق اور دقائق منکشف ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیت اس خاص وقت میں ہوتی ہے، جب ان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے علم کی تجلی ہوتی ہے اس وقت وہ ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو، اور بعد میں پھر اپنی عام حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور جب کہ تجلی اور کشف کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی، اس لیے آپ نے یہ تمنا کی کہ آپ کو آپ کے وہ امتی دکھا دیے جائیں جو بعد میں آنے والے ہیں اور آپ اس آن میں ان کو دیکھ لیں۔ [2]

حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا بلکہ تم میرے صحابی ہو، اس قول سے ان کے (دینی) بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی زائد فضیلت کو ذکر فرمایا اور وہ صحابیت ہے، لہٰذا صحابہ (دینی) بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی ہیں صحابی نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: انما المؤمنون اخوۃ "اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مومن آپس میں بھائی ہیں"۔ [3]

میرے استاذ محترم حضرت علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ نے فرمایا اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحب فضیلت شخص کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ذکر کیا جائے بلکہ اس کے وصف مخصوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، کیونکہ دینی بھائی کا وصف صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں میں عام اور مشترک تھا اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ پسند نہیں فرمایا بلکہ ان کے وصف مخصوص صحابیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اسی لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے، کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو پسند نہیں کیا کہ جو ان میں اور بعد کے مسلمانوں میں مشترک تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا جس کی مسلمانوں کے ساتھ بھی تخصیص نہیں کیونکہ بشر تو کفار اور منافقین بھی ہیں، اس لیے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ کے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ کو افضل البشر، سید البشر، رحمۃ للعلمین، قائد المرسلین وغیرہا القاب کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے

حدیث نمبر ۴۹۴ میں ہے: حضرت ابوہریرہ نے کہا: اے عجمی کے بچے! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضوء نہ کرتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مقتداء اور پیشوا کو جاہلوں اور عام لوگوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کسی ضرورت یا مصلحت کی وجہ سے شریعت میں مباح ہوتا کہ عام لوگوں کو اس سے وسوسہ نہ ہو اور وہ کسی ضرورت کے بغیر اس رخصت پر عمل کرنا نہ شروع کر دیں یا وہ اس رخصت کے ساتھ فرض کا معاملہ نہ کرنے لگیں۔[1]

باب ۹۳ فَضْلِ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ — تکلیف کے وقت مکمل وضوء کرنے کی فضیلت

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوْبَ نَا إِسْمٰعِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتاؤں جس سے تمہارے گناہ مٹ جائیں اور جس سے تمہارے درجات بلند ہو جائیں صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضوء کرنا زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور تمہارے لیے یہی

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الرِّبَاطُ .

رباط ہے (یعنی اپنے آپ کو عبادت کے لیے پابند کر لینا)

۴۹۶ ۔ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِیْعًا عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ شُعْبَةَ ذِكْرُ الرِّبَاطِ وَفِیْ حَدِیْثِ مَالِكٍ ذَكَرَ مَرَّتَیْنِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ .

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں رباط کے لفظ کو دو بار فرمایا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رباط کا معنی ہے کسی چیز کو کسی جگہ محبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس طاعت پر محبوس کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افضل رباط ہے جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد، جہاد النفس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رباط متیسّر ہے، یعنی یہ رباط کی اقسام سے ہے۔ [1]

بَابُ ۹۴ السِّوَاكِ

مسواک کا بیان

۴۹۷ ۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ وَّعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَفِیْ حَدِیْثِ زُهَیْرٍ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار معلوم نہ ہوتا، اور ایک روایت میں ہے اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

---

۴۹۸ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَیْحٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ كَانَ یَبْدَاُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَهٗ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ .

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا: "مسواک"

---

۴۹۹ ۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِیُّ

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ بَدَءَ بِالسِّوَاكِ۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔

۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَرِيْرٍ الْمَعْوَلِيُّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسواک کی ایک طرف آپ کی زبان پر تھی۔

۵۰۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو منہ کو مسواک کے ساتھ صاف کیا کرتے تھے۔

۵۰۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَاَبُوْ مُعٰوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَقُوْلُوْا لِيَتَهَجَّدَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک کرتے تھے۔

۵۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَحُصَيْنٍ وَالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک سے منہ صاف کرتے تھے۔

۵۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات گزری وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے رات کے اخیر حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَقَامَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَخَرَجَ فَنَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ حَتّٰی بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ اِلَی الْبَیْتِ فَتَسَوَّکَ وَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَنَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّکَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی۔

وسلم اٹھے، سورۂ آل عمران کی یہ آیت ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنہار سے فقنا عذاب النار تک پڑھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر لوٹ گئے پھر آپ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت دوبارہ پڑھی، پھر مسواک کی اور وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

مسواک کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

ائمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو سواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔

مسواک کے متعلق احکام شرعیہ

مسواک کرنا سنت ہے، اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت، خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔ (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔
۲۔ وضو کرنے کے وقت۔
۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔
۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔
۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے، یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے، یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ دار کے منہ کی بو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت

کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔ (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں) اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا مسواک کرنا وضو کا جز ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمٰن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔"

مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے) یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے، ہدایہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابوحامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، مغنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کر دے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لیے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر لے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ [1]

منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے

امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک کے قائم مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تجزی من السواک الاصابع۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبدالحکم القسملی البصری ہے وہ حضرت انس اور حضرت ابوبکر سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، لیکن عیسیٰ بن شعیب نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجزی الاصابع مجزی السواک۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فهل دون ذلک من شیء قال اصبعاک سواک عند وضوئک تمر هما علی اسنانک انه لا عمل لمن لا نیة

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے وضو کے وقت

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱

له ولا اجر لمن لا حسبة له۔ [1]

تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاصبع تجزی من السواک۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہوگیا کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لیے منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کر لیے جائیں تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔

احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا

حدیث نمبر ۴۹۷ میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ [3]

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الٰہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

کتاب الطہارۃ سے لے کر اس باب تک کی شرح بریڈ فورڈ برطانیہ میں لکھی گئی اور میں نے حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان محبوبی بانی صفۃ الاسلام بریڈ فورڈ کی لائبریری سے استفادہ کیا۔ میں بیس جولائی ۱۹۹۳ء کو تبلیغی دورہ پر برطانیہ گیا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان واپس آگیا۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۲۔ " " " " " ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱،

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ۹۵ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

بعض سنتوں کا بیان

٥٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں ترشوانا۔

٥٠٦ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الِاخْتِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کاٹنا اور بغل کے بال نوچنا۔

٥٠٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں ترشوانے ناخن کاٹنے، بغل کے بال نوچنے، زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

٥٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹاؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

٥٠٩ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں مونچھیں مٹانے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

أُمِرْنَا بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ ۔

۵۱۰ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللِّحَى ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹا کر اور ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرو۔

۵۱۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آتش پرستوں کی مخالفت کرو، مونچھیں ترشواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكِيعٌ انْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں سنت ہیں مونچھیں ترشوانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا، راوی دسویں سنت بیان کرنا بھول گیا، لیکن اس کا خیال ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

۵۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُوهُ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان کر کے فرمایا، اس سند کے ساتھ بھی حسب سابق حدیث مروی ہے۔

دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: اس حدیث میں فطرت سے مراد سنت ہے، قاضی عیاض نے بھی یہی کہا ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی سُنتیں

ہیں۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض حدیثوں میں ہے پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں اور بعض میں ہے دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، ان میں سے کسی عدد میں حصر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے من الفطرۃ فرما کر عدم انحصار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے؟ ابو سلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے، علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم الصلوات کی سنتوں میں سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے۔ ان امور میں سے اکثر چیزیں علماء کے نزدیک واجب نہیں ہیں اور بعض امور میں اختلاف ہے، مثلاً ختنہ کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے وجوب میں اختلاف ہے اور واجب کا غیر واجب کے ساتھ مذکور ہونا ممتنع نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كلوا من ثمره اذا اثمر واتوا حقه يوم حصاده. (انعام: ۱۴۱)

جب وہ پھلدار ہو تو اس کے پھل کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں دو حکم ہیں، پھل کھانے کا اور پھلوں کا حق یعنی عشر ادا کرنے کا، پھل کھانا واجب نہیں ہے، اور عشر ادا کرنا واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر ہو سکتا ہے۔ [2]

علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے عشر من الفطرۃ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے تصریح کر دی ہے کہ یہ دس سنتیں ہیں، اب اگر ختنہ، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو واجب کہا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کی مخالفت لازم آئے گی، اس کے برعکس علامہ نووی نے استدلال میں جو آیت پیش کی ہے اس میں اس قسم کے کسی معین عدد کی تصریح نہیں ہے، یہ درست ہے کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب ان کے متعلق کسی عدد کی تعیین نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے لیکن جب دس امور کا ذکر کیا جائے اور یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ دس سنت ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو پھر ان میں سے بعض کو واجب کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

حدیث میں مذکور دس امور کے احکام شرعیہ اور مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہوتا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرا دے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، خنثیٰ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا مذکر یا مونث ہونا معلوم نہ ہو اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آلہ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا ختنہ کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مر جائے تو اس میں تین قول ہیں، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔ لے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے، اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبداللہ نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے، حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز، حسن بصری اس پر رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لیے مختون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے، اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسل وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ حنبل نے کہا میں نے ابو عبداللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انھوں نے کہا اس کے لیے ختنہ ضروری ہے میں نے پوچھا اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟ انھوں نے کہا ان کے لیے ختنہ کرانا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ملة ابيكم ابراهيم۔ (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

(حج: ۷۸)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

لے علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علیہ وسلم اذا جلس بین شعبھا الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھوئے تو غسل واجب ہو جاتا ہے ۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکریم ہے ۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے ۔ (یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے ۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، جصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے مکرمت (فضیلت) ہے ۔[3]

عالمگیری میں ہے:

ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے، غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے یہی مختار قول ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے، شمس الائمۃ الحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے (خزانۃ المفتین) صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۴-۶۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کر لے، ورنہ چھوڑ دے ہاں اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں، بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ [1]

(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افضل بال مونڈنا ہے، اور بال کاٹنا بھی جائز ہے، اور نوچنا بھی جائز ہے اور چونے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے، (اسی طرح کسی اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ آلہ تناسل اور اس کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے، اور ابوالعباس بن سریج سے منقول ہے کہ حلقہ دبر کے ارد گرد جو بال ہوں ان کو بھی کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور پچھلی دونوں شرمگاہوں اور ان کے ارد گرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ جب بال لمبے ہوں ان کو کاٹ لیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے، بغل کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے جب بال اور ناخن بڑھ جائیں ان کو کاٹ لیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل اور زیر ناف بال نوچنے کے متعلق ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے، ابوعبداللہ سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے؟ کہا انشاء اللہ اس کو یہ عمل کافی ہو گا، پوچھا گیا اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے کہا اس کی طاقت کون رکھتا ہے اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کرے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر مطلع ہونے دے۔ مروزی نے کہا ہے کہ ابوعبداللہ گھر میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے۔ بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے

---

[1] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۷، مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

——— اگر ان بالوں کو مونڈ لیا یا چونے سے صاف کر لیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ہروی نے کہا ہے کہ استحداد کا معنی ہے استرے سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے (علامہ ابی فرماتے ہیں) مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے زیر ناف بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچ لے اور مونچھوں کو لمبا نہ ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشے۔ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ [2]

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ [3]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے ناف کے نیچے سے بال مونڈنا شروع کرے، اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور کیمیائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاوی غرائب میں ہے، اشباہ میں مذکور ہے کہ عورتوں کے لیے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے۔ بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ مونڈے، امام ابو یوسف نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مضمرات میں ہے، بھنوؤں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ مونث کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے، علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے لیے ناخن تراشنے، مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں، یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ [4]

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ، ات
[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، ۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ، در مختار ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ
[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ ھ

مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوائے اس کے برعکس بغل کے بال اور زیر ناف بال دوسرے سے کٹوانا مروت اور حیاء کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے جن روایات میں ہے "احفوا الشوارب، مونچھوں کو مٹاؤ" ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لیے احفاء کا لفظ ہے، بعض میں جز کا اور بعض میں انہاک کا لفظ ہے قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء کرخیین اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کر دی جائیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

(علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے مدخل کو مونچھیں کم کر کے صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہٰذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مغاربہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ازیں مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احفاء کا امر کیا گیا ہے، رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ ابوالحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف ڈاڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔ [2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں اور مٹانا اولیٰ ہے۔ ۱؎

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبد اللہ، سعید بن جبیر اور اسحق کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹا نہیں جائے گا کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دلہنوں کو سنوارتے ہو، اور دلہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح المنظر ہوگی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)۔ ۲؎

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھنوؤں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے، ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لیے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو (غیاثیہ)۔ ۳؎

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں مونڈنا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ ۴؎

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

ملتقیٰ میں مذکور ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے، مجتبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور اس قول کو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔ ۵؎

۱؎ ۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲؎ ۔ علامہ عبد اللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳؎ ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۴؎ ۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علیٰ ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۵؎ ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مصنف کے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۱۲۸)، سنن ابو داؤد (ج ۲ ص ۳۰۰) سنن ابن ماجہ (ص ۱۶) اور مسند احمد (ج ۳ ص ۲۲۴، ۶۴، ۵، ج ۴ ص ۴۲۵، ۴۲۲، ۴۲۳) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔

ڈاڑھی کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اللحية اسم يجمع من الشعر ما نبت على الخدين والذقن۔[1]

رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگے ہوئے بالوں کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اعفاء اللحیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا، یعنی ڈاڑھی کو بڑھانا، اہل فارس ڈاڑھی کترتے تھے، شریعت نے اس سے روک دیا، علماء نے ذکر کیا ہے کہ ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ غرض جہاد کے بغیر ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا۔ ۲۔ صالحین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی عمل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لیے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنفقہ کے بال کاٹ کر ڈاڑھی کو کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لیے ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ زہد کے اظہار کے لیے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے پراگندہ رکھنا۔ ۱۰۔ اظہار مشیخت کے لیے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لیے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو مونڈنا، ہاں اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، اوفوا، ارخوا، ارجوا، وفروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کتروانا اور ڈاڑھی کو جلانا مکروہ ہے البتہ ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لمبا کر کے رسوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۴۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔ [1]

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کتروانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کتروانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد تسنیع تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

علامہ ابی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ "ڈاڑھی چھوڑ دو" اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہو گی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لیے تھوڑی سی کاٹ لی جائے، اس لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ ابو الولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ المنتقی ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالكية والحنابلة حلقها ولا يكره ما زاد على القبضة ولا اخذ ما تحت حلقه لفعل ابن عمر. [1]

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر نے یہ بال کاٹے تھے۔

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابو عیسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں، امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔ [2]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اعفوا اللحی کا کیا معنی ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعفاء اکثار ہے اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۲۵-۱۳۲۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی داڑھی کو چھوڑا ہوا تھا آپ نے اس کی داڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو داڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوار دو یا خراب کر دو تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد داڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ داڑھی کو طولاً عرضاً کاٹے اور داڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے اور انہوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک داڑھی عرف اور لوگوں کی عادت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹے اور عطاء نے کہا کہ جب داڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے تو اس کو طول اور عرض سے تھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم طولاً وعرضاً داڑھی کو کاٹتے تھے۔ [۱]

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بہ الجمہور علی ان الاولی ترک اللحیۃ علی حالہا وان لا یقطع منہا شیٔ وھو قول الشافعی واصحابہ وقال عیاض یکرہ حلقہا وقصہا وتحذیقہا وقال القرطبی فی المفہم لا یجوز حلقہا ولا نتفہا ولا قص الکثیر منہا قال عیاض واما الاخذ من طولہا فحسن قال ویکرہ الشہرۃ فی تعظیمہا کما یکرہ فی قصہا وجزہا وقد اختلف السلف ھل لذلک حد فمنہم من لم یحدد شیئا فی ذلک الا انہ لا یترکہ بحد الشہرۃ ویاخذ منہا وکرہ مالک طولہا جدا ومنہم من حدد بما زاد علی القبضۃ فیزال ومنہم من کرہ الاخذ منہا الا فی حج او عمرۃ [۲]

اس حدیث (داڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ داڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ داڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ داڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو حد شہرت تک لمبا کرنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے (یعنی زیادہ کاٹنا) متقدمین کا — اس میں اختلاف ہے کہ داڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد شہرت کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ جب داڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے

---

[۱] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷ - ۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یفعل لتطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[1]

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وھو ای القدر المسنون فی اللحیۃ القبضۃ۔[2]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[3]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[4]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[5]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[6]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ینبغی ان یدرج فی اخذھا لتصیر مقدار قبضۃ علی ما ھو السنۃ والاعتدال المتعارف۔[7]

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ا ص ۱۳۴۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[5] علامہ عثمان بن زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، ج ا ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[6] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ا ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[7] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔ [1]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنۃ فیھا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ۔ [2]

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واما اللحیۃ فذکر محمد فی الآثار عن الامام ان السنۃ ان یقطع ما زاد علی قبضۃ یدہ۔ [3]

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

والقص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد رحمہ اللہ فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی وقال بہ ناخذ کذا فی محیط السرخسی۔ [4]

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات صریحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا مجوسیوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے [5] اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقدیر لو اخذ تم نواحی لحیتہ طولا وعرضا وترکتم قدر المستحب وھو مقدار القبضۃ وھی الحد المتوسط بین

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۵۵، ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول
[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹،
[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ
[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
[5] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الطرفین الذی صومین من ارسالہا مطلقا ومن حلقہا وقصہا علی وجہ استیصالہا۔[1]

(تو بہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانبوں میں حد متوسط ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے، لکھتے ہیں:

واستدل بہ الجمہور علی ان الاولی ترک اللحیۃ علی حالہا وان لا یقطع منہا شیء۔[2]

اس حدیث میں (اعفوا اللحی) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولی یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

امام ابوحنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلم فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے[3] اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔)

ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا، واجب کو کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے لہٰذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہٰذا اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ تھے، ان کی رائے میں خطا ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو فقیہ نہیں

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ، شرح مسند امام اعظم ص ٢١٠، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ١٣٠٧ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ١٢٠٥ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ٢ ص ٤١٩، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ١٣١١ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ، اشعۃ اللمعات ج ١ ص ٢١٢، ملخصاً، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

مانا گیا نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاویٰ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارات میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ عید واجب ہے اور اس کو سنت کہا گیا ہے اس کا اور دیگر شبہات کا جواب شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث۔[1]

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (الحدیث)

جب زبان رسالت سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر فرمان رسالت کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظم اور مکرم کیوں نہ ہو اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وقیع کیوں نہ ہوں اس کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث پر ترجیح نہیں دی جا سکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، کلی کرنا اور ختنہ کرنا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحۃً سنت قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کمی اور بیشی اور اپنی رائے کے دخل کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من وعن تسلیم کر لیا جائے اور از خود آپ کی حدیث میں کسی ترمیم اور تنسیخ کرنے کی جرأت نہ کی جائے کیونکہ ہم صرف مبلغ ہیں اور شارع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۴۰۸) اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگل کم ہو، اور معمولی اور

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

خفیف سی ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو خشخشی ڈاڑھی یا فرنچ کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً لمبی ڈاڑھی رکھنا چاہیے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کامل اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراط اور تفریط سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی چاہیے لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معلن کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے صراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۷۔۹) کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں، کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے، ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے، عطاء سے بھی یہی منقول ہے، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے کوئی طبعی غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضوء میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضوء میں اس طرح واجب نہیں ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضوء دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے، حسن، حکم، حماد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشر من الفطرۃ "دس چیزیں فطرت میں سے ہیں" اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح ڈاڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، نیز وجہ (چہرہ) اس کو کہتے ہیں جو مواجہہ (مخاطب کے

بالمقابل ہوتا اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ سنن دار قطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وضوء میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر چارہ نہیں، نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا، اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں ہے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لیے ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ [2] اور جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے [3]، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے پر مواظبت کی ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطرت کا معنی سنت ہے اور ختنہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ ختنہ بھی ہمارے نزدیک سنت ہے۔

(۸)۔ انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضوء کے ساتھ مختص نہیں ہے، کانوں کے سوراخ میں جو میل ہوتا ہے اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے، پسینہ اور گرد و غبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔ [4]

نیل پالش اور مہندی سے وضوء کا حکم

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں: اگر اعضاء وضوء پر مچھر یا پسو کی بیٹ لگی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (کیونکہ اس سے بچنا عادۃً ممکن نہیں ہے، شامی) اور مہندی، میل، تیل اور چکناہٹ یا ناخن میں کیچڑ اور چکناہٹ ہو تو وہ بھی طہارت سے مانع نہیں ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے اگر اعضاء وضوء پر آٹا لگا ہو تو وہ طہارت سے مانع ہے کیونکہ اس میں لزوجت اور صلابت ہے

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۔ علامہ عبد اللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۹۳، " " ۱۴۰۵ھ
۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جو پانی کے نفوذ سے مانع ہے) اور اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو اتار دے یا اس کو ہلائے۔ [۱]
اعضاء وضو کو دھونا فرض ہے اس لیے اگر ان پر ایسی چیز لگی ہے جو جسم میں پانی کے نفوذ سے مانع نہیں ہے جیسے مہندی وغیرہ تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے اور اس پر وضو جائز ہے اور اگر ایسی چیز ہے جس کا جسم ہے اور وہ پانی کے نفوذ سے مانع ہے جیسے نیل پالش تو وہ طہارت سے مانع ہے اور اس پر پانی بہانے سے وضو نہیں ہو گا۔

(۹). مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء مسواک کے متعلق ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کے نزدیک مسواک کرنا واجب ہے اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور جیسا کہ احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے گذر چکا ہے کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا شرط نہیں ہے کسی چیز سے بھی دانت صاف کر لیے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۱۰). پانی سے استنجاء کرنا اس حدیث میں انتقاص الماء کا لفظ مذکور ہے اس کی تشریح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:
وکیع نے کہا اس سے مراد استنجاء ہے، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا مذاکیر (شرمگاہ) کو دھو کر پیشاب کو کم کرنا مراد ہے بعض علماء نے کہا یہ انتقاص ہے، انتضاح کا معنی ہے وضو کرنے کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑکنا تاکہ قطرہ نکلنے کا وسوسہ زائل ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ [۲]

بَابُ ۹۶ الْاِسْتِطَابَةِ

استنجاء

۵۱۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مشرکین نے کہا کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا ہاں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے، دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین سے کم پتھر استعمال کرنے سے، اور ہڈی یا گوبر سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے

---

[۱]۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[۲]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

٥١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَنَا بَعْضُ الْمُشْرِكِيْنَ اِنِّيْ اَرٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتّٰى يُعَلِّمَكُمُ الْخِرَاءَةَ فَقَالَ اَجَلْ اِنَّهٗ نَهَانَا اَنْ يَّسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِيَمِيْنِهٖ اَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَانَا عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ لَا يَسْتَنْجِيْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بعض مشرکین نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی بتاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے، قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے، گوبر یا ہڈی اور تین سے کم پتھروں کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٥١٦ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ اَوْ بِبَعْرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی یا مینگنی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٥١٧ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ سَمِعْتَ الزُّهْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَّلَا غَائِطٍ وَّلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ، خواہ پیشاب کرنا ہو یا پاخانہ، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کیا کرو، حضرت ابوایوب کہتے ہیں ہم ملک شام میں گئے تو وہاں قبلہ کی جانب بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، ہم وہاں قضائے حاجت کے وقت رخ بدل کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے۔

٥١٨ - وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِيْ ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ۔

أَحَدُكُمْ عَلَى حَاجَةٍ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا.

۵۱۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شِقِّيْ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ يَقُوْلُ النَّاسُ إِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُوْنُ لَكَ فَلَا تَقْعُدْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَلَقَدْ رَقِيْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ.

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب میں ان کی طرف مڑا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو کعبہ کی طرف منہ کرو اور نہ بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت فرما رہے تھے اور آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

۵۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيْتُ عَلَى بَيْتِ أُخْتِيْ حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَاعِدًا لِحَاجَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر گیا تو دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرما رہے تھے، آپ کا منہ مبارک شام کی طرف تھا اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔

۵۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَهُوَ يَبُوْلُ وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ پانی پیتے وقت برتن میں سانس لے۔

۵۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهٖ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔

٥٢٣ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بِيَمِينِهِ .

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے، اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

٥٢٤ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، مانگ نکالنے، اور جوتی پہنتے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

---

٥٢٥ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي نَعْلَيْهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے، خواہ وہ جوتی پہننا ہو کنگھی کرنا ہو یا وضو کرنا۔

---

٥٢٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے والوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ لعنت کرنے والے کون ہیں، آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے راستہ یا ان کے سایہ کی جگہ میں قضاء حاجت کرے۔ (یعنی یہ فعل لعنت ملامت کا سبب ہے۔)

٥٢٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ سِدْرَةٍ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو سب سے عمر میں کم تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے لیے پانی کا برتن لیا ہوا تھا، اس نے وہ برتن آپ کے پاس رکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کی، پانی سے استنجاء کیا، پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔

۵۲۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ وَّغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَآءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ نَّحْوِيْ اِدَاوَةً مِّنْ مَّآءٍ وَّعَنَزَةً فَيَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ میں اور ایک میرا ہم عمر لڑکا ہوتا تھا، اور ہم پانی کا برتن اور نیزہ لے کر ساتھ چلتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

۵۲۹۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهٖ فَاٰتِيْهِ بِالْمَآءِ فَيَتَغَسَّلُ بِهٖ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے اور میں آپ کے ساتھ پانی لے جایا کرتا تھا جس سے آپ استنجاء فرماتے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف

نووی لکھتے ہیں:

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، شعبی، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔

۴۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

(امام ابو حنیفہ کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحراء ہو یا بیت الخلاء۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

مانعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے

مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث، نیز انھوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی وجہ سے ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحراء میں بھی ہے، کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انھوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو رو بہ منہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کر لو۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انھوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے "ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔"

جن فقہاء نے صحراء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت الخلاء میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت مذکورہ سے بھی استدلال کیا ہے، نیز امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے مروان الاصفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی طرف منہ کر کے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا انھوں نے کہا اس سے صرف فضاء (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابوایوب، حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحراء پر محمول کر دیا جائے گا تاکہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتداءً بیت الخلاء قبلہ سے انحراف کر کے بنائے جائیں تو پھر کیا مشقت ہوگی؟ سعیدی غفرلہٗ) اور صحراء میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے رد کے لیے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے صراحۃً منع کیا ہے، جیسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں [۱]

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا، حضرت ابو ایوب کی حدیث کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث کو شہروں پر۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ صحراء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تحریم قرار دی اس نے صحراء اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ [۲]

علامہ مازری کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ قول، فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل میں شارع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ہوتی ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تعارض ہو تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحراء ہو یا شہر اور یہی قبلہ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابو ایوب نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دیکھے ہم کعبہ سے انحراف کر کے بیٹھتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے، اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ اور داؤد نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے، (میں کہتا ہوں کہ ممانعت کی احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں اور امام ترمذی کی یہ روایت ان کی تصریح کے مطابق حسن غریب ہے، اس لیے ممانعت کی احادیث اس حدیث پر مقدم ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انھوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، امام مالک، امام شافعی اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ محمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف پیٹھ تھی۔[۵]

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطاء واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، ثانیاً یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو ثالثاً یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی تعظیم ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے رابعاً جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مہذب ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۵۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولہا ظہرہ شرقوا او غربوا۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء آئے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ خواہ صحراء (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابو ثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ کے درمیان متعدد پہاڑ حائل ہیں خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ میں بالکلیہ موازنت نہیں ہے، امام شعبی نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضائے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو، یہ علت صحراء میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء سے روایت کیا ہے: میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور امام ابو داؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)

۳۔ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔

۴۔ امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔ [3]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۸۔۲۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

٥٣٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ بَالَ جَرِيرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ تَفْعَلُ هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ۔

٥٣١ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسٰى وَسُفْيَانَ قَالَ فَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ۔

موزوں پر مسح

ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا لوگوں کو یہ حدیث بہت پسند تھی کیونکہ حضرت جریر سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، (سورۂ مائدہ میں آیت وضوء ہے یعنی موزوں پر مسح کا حکم، پیر دھونے کے حکم کے بعد نازل ہوا ہے۔)

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

٥٣٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰى إِلٰى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ حَتّٰى قُمْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ۔

٥٣٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹنے لگا، آپ نے اشارے سے مجھے قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ

مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْمُوْسٰی یُشَدِّدُ فِی الْبَوْلِ وَیَبُوْلُ فِیْ قَارُوْرَةٍ وَّیَقُوْلُ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ كَانُوْا اِذَآ اَصَابَ جِلْدَ اَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهٗ بِالْمَقَارِیْضِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ صَاحِبَكُمْ لَا یُشَدِّدُ هٰذَا التَّشْدِیْدَ فَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰی فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا یَقُوْمُ اَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَیَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰی فَرَغَ۔

پیشاب کے معاملہ میں بہت احتیاط کرتے تھے اور ایک بوتل میں پیشاب کیا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جب کسی کی کھال پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کھال کو قینچی سے کاٹ ڈالتے تھے۔ حضرت حذیفہ نے یہ سن کر کہا میری خواہش ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اس قدر سختی نہ کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کے ایک ڈھیر پر جو ایک دیوار کے پیچھے تھا وہاں جا کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں دور ہٹنے لگا تو آپ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا، میں آکر آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا حتی کہ آپ فارغ ہو گئے۔

۵۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ عَنْ اَبِیْهِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِیْرَةُ بِاِدَاوَةٍ فِیْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَیْهِ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ رُمْحٍ فَكَانَ حِیْنَ حَتّٰی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاءِ حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے جب حضور قضاءِ حاجت سے فارغ ہو گئے تو حضرت مغیرہ نے پانی ڈال کر آپ کو وضو کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیَی ابْنَ سَعِیْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہاتھ پیر دھوئے اور سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۶۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیْمِیُّ قَالَ اَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ بَیْنَا اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں ایک رات کو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک نشیب میں

صلى الله عليه وآله وسلم ذات ليلة إذ نزل فقضى حاجته ثم جاء فصببت عليه من إداوة كانت معي فتوضأ ومسح على خفيه۔

اترے، قضاء حاجت کی ،پھر میں جو برتن ساتھ لے کر گیا تھا اس سے آپ کو وضو کرایا اور موزوں پر آپ نے مسح فرمایا۔

٥٣٧ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب قال أبو بكر نا أبو معاوية عن الأعمش عن مسلم عن مسروق عن المغيرة بن شعبة قال كنت مع النبي صلى الله عليه وآله وسلم في سفر فقال يا مغيرة خذ الإداوة فأخذتها ثم خرجت معه فانطلق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حتى توارى عني فقضى حاجته ثم جاء وعليه جبة شامية ضيقة الكمين فذهب يخرج يده من كمها فضاقت فأخرج يده من أسفلها فصببت عليه فتوضأ وضوءه للصلاة ثم مسح على خفيه ثم صلى۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مغیرہ پانی کا برتن ساتھ لے لو، چنانچہ میں برتن لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا، حضور مجھ سے بہت دور چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرما کر تشریف لائے آپ نے رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں بہت تنگ تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آستینوں سے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو ہاتھ نکل نہ سکے، پھر آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا پھر میں نے آپ کو نماز کے لیے وضو کرایا آپ نے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

٥٣٨ - وحدثنا إسحق بن إبراهيم وعلي بن خشرم جميعا عن عيسى بن يونس قال إسحق أنا عيسى بن يونس قال نا الأعمش عن مسلم عن مسروق عن المغيرة بن شعبة قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ليقضي حاجة فلما رجع تلقيته بالإداوة فصببت عليه فغسل يديه ثم غسل وجهه ثم ذهب ليغسل ذراعيه فضاقت الجبة فأخرجهما من تحت الجبة فغسلهما ومسح رأسه ومسح على خفيه ثم صلى بنا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاءً حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، جب آپ واپس آگئے تو میں پانی کا برتن لے کر آیا۔ تاکہ میں آپ کو وضو کراؤں، آپ نے ہاتھ دھوئے، چہرہ دھویا، پھر کلائیاں دھونے کے لیے ہاتھ جبہ سے نکالنے لگے مگر تنگ آستینوں کی وجہ سے آپ نے نیچے سے اپنے ہاتھوں کو نکال لیا، پھر آپ نے کلائیاں دھوئیں، سر کا مسح کیا، موزوں پر مسح کیا پھر ہم کو نماز پڑھائی۔

٥٣٩ - حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال نا أبي قال نا زكريا عن عامر قال أخبرني ابن المغيرة عن أبيه قال كنت مع النبي صلى الله

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سفر میں، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ فَقَالَ لِيْ اَمَعَكَ مَآءٌ قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

پانی ہے، میں نے کہا "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طرف چل پڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو وضو کرانا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ چونکہ آپ نے تنگ آستین کا جبہ پہنا ہوا تھا، اس لیے کلائیاں اس میں سے نہ نکل سکیں، پھر آپ نے نیچے سے کلائیاں نکالیں، پھر کلائیاں دھوئیں اور سر کا مسح کیا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے موزے اتاروں آپ نے فرمایا: "رہنے دو، میں نے ان کو باوضو پہنا تھا" پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ اَبِيْ زَآئِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ وَضَّاَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے موزے باوضو پہنے تھے۔

۵۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ قَالَ نَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا قَضٰى حَاجَتَهٗ قَالَ اَمَعَكَ مَآءٌ فَاَتَيْتُهٗ بِمِطْهَرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوْا فِي الصَّلٰوةِ يُصَلِّيْ بِهِمْ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پیچھے رہ گئے، آپ قضاء حاجت کر کے آئے اور پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا پھر جبہ میں سے کلائیوں کو نکالنا چاہا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے جبے کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور جبہ اتار کر کندھوں پر ڈال لیا، پھر کلائیاں دھوئیں اور پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا، اس کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم سے جا ملے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے اور عبدالرحمان بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا۔

تھے، جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انھوں نے پوری نماز پڑھائی جب انھوں نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہوکر وہ ایک رکعت پڑھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

٥٤٢۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر اور عمامہ پر۔

٥٤٣۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کرکے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

٥٤٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

٥٤٥۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ قَالَ حَدَّثَنِي بِلَالٌ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔

٥٤٦۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

عَلِیٌّ یَعْنِی ابْنَ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِی الْحَدِیْثِ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

اس باب کی احادیث میں موزوں پر مسح کا بیان ہے، علامہ بدرالدین عینی اس موضوع پر لکھتے ہیں:

ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البدائع نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ رافضیوں کا قول ہے، حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ہم شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دیتے ہیں اور دو دامادوں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن نہیں ہوگیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ پر رد کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہٰذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے، اسی وجہ سے علامہ کرخی نے کہا موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی کے حوالے کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس نے اس وقت مکروہ کہا جب ان کے نزدیک سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا اور جب یہ ثابت ہوگیا تو انھوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کاشانی نے کہا حضرت ابن عباس کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی مدار عکرمہ پر ہے اور جب عطاء کے پاس یہ روایت پہنچی تو اس نے کہا عکرمہ نے جھوٹ بولا اور عطاء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے اور موت سے پہلے انھوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا، علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد نے فرمایا پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شعبی الحکم اور اسحاق کا مذہب ہے اور علامہ مرغینانی

نے ہدایہ میں لکھا ہے موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

۱۔ موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔

۲۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (تنزیہی) ہے۔

۳۔ موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔ (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)

۴۔ تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

۵۔ مسافر کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے جائز نہیں ہے۔

۶۔ اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق، الحکم اور حماد نے کہا پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا دونوں مساوی ہیں، امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا امام مالک کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا ہو اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابواسحٰق السبیعی اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابوبکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ سینتیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراف میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین اور انصار اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۂ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے جب کہ حضرت جریر کا اسلام لانا متاخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو، اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے، علامہ خطابی نے کہا ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا تھا۔ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ آیت وضوء میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جس نے موزے نہ پہنے ہوئے ہوں۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

حدیث نمبر ۵۴۱ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وامسحوا برءوسکم (مائدۃ: ۶) "اپنے سروں پر مسح کرو" اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا، اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا، اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا، علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابو امامہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو درداء سے بھی یہی روایت ہے، عمر بن عبدالعزیز، حسن، قتادہ، مکحول، اوزاعی اور ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے، اور عروہ، نخعی، شعبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے کہا عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ [۱]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہوگئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا مفضول کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اور یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

---

[۱] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۶-۹۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۱] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نے بعض افرادِ امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابہ نے نماز کو اول وقت میں پڑھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھا دے بہ شرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو اور یہ کہ امام کو اس سے ایذاء نہیں پہنچے گی اور اس سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا، اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذاء پہنچے گی تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نمازیں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں، سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عبد الرحمن بن عوف کا نماز پڑھانے کو برقرار رکھنا اور حضرت ابوبکر کا پیچھے ہو جانا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے اور آپ اس لیے آگے نہیں بڑھے کہ قوم کی نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو، اور حضرت ابوبکر کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ ؁ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو انھوں نے نماز پڑھا دی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر کا عمل ہے۔

بَابُ ۹۶ التَّوْقِيْتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کی مدت

۵۴۷ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو ابْنِ قَيْسٍ الْمُلَائِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ اَسْاَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَاسْاَلْهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِّلْمُقِيْمِ قَالَ

شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا، حضرت علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

؁ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَكَانَ سُفْيَانُ إِذَا ذَكَرَ عُمَرَ أَثْنَى عَلَيْهِ ۔

۵۴۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۵۴۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتِ ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنِّي فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، پھر میں حضرت علی کے پاس گیا اور انھوں نے حسب سابق حکم بیان کیا۔

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت معین ہے سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے صحابہ اور تابعین کا بھی یہی منظر یہ ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انھوں نے ابوعمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت عائشہ سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا تو انھوں نے سائل کو حضرت علی کے پاس بھیج دیا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث، مفتی یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ [1]

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو، اور یہی ہمارا مذہب ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن لیے اور پھر باقی وضوء کیا اور اس کے بعد اس کا وضوء ٹوٹ گیا تو اس کے ۔ لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے اور وہ (ممانعت کا وقت) حدث کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدث کے لیے رافع بن جائیں گے ۔ (علامہ عینی فرماتے

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں:) طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے یا حدث کے وقت، ہو ہمارے نزدیک حدث کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک پہننے کے وقت۔

اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے، پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے باقی وضوء کرے پھر اس کے بعد جب اس کو حدث لاحق ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ [1]

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط

جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں

(۱) موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو۔ (بلکہ پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو۔ (در مختار)

۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک۔ طحطاوی) چلنا ممکن ہو۔

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔ [2]

یہ شرائط چمڑے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں سوتی موزوں میں نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر بغیر جوتوں کے اون کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے [3] نائلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جا سکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ [3]

بَابُ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ

باب ۹۹ ایک وضوء سے متعدد نمازوں کا جواز

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وضوء سے تمام نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا! آپ نے فرمایا میں نے یہ کام عمداً کیا ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۷۷-۷۶، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۲-۲۴۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جب تک انسان بے وضو نہ ہو وہ متعدد فرائض اور نوافل ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بعض علماء نے آیت وضو سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بے وضو ہونے کی قید مراد ہے۔ یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو درآں حالیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہوتا اس کو وضو کافی ہوتا تھا۔

۲۔ امام بخاری نے سوید بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھی، اسی طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرکے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور یوم خندق میں قضا نمازوں کو جمع کرکے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کرکے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

تاہم نیا وضو کرکے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ [۱]

بَابُ كَرَاهَةِ غَمْسِ الْمُتَوَضِّئِ وَغَيْرِهِ يَدَهُ الْمَشْكُوكَ فِي نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت

۵۵۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَا نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

۵۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۴ - ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نا وكيع ح وحدثنا ابو كريب قال نا ابو معاوية كلاهما عن الاعمش عن ابي رزين وابي صالح عن ابي هريرة في حديث ابي معاوية قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وفي حديث وكيع قال يرفعه بمثله.

یہ روایت معمولی لفظی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

۵۵۳- وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وعمرو الناقد وزهير بن حرب قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن ابي سلمة ح وحدثنيه محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال انا معمر عن الزهري عن ابن المسيب كلاهما عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم بمثله.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے حسب سابق یہ روایت منقول ہے۔

۵۵۴- وحدثني سلمة بن شبيب قال نا الحسن بن اعين قال نا معقل عن ابي الزبير عن جابر عن ابي هريرة اخبره ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال اذا استيقظ احدكم فليفرغ على يده ثلاث مرات قبل ان يدخل يده في انائه فانه لا يدري فيم باتت يده.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو تین بار دھوئے، اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔

۵۵۵- وحدثنا قتيبة بن سعيد قال ثنا المغيرة يعني الحزامي عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ح وحدثنا نصر بن علي قال نا عبد الاعلى عن هشام عن محمد عن ابي هريرة ح وحدثني ابو كريب قال نا خالد يعني ابن مخلد عن محمد بن جعفر عن العلاء عن ابي هريرة ح وحدثني محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال انا معمر عن همام بن منبه عن ابي هريرة ح وحدثني محمد بن حاتم قال نا محمد بن بكر ح وحدثنا الحلواني وابن رافع قالا نا عبد الرزاق قالوا جميعا انا ابن جريج قال اخبرني زياد ان ثابتا مولى عبد الرحمن ابن زيد اخبره انه سمع

امام مسلم فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دیگر اسانید کے ساتھ جو احادیث مروی ہیں ان میں صرف دھونے کا تذکرہ ہے تین بار دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

أَبَا هُرَيْرَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ حَتّٰى يَغْسِلَهَا وَلَمْ يَقُلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ ثَلَاثًا إِلَّا مَا قَدَّمْنَا مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَقِيْقٍ وَأَبِيْ صَالِحٍ وَأَبِيْ رَزِيْنٍ فَإِنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ ذِكْرَ الثَّلَاثِ ۔

باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے والا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے!" اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجاء کرتے تھے اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی اور جب وہ سوتے تو پسینہ آتا تھا، اور سونے والے کو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ استنجاء کی جگہ لگا ہوگا اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہوگی اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب قلیل پانی (جو دہ در دہ سے کم ہو) میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔

۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔

۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ جن چیزوں کا صراحۃً ذکر کرنا بے حیائی ہو ان کا کنایہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا ہاتھ ذکر یا دبر پر لگا ہو بلکہ یہ فرمایا وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری! [1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے قلتین (دو گھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔

بَابُ حُكْمِ وُلُوْغِ الْكَلْبِ — کتے کے جھوٹے کا حکم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ا ص ۱۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

٥٥٦ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِي رَزِيْنٍ وَاَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو، اور اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

٥٥٧ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فَلْيُرِقْهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں برتن کو الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

٥٥٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔

٥٥٩ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ، اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْهِ اَنْ يَغْسِلَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث بیان کیں، ازاں جملہ ایک یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

٥٦١ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے

وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ۔

کیا ملے گا؟ پھر شکار کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ اس کو مٹی سے دھوؤ۔

۵۶۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ مِنَ الزِّيَادَةِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْعِ وَلَيْسَ ذَكَرَ الزَّرْعِ فِي الرِّوَايَةِ غَيْرُ يَحْيَى۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں آپ نے شکار کرنے مویشیوں کی حفاظت اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے۔

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے یہ ہمارا (فقہاء شافعیہ)، امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاہر العین ہے اور اس کے جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ، عبد الملک اور سحنون نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے مگر امام حنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا متعین نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔ سعیدی غفرلہ)

قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحنون نے کہا ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، ان میں سے پہلی بار مٹی سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد سے ایک یہ روایت

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ لے

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنھوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے انھی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قولاً اور فعلاً روایت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو پھر اس برتن کو تین بار دھوؤ، شیخ تقی الدین نے "امام" میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو۔ اور اس کو تین مرتبہ دھوؤ۔
(اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور علامہ عینی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے) اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہو گئی کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سنے اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ہمیں حضرت ابوہریرہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔ ۲ے

بَابُ ۱۰۲ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ — ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۵۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لے۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲ے۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، ج ۳ ص ۴۱ - ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۵۶۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَبُلْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پانی جاری نہ ہو اور ٹھہرا ہوا ہو اس میں کوئی پیشاب نہ کرے اور پھر اس کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کرے۔

کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۵۶۴ میں یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بئر بضاعہ کی حدیث ہے اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن وہ متناً و سنداً مضطرب ہے، اور قلۃ (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے اور رہی بئر بضاعۃ کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے بلکہ تمہارے لیے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو جو دہ در دہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حدیث

سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے "زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے" یہ حدیث عام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے "پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے" باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ کنوئیں کا تمام پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنوئیں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اس لیے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لیے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی (اور وہ دہ در دہ ہے) یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ [1]

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ　جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت

٥٦٦ - وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَبُو الطَّاهِرِ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ هٰرُوْنُ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ اَنَّ اَبَا السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ يَتَنَاوَلُهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں (یعنی جس پر غسل فرض ہو) جمع شدہ پانی کے اندر غسل نہ کرے، کسی شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ شخص کس طرح غسل کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ کسی چیز سے پانی لے اور باہر بیٹھ کر غسل کرے۔

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۹-۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تَنَاوُلَهُ.

بَابُ وُجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ النَّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَّ الْأَرْضَ يَطْهُرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى حَفْرِهَا

جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا

۵۶۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ وَلَا تُزْرِمُوهُ قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا، صحابہ میں سے بعض (اس کو منع کرنے کے لیے) اٹھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس جگہ پر ڈال دیا۔

۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَبَالَ فِيهَا فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ فَلَمَّا فَرَغَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوبٍ فَصُبَّ عَلَى بَوْلِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد کے ایک کونہ میں آکر کھڑا ہوا اور پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے اس کو ڈانٹنا شروع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے دو، جب وہ پیشاب کر چکا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول منگا کر وہ جگہ دھلوا دی۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی شخص کو برائی سے روکنے کے لیے نرمی سے کام لینا چاہیے، نیز دو خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک خرابی کم درجہ کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو پیشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر بھی گرتا، اور اگر زبردستی روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔

۵۶۹ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ الْحَنَفِیُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا اِسْحٰقُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَّهُوَ عَمُّ اِسْحٰقَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحٰبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ اِنَّمَا هِیَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوةِ وَقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمَرَ رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءٍ فَشَنَّهٗ عَلَيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا ٹھہر جا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو، صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا جب اس نے پیشاب کر لیا تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس پر پانی بہایا۔

زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۵۶۷ میں ہے ایک دیہاتی مسجد میں آکر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام اس کو منع کرنے لگے، نبی صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر آپ نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لیے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی۔ [1]

مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے یہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے، لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھنا، یا علوم دینیہ پڑھنے کے لیے یا درس اور وعظ سننے کے لیے یا نماز کے انتظار کے لیے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لیے — بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لیے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے لیکن ان کا ترک اولیٰ ہے۔

مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن منذر نے کہا کہ ابن المسیب، حسین، عطاء اور امام شافعی نے مسجد میں سونے کی رخصت دی ہے، اور حضرت ابن عباس نے کہا مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک نے کہا مسافروں کے لیے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لیے میں اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد نے کہا اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہو تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہاں عادۃً دوپہر اور رات کے سونے کو معمول بنا لیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہی اسحاق کا قول ہے، یعمری نے کہا جو فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر اور اہل الصفۃ رضی اللہ عنہم، ہار والی عورت، عرنیہ، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے۔[1]

(مصنف کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا کبھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اڈہ نہیں بنایا تھا۔)

حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے بعض دیگر مسائل کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔

۲۔ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لیے آپ سے پوچھے بغیر دوڑنا، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔

۳۔ اس حدیث میں اھون البلیتین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور پیشاب رکھنے کے انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

دیا تاکہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

۴۔ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔

۵۔ مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ ؎

۶۔ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی الگ جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔

۷۔ مسجد میں جانوروں، پاگلوں اور ناسمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے اور آپ کا یہ فعل بیان جواز اور حصول اقتداء کے لیے تھا۔

۸۔ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے ملوث ہونے کا خدشہ ہو اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے فصد لگوانا حرام ہے اور برتن میں فصد لگوانا مکروہ ہے۔ (چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے ملوث بالنجاست ہونے کا خدشہ ہے اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اس کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی غفرلہ)

۹۔ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے کیونکہ یہ تمام امور احادیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہیں۔

۱۰۔ مسجد کو نجاست، گھناؤنی چیزوں مثلاً ناک، تھوک وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کانٹے، شیشہ کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ ؎

بَابُ ۱۵ حُكْمِ بَوْلِ الطِّفْلِ الرَّضِيعِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

شیرخوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم

۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے (نومولود) بچوں کو حصول برکت کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں برکت کی دعا دیتے اور ان کے منہ میں

؎۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

؎۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ ۔

کوئی چیز چبا کر دیتے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگا کر کپڑوں پر بہا دیا اور دھونے میں زیادہ مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يَرْضَعُ فَبَالَ فِيْ حِجْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شیر خوار بچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگا کر اس جگہ بہا دیا۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا عِيْسٰى قَالَ نَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

۵۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِيْ حِجْرِهٖ فَبَالَ قَالَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى أَنْ نَضَحَ بِالْمَاءِ ۔

ام قیس بنت محصن بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا بچہ لے کر آئیں جس نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا، انھوں نے اس بچہ کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اور اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پانی بہا دیا۔

۵۷۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ ۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے پانی منگا کر کپڑے پر بہا دیا۔

۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ أَحَدِ بَنِيْ أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ

عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ام قیس بنت محصن حضرت عکاشہ بن محصن کی بہن تھیں جو بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان عورتوں میں سے تھیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک

قَالَ اُخْبِرَتْنِیْ اَنَّهَا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَّهَا لَمْ یَبْلُغْ اَنْ یَّاْكُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَتْنِیْ اَنَّ ابْنَهَا ذَاكَ بَالَ فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَآءٍ فَنَضَحَهٗ عَلٰی ثَوْبِهٖ وَلَمْ یَغْسِلْهُ غَسْلًا۔

کم سن بچہ کو لے گئیں جو ابھی کھانے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا، اس بچے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہا دیا، البتہ اس کو زیادہ کوشش سے نہیں دھویا۔

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل!

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث سے استنباط شدہ مسائل کے بیان میں لکھتے ہیں:

۱۔ نومولود بچے کو نیک اور بزرگ لوگوں کی گود میں حصول برکت کے لیے دینا چاہیے۔

۲۔ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور دعا دینا۔

۳۔ صالحین اور اہل فضل سے برکت حاصل کرنا۔

۴۔ تواضع اور انکسار سے کام لینا اور لوگوں سے مل جل کر رہنا۔

۵۔ کھجور یا اس جیسی کسی چیز کو چبا کر بچہ کے منہ میں بہ طور گھٹی کے دینا۔

۶۔ شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

۷۔ فقہاء شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، امام احمد بن حنبل، اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے، متقدمین، اصحاب الحدیث، ابن وہب مالکی اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

۸۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔[۱]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لیے "نضح" کا لفظ آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نضح کا معنی پانی چھڑکنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں نضح کا معنی دھونا ہے اور نضح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی، میں نے اس کے متعلق

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیاء محسوس کی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں، میں نے حضرت مقداد بن اسود سے کہا وہ سوال کریں انھوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس کے لیے کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت علی نے کہا میرے پاس آپ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے میں حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اذا وجد احدکم فلینضح فرجہ ولیتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ۔

جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے تو اپنی فرج کو "نضح" کرے اور جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، ایک حدیث میں ہے ذکر کو دھوئے، دوسری حدیث میں ہے ذکر کو نضح کرے اس سے معلوم ہوا کہ نضح کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے۔[1]

فقہاء احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نجاست اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا بالعموم حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ

منی کا حکم

٥٧٦- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَأَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهُ فَإِنْ لَمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّي فِيهِ۔

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان آیا، صبح کو وہ اپنے کپڑے دھو رہا تھا، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم نے کپڑے پر کوئی داغ دیکھا تھا تو صرف اس جگہ کو دھو لیتے اور اگر نہیں دیکھا تھا تو کپڑے کے چاروں طرف پانی چھڑک لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر اگر منی لگی ہوتی تو میں اس کو (خشک ہونے کی وجہ سے) کھرچ دیا کرتی تھی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

٥٧٧- وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ نَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ

اسود اور ہمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا آپ نے فرمایا میں اس کو رسول اللہ

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ کراچی / ۱۳۴۸ھ

وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمَنِيِّ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

۵۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ مُغِيرَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ وَمُغِيرَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ فِي حَتِّ الْمَنِيِّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ۔

اسود نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچنے کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

۵۷۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۵۸۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ أَيَغْسِلُهُ أَمْ يَغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ فِي ذٰلِكَ الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جس جگہ منی لگی ہوتی آپ اس جگہ کو دھو دیتے اور انہی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنے چلے جاتے اور میں آپ کے کپڑوں پر بھیگے ہوئے نشانات کو دیکھتی تھی۔

۵۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ وَابْنُ أَبِي زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ فَحَدِيثُهُ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود منی لگے ہوئے کپڑے کو دھوتے تھے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں۔

كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ وَاَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

۵۸۲۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شِهَابٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ كُنْتُ نَازِلًا عَلٰى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِيْ ثَوْبَيَّ فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَآءِ فَرَاَتْنِيْ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ اِلَيَّ عَائِشَةُ فَقَالَتْ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ بِثَوْبَيْكَ قَالَ قُلْتُ رَاَيْتُ مَا يَرَى النَّائِمُ فِيْ مَنَامِهٖ قَالَ هَلْ رَاَيْتَ فِيْهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَلَوْ رَاَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهٗ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَحُكُّهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِيْ۔

عبداللہ بن شہاب خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان گیا اور مجھے احتلام ہو گیا میں نے ان کپڑوں کو پانی میں ڈال دیا، حضرت عائشہ کی ایک کنیز نے یہ ماجرا دیکھا اور جا کر حضرت عائشہ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے میری طرف کنیز کو بھیج کر پوچھا کہ تم یہ کپڑا کیوں دھو رہے ہو؟ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں نے ایسا خواب دیکھا جو ہر شخص دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کپڑوں میں اس کا کچھ اثر دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اثر دکھائی دیتا تب کپڑے کو دھونے کی ضرورت تھی، اور میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے خشک منی کو ناخنوں سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
آدمی کی منی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی منی نجس ہے، البتہ امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو تو اس کی تطہیر کے لیے اس کو کھرچنا کافی ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے اور جو فقہاء منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر منی نجس ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے، اور جن احادیث میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں، یہ آدمی کی منی کا حکم ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ عورت کی منی نجس ہے اور مرد کی منی نجس نہیں ہے اور اس سے زیادہ

شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے؟ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان خبائث میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

آدمی کے علاوہ باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے: کتے اور خنزیر کی منی بالاتفاق نجس ہے، اور باقی حیوانات کی منی میں تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے، اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔ [۱]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے، اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تعارض ہوتا، حالانکہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے، منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو، اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی، اور بطور عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا موجب ہے۔

بعض علماء نے کہا جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے رینٹ (ناک) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدث (وضوء ٹوٹنا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضوء، اسی طرح بعض علماء نے کہا اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے، یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جمے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے، جب کہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا کہ منی انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنان خدا، مثلاً فرعون، ہامان اور ابو جہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لیے نجس ہونی چاہیے، نیز علقہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔ [۲]

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی منی طاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ [۱]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول (پیشاب) اور آپ کا براز سب امت کے حق میں طاہر تھے، البتہ خون، بول اور براز آپ کے حق میں موجب حدث تھے، اب ہم اس سلسلہ میں مستند کتب حدیث سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

حافظ ابونعیم اصبہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال کان فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال ولم یکن فی طریق فسلکہ احد الاعرف انہ سلک من طیب عرقہ او ریح عرقہ۔ [۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں، آپ جس راستہ میں ہوتے تو اس راستہ سے گزرنے والے کو آپ کے پسینہ کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتا چل جاتا کہ آپ اس راستے سے گزرے تھے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت یا رسول اللہ تاتی الخلاء فلا نری شیئا من الاذی قال یا عائشۃ اما علمت ان الارض تبتلع ما یخرج من الانبیاء فلا یری منہ شیء۔ [۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت الخلاء جاتے ہیں مگر ہم وہاں کوئی مکروہ چیز نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

عن ام ایمن قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فخارۃ فی جانب البیت فبال فیہا فقمت من اللیل و انا عطشانۃ فشربت

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کی ایک جانب میں برتن میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں پیاسی اٹھی

---

[۱] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] حافظ ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس۔

[۳] " " " " ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۴،

ما فیھا و انا لا اشعر فلما اصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ام ایمن قومی فاھریقی ما فی تلک الفخارۃ قلت قد و اللہ شربت ما فیھا قالت فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال اما انک لا تتجعین بطنک ابدا۔[1]

اور میں نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا، جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو، میں نے کہا بہ خدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہو گا۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں امام ابو مالک نخعی ضعیف راوی ہے۔[2]

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ، امام حاکم، امام دارقطنی اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیطیل القیام۔ وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بال فی بئر فی دارہ قال فلم یکن فی المدینۃ بئر اعذب منھا قال وکانوا اذا حضروا استعذب لھم منھا وکانت تسمی فی الجاہلیۃ البرود۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت لمبا قیام کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ایک کنویں میں پیشاب کیا اور مدینہ میں اس کنویں سے میٹھا اور کوئی کنواں نہیں تھا، جب لوگ جمع ہوتے تو اس کنویں سے میٹھا پانی نکالتے زمانہ جاہلیت میں اس کنویں کا نام برود تھا۔

حافظ ابو عمر بن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن امیمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح من عیدان و یوضع تحت سریرہ فبال فیہ لیلۃ فوضع تحت سریرہ فجاء فاذا القدح لیس فیہ شیء فقال لامرأۃ یقال لہ البرکۃ کانت تخدم لام حبیبۃ جاءت معھا من ارض الحبشۃ البول الذی کان فی ھذا القدح ما فعل فقالت شربتہ یا رسول اللہ! فقال

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کر کے اس کو تخت کے نیچے رکھ دیا، پھر جب آپ آئے تو اس پیالے میں کچھ نہیں تھا، حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ان کی ایک خادمہ حبشہ سے آئی تھیں جن کا نام برکہ تھا، آپ نے ان سے پوچھا اس برتن

---

[1] حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، الاستیعاب ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[4] حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس

ابو عمر اظن برکتہ ھذہ ھی ام ایمن المذکورۃ۔ [1]

میں جو پیشاب تھا وہ کہاں گیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو پی لیا، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ برکہ ام ایمن ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برکہ سے فرمایا: تم جہنم پر حرام ہو گئیں۔ [2]

حافظ نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں سوا عبداللہ بن احمد بن حنبل اور حکیمہ کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ [3]

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن الزبیر انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یحتجم فلما فرغ قال یا عبد اللہ اذھب بھذا الدم فاھرقہ حیث لا یراک احد فلما برزت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمدت الی الدم فحسوتہ فلما رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما صنعت یا عبد اللہ قال جعلتہ فی مکان ظننت انہ خاف عن الناس قال لعلک شربتہ قال نعم قال ومن امرک ان تشرب الدم ویل لک من الناس وویل للناس منک رواہ الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر ھند بن القاسم وھو ثقۃ۔ [4]

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے درآں حالیکہ آپ فصد لگوا رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے، جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا، جب میں واپس آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ تم نے کیا کیا، انھوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا، آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے، انھوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا، تم پر افسوس ہو لوگوں کی طرف سے اور لوگوں پر افسوس ہو تمہاری طرف سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے، ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب ج ۴ ص ۲۵۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، 〃 〃 〃 〃

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حافظ ابونعیم رتی الحلیہ ہ کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے "تم کو جہنم کی آگ صرف قسم پوری کرنے کے لیے چھوئے گی۔ ؎۱

عن سفینة قال احتجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب و الطیر و الناس فتغیبت فشربت ثم ذکرت ذلك له فضحك رواه الطبرانی والبزار و رجال الطبرانی ثقات۔ ؎۲

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، آپ نے فرمایا لو اس خون کو جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے بچا کر دفن کر دو، میں نے چھپ کر اس خون کو پی لیا پھر میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ اس حدیث کو امام طبرانی، اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابویعلیٰ، امام ابن ابی خیثمہ اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت کیا ہے۔ ؎۳

عن ابی سعید الخدری ان اباه مالك بن سنان لما اصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجهه یوم احد مص دم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وازدرده فقیل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خالط دمی دمه لا تمسه النار رواه الطبرانی فی الاوسط ولم ار فی اسناده من اجمع علی ضعفه. ؎۴

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا، ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کے زخم) کا خون پی رہا ہوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے حاکم کے حوالے سے بیان بھی کیا ہے۔ ؎۵

؎۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

؎۲۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

؎۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

؎۴۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

؎۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

شیخ اشرف علی تھانوی نے ان تمام روایات کو مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کی کتاب شیم الحبیب کے حوالے سے ترجمہ کر کے نشر الطیب میں بیان کیا ہے۔ [1]

شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ [2]

انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ کی طہارت کا مسئلہ میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد سادس میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بعض علماء کے جو شبہات ہیں ان کے جوابات نہایت تفصیل اور تحقیق سے ذکر کیئے ہیں۔ اہل علم اور اہل نظر کے لیے یہ ابحاث لائق مطالعہ ہیں۔

رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق

اس باب کی احادیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے خشک منی کھرچ دیا کرتی تھیں۔

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت یا عدم طہارت میں علماء کا اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت طاہر ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت پر استدلال کیا ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جو منی تھی وہ جماع کے سبب سے تھی، اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گذری اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اختلاط کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا۔ اور جو علماء رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں، ایک یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بن کعب انہ قال یا رسول اللہ! اذا جامع الرجل المرأۃ فلم ینزل؟ قال یغسل ما مس المرأۃ منہ ثم یتوضأ و یصلی قال ابو عبد اللہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی مرد کسی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا:

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۱۶۲، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[3] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الغسل احوط و ذالك الأخر[1]

عورت کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے اس کو دھولے اور وضو کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
عورت کے جسم سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے، اس سے مراد رطوبت فرج ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے[2]، علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے[3]
علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:
امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عورت کی فرج داخل کی رطوبت نجس ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ادخال کرے اور انزال سے پہلے عضو نکال لے تو عضو کو دھونا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت بدن کی باقی رطوبتوں کی طرح ہے۔[4]
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے زیادہ صحیح (علامہ نووی نے زیادہ ظاہر لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ) یہ ہے فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے، علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ سفید پانی ہے جو مذی اور پسینہ سے ملتا جلتا ہے اور یہ فرج کے باطن سے نکلتا ہے جس کا دھونا واجب نہیں ہے اور جو پانی فرج سے نکلے وہ قطعاً طاہر ہے اور باطن فرج کے ماوراء سے جو چیز نکلے وہ قطعاً نجس ہے اور ہم باب الاستنجاء کے آخر میں ذکر کریں گے کہ بچے کی رطوبت، بکری کے بچہ کی رطوبت اور انڈے کی رطوبت طاہر ہے۔[5]

بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ[107]

خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ

۵۸۳ ۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی ہم عورتوں میں سے کسی کے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[4] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[5] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِحْدَانَا يُصِيبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضَحُهُ ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ۔

٥٨٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ۔

کپڑے پر حیض (ماہواری) کا خون لگ جاتا ہے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس (جمے ہوئے) خون کو کھرچ ڈالے پھر پانی سے رگڑے اس کے بعد پانی بہا کر صاف کرے پھر اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ خون نجس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنے کے لیے عدد کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے لیے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے، اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہ آتی ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے، لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے؟ اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ اگر نجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہو گئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ طاہر نہیں ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں
نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئی (دکھائی دینے والی) غیر مرئی، (نہ دکھائی دینے والی)، جو نجاست مرئی ہو اس کی طہارت بعینہ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی، کیونکہ نجاست کا بعینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے، ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں،

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٤٠، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہو گئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور جو نجاست غیر مرئی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے، اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے، کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔ [1]

مقام حیرت یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کتے کے جھوٹے برتن کو تو سات مرتبہ دھونا ضروری قرار دیتے ہیں اور جس کپڑے پر پیشاب لگا ہو اس کو ایک مرتبہ دھو لینا کافی سمجھتے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوْبِ الْاِسْتِبْرَاءِ

پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا وجوب

۵۸۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُّحَدِّثُ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ قَالَ فَدَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهٗ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو، ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاخ منگائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا اور دوسرا دوسری قبر پر، پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

۵۸۶ - حَدَّثَنِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ الْاٰخَرُ لَا يَسْتَنْزِهُ عَنِ الْبَوْلِ اَوْ مِنَ الْبَوْلِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اوّلین ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۰۵ میں ہے ان کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

پیشاب سے نہ بچنا اس لیے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے، اور چغلی کرنا اس لیے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف ہے:

نقل کلام بعض الی بعض علی جھۃ الافساد۔ فساد ڈالنے کے لیے بعض کا کلام بعض کو پہنچانا۔

اور جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی کبیرہ کے سبب عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا ان کے لیے کوئی بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ مع الاصرار "اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا"۔[2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر وصرح ایضا بانھم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان علیھا۔[3]

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر نادم اور تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لیے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جرأت اور دلیری کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، اور معصیت پر جرأت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے ورنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے، تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر نادم اور تائب ہو اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر نادم اور تائب ہو یہ تکرار معصیت ہے اصرار معصیت نہیں ہے، مجھ سے ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم نے سوال کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، ج ۱ ص ۳۲۵ھ، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

معصیت اور اصرار معصیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔

قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر

اس حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی۔ ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کی وجہ، ہو سکتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شیء الا یسبح بحمدہ ۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ سرسبز اور تر و تازہ ہو، اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے۔ اور ہر چیز حقیقۃً تسبیح کرتی ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ [۱]

شیخ انور شاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے، (الی قولہ) فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عبث اور لغو ہے دبلکہ علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے، سعیدی غفرلہ)۔ [۲]

شیخ بدر عالم میرٹھی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۲۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو حنفیت کی علامت بنا دیا ہے اللہ جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے ان کو وہابیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کی شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور صرف بعض کی قبروں پر شاخ لگائیں نہ کہ مقربین کی قبروں پر اور صحابہ کرام جو حدیث کی ظاہراً و باطناً اتباع کرتے تھے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے اس پر عمل کیا تھا مگر ایک یا دو نے، اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ اس کو ترک نہ کرتے اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ طاعت ہوتا ہے لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص ہیئت بنالی جاتی ہے اور خود کو تشریع کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا. (کہف: ۱۰۴)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں گم ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوئی تھی تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔ لہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے ماسوا ان کاموں کے جو آپ کی خصوصیت ہوں اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو علی العموم منع فرمایا ہو اور خود اس کام کو کیا ہو جیسے بیک وقت چار سے زیادہ ازواج کو نکاح میں رکھنا، آپ کی ازواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری ذکر کرتے ہیں:

واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل فی قبرہ جریدان۔ ۲ہ

حضرت بریدہ اسلمی نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ اسلمی کا ۶۳ھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ

لہ۔ شیخ بدر عالم میرٹھی، حاشیہ فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

۲ہ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ [۱]

علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مقربین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے کیونکہ امت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہو گا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لیے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہے مقربین کے لیے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام نے اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحرالرائق، درر غرر اور شرح المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اھ قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبزہ میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں [۲] جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہو گا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ [۳]

علامہ طحطاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے، ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ [۴]

---

[۱] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] علامہ ابن منظور افریقی نے آس کا معنی لکھا ہے ضرب من الریاحین پھولوں کی ایک قسم ہے۔ لسان العرب ج ۶ ص ۱۹ طبع ایران

[۳] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۷-۸۴۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۴] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ومن ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث۔[1]

اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وتمسک کنند ایں جماعۃ باین حدیث در انداختن سبزہ وگل را بر قبور۔[2]

جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

وضع الورود والریاحین علی القبور حسن۔[3]

پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ خطابی کے خصوصیات کے قول کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولیس فی السیاق ما یقطع علی انہ باشر الوضع بیدہ الکریمۃ بل یحتمل ان یکون امر بہ وقد تاسی بریدۃ بن الحصیب الصحابی رضی اللہ عنہ فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریدتان وھو اولی ان یتبع من غیرہ۔[4]

اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست کریم سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا (حتیٰ کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے) بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حصیب صحابی نے آپ کی اتباع کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی اور دوسرے لوگوں کی بجائے حضرت بریدہ کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اور کتاب الجنائز میں حضرت بریدہ کی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وکان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ

حضرت بریدہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ
[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ
[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ (۱۲۰۱ھ)
[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

ولم یرہ خاصاً بذینك الرجلین [1]

اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

ایضاً وضع الجرید الاخضر علی القبر وکذا الریحان ونحوہ من الشیئ الرطب [2]

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھول اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال: وقد قیل ان المعنی فیہ انہ یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکۃ التسبیح وعلی ھذا فیطرد فی کل مانفیہ رطوبۃ من الاشجار وغیرھا وکذلك فیما فیہ برکۃ کالذکر وتلاوۃ القرآن من باب الاولی۔ [3]

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہیگی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اس بنا پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اسی طرح جس چیز میں برکت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید اسکا ان سے بطریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

وجری عرف الناس فی بعض البلاد ببسط الخوص علی قبور الموتی فلعلہ استناداً بھذا الحدیث (الی قولہ) واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل علی قبرہ جریدتان فلعلہ تیمنا بھذا الحدیث وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [4]

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان کا یہ عمل اس حدیث کی بنا پر ہے، اور حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

قال الشافعیۃ لاباس بتطییب القبر وقالوا ایضاً مع الحنابلۃ والحنفیۃ: ویندب ان یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخضر والریحان ونحوہ من الشیء الرطب علی القبر [5]

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ ھ

[2] علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت

[5] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۵۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

الحمد للہ علیٰ احسانہ مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ قبر پر سبز شاخیں اور پھول کا رکھنا سنت ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی[1] اور شیخ انور کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ صرف مقربین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوتے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمعرات کو یا شب برات کو چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہ گاروں کے لیے رفع عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقربین کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لیے بلاوجہ مقربین اور عباد صالحین سے عناد اور مسلمانوں سے سوء ظن رکھنا نہیں چاہیے۔

ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابو بکر نجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گذرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد یعنی سورہ اخلاص کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملیگا۔

۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورۂ یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ یٰسین کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔

۴۔ امام ابو حفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا: الحمد للہ رب العلمین رب السموات و رب الارض رب العلمین ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم للہ رب السموات و رب الارض رب العلمین ولہ العظمۃ فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم ھو الملک رب السموات و رب الارض و رب العلمین ولہ النور فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔

پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (حشر: ۱۰)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

۱۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے (نفلی) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفلی) صدقہ کرو۔

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالحسین بن الفراء، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ نے فرمایا ہاں۔

۴۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں!۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وان لیس للانسان الا ما سعی۔

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔

تو اس آیت میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم ۔ (طور: ۲۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت میں بتایا ہے ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

۲۔ عکرمہ نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لیے جو سعی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

۳۔ ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

۴۔ حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے جو سعی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

۵۔ ابوبکر بن وراق نے کہا ما سعی کا معنی ہے ما نوی، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

۶۔ ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزاء ملتی ہے، آخرت میں اس کے لیے صرف سزا ہے۔

۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علیٰ ہے، یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

۸۔ علامہ ابن الزعفرانی نے کہا انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزاء ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے، یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لیے قرآن پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔[1]

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث کے بقیہ مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے، اہل سنت کے نزدیک پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے لوٹانے کے بعد اسی جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

۳۔ استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔

۴۔ چغلی کرنا حرام ہے کیونکہ چغلی کرنے والے اور پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے والے دونوں کو عذاب ہوا۔

۵۔ دونوں قبر والوں کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔

۶۔ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر کی روایت میں ہے، ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ بیان ہے کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ان قبر والوں کے مومن یا کافر ہونے میں اختلاف ہے ابوموسیٰ نے کہا یہ کافر تھے الغوثی الترغیب والترہیب میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے اگر یہ کافر ہوتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم انصار کی بنی ہوئی بعض نئی قبروں کے پاس سے گذرے نیز یہ قبریں بقیع میں تھیں اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔ [1]

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت رابطہ

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا کر کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ ظاہر فرما دیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ بتلا دیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ نے یہ بتلا دیا کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جاکر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جاکر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے اور شب معراج مولیٰ کے پاس جاکر بندوں کو نہیں بھولے۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحیض

حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

مبرد نے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا، جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں حاض السیل۔ دوسروں نے کہا ببول کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں حاضت السمرۃ۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے، عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری رہے وہ استحاضہ ہے، ایام حیض میں نماز معاف ہے اور روزوں کی قضا ہے، استحاضہ میں نماز اور روزہ دونوں لازم ہیں۔ [1]

حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے، پھر ایام معلومہ میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے، یہ خون بچہ کی پرورش کی حکمت سے پیدا کیا جاتا ہے، جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور جب وضع حمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس خون کو دودھ بنا دیتا ہے جس سے بچہ غذا حاصل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو بہت کم حیض آتا ہے اور جب عورت حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) سے فارغ ہو جاتی ہے تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہتا پھر عموماً یہ خون ہر ماہ میں چھ یا سات دن نکلتا ہے اور بعض عورتوں کے مزاج اور طبیعت کی وجہ سے یہ مدت کم اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کا جو خون اوقات معلومہ میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جاری ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، حیض کا خون رحم کی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۷، ص ۱۴۳-۱۴۲، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون عاذل (ایک رگ) سے نکلتا ہے، یہ خون رحم کے منہ کے قریب ایک رگ سے نکلتا ہے نہ کہ اس کی گہرائی سے۔ ؎۱

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے لکھا ہے کہ بدن کی گہرائیوں سے عورت کے رحم میں جاکر خون گرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ خون وقفہ وقفہ سے رحم سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے اعتبار سے عورتوں کے حیض اور طہر کی عادات مختلف ہوتی ہیں، علامہ ابوبکر ابن العربی نے کہا زمانہ، جگہ اور خواہشات کے اعتبار سے عورتوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی یہ مدت کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ، حیض کا خون رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون ایک رگ کے منہ سے نکلتا ہے جو رحم کے قریب ہے۔ ؎۲

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو، رحم کی قید سے استحاضہ اور زخم کا خون نکل گیا اور بیماری سے براءت کی قید سے نفاس نکل گیا کیونکہ نفاس والی عورت بیمار عورت کے حکم میں ہے۔ ؎۳

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

جو خون عورتوں کے ساتھ مختص ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، حیض، نفاس اور استحاضہ، حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد جاری ہوتا ہے اور جو خون ان دونوں کے ماسوا ہے وہ استحاضہ ہے۔ ؎۴

حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں حیض کا لفظ بغیر کسی قید کے وارد ہوا ہے اور حیض کی لغت میں کوئی حد ہے نہ شریعت میں اس لیے اس کی تحدید کے لیے عرف اور عادت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور حیض میں ایک دن کی عادت بھی پائی گئی ہے، عطاء نے کہا میں نے بعض عورتوں کو دیکھا جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض عورتوں کو دیکھا جن کو پندرہ دن حیض آتا ہے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایت کیا ہے، ہمارے پاس ایک عورت تھی جس کو ہر مہینہ میں پندرہ دن مستقیم حیض آتا تھا اور طہر کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے۔ ؎۵

؎۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

؎۲۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

؎۳۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

؎۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۱، " " " " "

؎۵۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھ یا سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔ [1]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ جو خون نکل آئے امام مالک کے نزدیک وہ بھی حیض ہے، اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک کے کئی اقوال ہیں، دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، اور سترہ دن، اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔ [2]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی اور شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے کیونکہ وہ دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہے، اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے، اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ انھوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے، پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ شریعت نے جو مقدار مقرر کر دی ہے وہ کسی اور کی مقرر کردہ مقدار کو لاحق کرنے سے مانع ہے، عورت ایام حیض کے اندر سرخ، پیلا اور مٹیالا جو رنگ بھی دیکھے وہ حیض ہے۔ [3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱۔ امام دار قطنی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی یا شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

۲۔ امام دار قطنی حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حیض تین دن سے کم ہوتا ہے نہ دس دن سے زیادہ۔

۴۔ امام ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم (طہر کی مدت) پندرہ دن ہے۔

یہ تمام احادیث ضعیف الاسناد ہیں لیکن ان کے تعدد طرق کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں۔[۱]

حیض کے مسائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

(۱) حائضہ عورت سے اس کی فرج میں وطی کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذًی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ۔ (بقرہ، ۲۲۲)

آپ سے لوگ حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے وہ گندگی ہے، پس عورتوں سے حیض (کی حالت) میں الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے، روزہ کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا معاف ہے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض میں روزہ رکھتی ہو نہ نماز پڑھتی ہو۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم کو حیض آئے تو نماز کو ترک کردو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاذہ سے کہا ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حیض آتا تھا، ہمیں روزے قضاء کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۳۔ حائضہ عورت کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ اور جنبی قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

۴۔ حائضہ عورت کو مسجد میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا منع ہے، کیونکہ حیض جنابت کے حکم میں ہے۔

۵۔ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اس کے حیض سے پاک ہونے تک انتظار کرو۔ قرآن مجید میں ہے:

اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن (طلاق ۱)

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر) میں انھیں طلاق دو۔

۶۔ حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا حیض برقرار

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

سے، ٹھہری رہو اور جب حیض منقطع ہو جائے تو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

۔ مطلقہ کی عدت تین حیض گزارنے سے پوری ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء (بقرہ ۲: ۲۲۸)

اور طلاق پانے والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ [1]

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْإِزَارِ

ملبوس حائضہ کے ساتھ لیٹنا

۵۸۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا اَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَاْتَزِرُ بِاِزَارٍ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کو حیض (ماہواری) آجاتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے پاس لٹا لیتے۔

۵۸۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا اَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ تَاْتَزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور اس کا خون جوش سے نکل رہا ہوتا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے، پھر اس کو اپنے ساتھ لٹا لیتے حضرت عائشہ نے فرمایا اور تم میں سے کون شخص اپنی خواہش کو ضبط کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح قادر ہے۔

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ نِسَاءَهٗ فَوْقَ الْاِزَارِ وَهُنَّ حُيَّضٌ.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج حالت حیض میں چادر باندھ لیتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ لیٹ جاتے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی تین قسمیں ہیں

قسم اول: حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے، یہ قرآن مجید کی نص صریح سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا، اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے (عام ازیں کہ اس کو حیض کا علم نہ ہو یا مسئلہ کا علم نہ ہو) حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے، اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عمداً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے، کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے، حضرت ابن عباس، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحق اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے اور بعض نے کہا ایک دینار ہے بعض نے کہا نصف دینار ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث ائمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے

قسم ثانی: ناف سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے، یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے اور شیخ ابوحامد اسفرائنی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

قسم ثالث: قبل اور دبر کے سوا ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے، ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں (۱) یہ حرام ہے (۲) حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے (۳) اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقوی اس کے لیے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے، اور عکرمہ، مجاہد، شعبی، نخعی، حکم، ثوری، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، محمد بن الحسن، اسحق بن راہویہ، ابوثور، ابن المنذر، اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔[1]

منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب

بعض منکرین حدیث اس حدیث سے ایک مغالطہ سے کہ مسلمانوں کو احادیث سے بدظن کرتے ہیں مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں یباشر کا لفظ ہے جو مباشرت سے ماخوذ ہے، مباشرت کے لغوی معنی جسم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ - ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

کو جسم سے ملانے کے ہیں اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے اور عرفی معنی جماع ہے، منکرین حدیث اس حدیث سے یہ تاثر دیتے ہیں کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے حالت حیض میں جماع کرتے تھے حالانکہ اس مفہوم کے باطل ہونے پر خود نفس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ازواج کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے، پھر ان کو اپنے ساتھ لٹا دیتے، اگر العیاذ باللہ جماع والا معنی مراد ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چادر باندھنے کا حکم کیوں دیتے؟

بَابُ الِاضْطِجَاعِ مَعَ الْحَائِضِ فِي لِحَافٍ وَّاحِدٍ

حائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

۵۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَضْطَجِعُ مَعِي وَأَنَا حَائِضٌ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ ثَوْبٌ۔

حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہواری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے اور ہمارے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی، اچانک مجھے حیض آگیا میں چپکے سے بستر سے نکلی اور میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے لیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آگیا ہے، میں نے کہا جی ہاں! حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی، نیز حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا اور سونا جائز ہے جب کہ ان کے درمیان کپڑا حائل ہو، ممنوع صرف یہ ہے کہ حائضہ سے اس کی ناف اور گھٹنوں کے درمیان بلاحجاب جسمانی لذت حاصل کی جائے۔

بَابُ[111] جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلِهِ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا وَالْاِتِّكَاءِ فِيْ حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيْهِ

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ۔

۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيْضُ فِيْهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَّةٌ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ إِذَا كَانُوْا مُعْتَكِفِيْنَ۔

۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر دھونے، بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا جواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں بیٹھتے تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوائے قضاء حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں (حالت اعتکاف میں ہوتی تو) قضاء حاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی اور گذرتے ہوئے کسی مریض کی عیادت بھی کر لیتی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حالت اعتکاف میں) مسجد سے اپنا سر حجرہ میں داخل کرتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں سوائے قضاء حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں مسجد میں سے اپنا سر میرے حجرے میں داخل فرماتے، میں آپ کا سر دھوتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَنَا عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي فَأُرَجِّلُ رَأْسَهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے حجرے کے قریب کرتے اور میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۵۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حالت حیض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا کرتی تھی۔

۵۹۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مسجد سے جانماز اٹھا کر مجھے دے دو، میں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں: آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ حَجَّاجٍ وَابْنِ أَبِي غَنِيَّةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَاوِلَهُ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے آپ کو جانماز اٹھا دوں، میں نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے ایک کپڑا اٹھا دو، حضرت عائشہ نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ نَاوِلِيْنِي الثَّوْبَ فَقَالَتْ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ۔

تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ وَلَمْ يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فَيَشْرَبُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں پانی پیتی اور پھر وہی برتن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی، آپ اس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے اس ہڈی سے گوشت کھاتے جہاں سے میں نے کھایا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا دَاوٗدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَكِّيُّ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَّكِئُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ فَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں حائضہ ہوتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری گود سے ٹیک لگا کر قرآن کریم پڑھتے تھے۔

۶۰۲۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيْهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُوْدَ تَقُوْلُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "یہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمایئے کہ حیض نجاست ہے اس لیے ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو۔" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا جماع کے علاوہ باقی تمام معاملات میں عورتوں کے ساتھ مشغول رہو۔ یہودیوں کو جب یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے "یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے۔" یہ سن کر

كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفْنَا أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا۔

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! جب یہودی ہم کو اس طرح کے طعنے دیتے ہی ہیں تو پھر ہم ایام حیض میں اپنی عورتوں سے جماع ہی کیوں نہ کر لیا کریں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ہم لوگوں نے سوچا کہ حضور ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں وہ دونوں (ڈر کر) مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر دودھ پلایا، تب ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض نہیں ہوئے۔

بیوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے[1]:

۱۔ معتکف جب مسجد سے اپنے جسم کا بعض حصہ مثلاً ہاتھ، پیر یا سر نکال لے تو اس سے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

۲۔ بیوی سے کھانا پکانے، سر دھلانے اور دیگر کاموں کی اس کی مرضی سے خدمت لینا جائز ہے، سنت، سلف صالحین کے عمل اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے، البتہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ لازماً خاوند کے گھر رہے اور خاوند کو مجامعت کرنے دے۔

۳۔ حائضہ عورت جب زندہ کو غسل دے سکتی ہے تو مردہ کو بھی غسل دے سکتی ہے۔

۴۔ حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے اور جسم کو چھو سکتی ہے۔

۵۔ استاذ یا گھر کا کوئی بڑا جب اپنے چھوٹوں پر یا اپنے شاگردوں پر ناراضگی کا اظہار کرے تو بعد میں ان کی دلجوئی بھی کرے۔

بَابُ[112] الْمَذْيِ

مذی کا حکم

۶۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَهُشَيْمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنْ مُنْذِرِ بْنِ يَعْلَى عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ مَذَّآءً فَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ.

براہ راست اس کا حکم معلوم کرنے سے مجھے شرم آتی تھی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس لیے میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم معلوم کرو۔ جب مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے آلہ تناسل کو دھو کر وضو کر لو۔

۶۰۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ أَجْلِ فَاطِمَةَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مِنْهُ الْوُضُوءُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مذی کے مسائل پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا میں نے حضرت مقداد سے پوچھنے کے لیے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۶۰۵ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْمَذْيِ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ كَيْفَ يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَانْضَحْ فَرْجَكَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مذی کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہ کو دھو کر وضو کر لو۔

باب مذکور کی حدیث کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

۱. مذی نجس ہے، لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو واجب ہوتا ہے۔
۲. پتھر کے ساتھ صرف بول براز میں استنجاء کیا جا سکتا ہے، باقی خون، منی اور مذی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے دھونا ضروری ہے۔
۳. فتویٰ حاصل کرنے کے لیے کسی کو نائب بنانا جائز ہے، اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب بھی ظنی خبر پر اعتماد کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس کے باوجود انھوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کرایا۔
۴. سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہیے اور ان کے سامنے بیوی سے استمتاع

کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ۱؎

بَابُ ۱۳ غَسْلِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ

نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ، منہ دھونا

۶۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو کسی وقت اٹھے، قضائے حاجت فرمائی اور اس کے بعد ہاتھ منہ دھوکر سو گئے۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو اٹھ کر پھر سونا بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سو گیا تو اس کی صبح کی عبادت کے معمولات فوت ہو جائیں گے وہ نہ سوئے۔

بَابُ ۱۴ جَوَازِ نَوْمِ الْجُنُبِ وَاسْتِحْبَابِ الْوُضُوْءِ لَهٗ وَغَسْلِ الْفَرْجِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يُجَامِعَ

جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجاء اور وضوء کرنے کا استحباب

۶۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ قَبْلَ أَنْ يَّنَامَ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجامعت (ہم بستری) کے بعد جب سونے کا ارادہ کرتے تو سونے سے پہلے مکمل وضو کرتے۔

۶۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ وَوَكِيْعٌ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَّأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنابت (جس حالت میں غسل فرض ہو) کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو اس سے پہلے مکمل وضو کرتے۔

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۶۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا جَمِيعًا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۶۱۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کرنے کے بعد۔

۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ لِيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَنَمْ حَتّٰى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کر کے سو جائے اور پھر اٹھ کر جب چاہے غسل کرے۔

۶۱۲ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ جَنَابَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی (جس پر غسل واجب ہو) ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استنجا کر کے وضو کر لو، اور اس کے بعد سو جاؤ۔

۶۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ

عبد اللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا طریقہ پوچھا، آپ نے وہ طریقہ بتلا دیا، پھر میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں

يَنَامُ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً۔

کیا کرتے تھے، نیند سے پہلے غسل کرتے تھے یا نیند کے بعد، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح کرتے تھے کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سوتے رہیں، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے دین کے ہر معاملہ میں آسانی فرمائی ہے۔

٦١٤ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيْهِ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ جَمِيْعًا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

٦١٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ زَادَ أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ حَدِيْثِهِ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا وَقَالَ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُعَاوِدَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ یہ عمل کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کر لیا کرے۔

٦١٦ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ نَا مِسْكِيْنٌ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ الْحَذَّاءَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل سے ہو کر آئے۔

مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جماع کرنا جائز ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور ان احادیث میں یہ بات بھی ہے کہ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے، خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اپنے ذکر کو دھونے کا استحباب مؤکد ہے، اور ہمارے اصحاب نے

اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے ؛ اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے ، امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے ، البتہ بعض مالکیہ اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ یہ وضو واجب ہے ، اور وضو سے مراد نماز کا وضو کامل ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ سنن ابوداؤد ، ترمذی ، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ پانی کو نہیں چھوتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ غسل نہیں کرتے تھے ، تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ پانی کو بیان جواز کے لیے نہیں چھوتے تھے ، کیونکہ اگر آپ ہمیشہ سونے سے پہلے وضو کرتے تو اس سے وضو کرنے کے وجوب کا وہم ہوتا ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل کے ساتھ طواف کرتے تھے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ درمیان میں وضو کر لیا کرتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بیان جواز کے لیے وضو کو ترک کر دیا کرتے تھے ، کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کے پاس ایک رات میں گئے اور ہر ایک کے پاس غسل کرتے تھے ، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے ایک ہی غسل پر کفایت کیوں نہ کی ؟ آپ نے فرمایا اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے ، امام ابوداؤد نے کہا پہلی حدیث زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بیان جواز کے لیے غسل نہ کیا ہو اور بعض اوقات حصول فضیلت کے لیے غسل کیا ہو ۔

جنابت کے بعد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا تاکہ حدث میں تخفیف ہو ، علامہ مازری مالکی نے کہا تاکہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آ جائے تو طہارت پر موت آئے ، علامہ مازری نے کہا اسی قیاس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے ، اور علماء شافعیہ نے کہا کہ حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

باقی رہا یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ سب کی رضامندی سے ان کے پاس گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس زوجہ کی باری ہو آپ نے اس سے اجازت لے لی ہو ، اس تاویل کی اس وقت ضرورت ہے جب یہ کہا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم واجب تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے ۔ ۱؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق

امام بخاری روایت کرتے ہیں :
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج تھیں ، راوی کہتا ہے میں نے حضرت انس سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے ؟ حضرت انس نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے ۔ ۲؎

۱؎ ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۴ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ھ

۲؎ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱ ، " " " ۱۳۸۱ھ

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور دو باندیاں تھیں، حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ .... یہ فعل صرف آپ کی آخری عمر میں متصور ہو سکتا ہے جب آپ کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں، کیونکہ آپ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

حضرت خدیجہ کے بعد آپ نے حضرت سودہ سے نکاح کیا، پھر حضرت عائشہ سے، حضرت عائشہ کی رخصتی مدینہ میں ہوئی، پھر آپ نے حضرت ام سلمہ، پھر حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا، پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت جویریہ سے، پھر حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن سے، یہ وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ کے ساتھ شب باشی گذارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں، جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنھوں نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب وار اسماء:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ بن المغیرہ (۶) حضرت جویرہ بنت الحارث، یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید، یہ بنو قریظہ سے تھیں، اور ایک قول ہے بنو نضیر سے تھیں، یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ۶ ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا (۱۰) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، (۱۲) حضرت میمونہ بنت الحارث، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذو القعدہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت الضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان۔

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) حضرت کلابیہ، ان کا نام عمرہ بنت یزید یا عالیہ بنت ظبیان ہے زہری نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ سے نکاح کیا، رخصتی بھی ہوئی، اور آپ نے طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں زہری نے کہا آپ نے ان

نکاح کیا انھوں نے آپ سے پناہ مانگی، تو آپ نے ان کو طلاق دے دی، (۳) اسماء بنت النعمان، آپ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے پناہ مانگی تھی، (۴) قتیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا، آپ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے، (۵) ملیکہ بنت کعب، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی۔ (۶) اسماء بنت الصلت السلمیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں (۷) ام شریک ازدیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی، انھوں نے خود کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں، (۸) خولہ بنت ہذیل، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، مگر یہ آپ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں، (۹) شراف بنت الخالد، یہ حضرت دحیہ کلبی کی بہن تھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، یہ آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، (۱۰) لیلیٰ بنت الخطیم، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انھوں نے علیحدگی طلب کی آپ نے ان کو الگ کر دیا، (۱۱) عمرہ بنت معاویہ الکندیہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، (۱۲) جندعیہ بنت جندب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔ (۱۳) غفاریہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا، (۱۴) ہند بنت یزید ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی، (۱۵) صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں، آپ نے ان کو اختیار دیا، تو انھوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا، (۱۶) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا، آپ نے ان کا عذر قبول کر لیا (۱۷) ضباعہ بنت عامر، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ کو معلوم ہوا یہ متکبر ہیں تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۱۸) حمزہ بنت عون مزنی، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے، حالانکہ عیب نہ تھا، پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا (۱۹) سودہ قرشیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ نے ان کے لیے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا (۲۰) امامہ بنت حمزہ بن عبد المطلب، ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۲۱) عزہ بنت ابی سفیان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے ان کو پیش کیا، آپ نے فرمایا ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں، (۲۲) کلبیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ کو بھیجا، انھوں نے ان کو ناپسند کیا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۲۳) عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا (۲۴) درۃ بنت ام سلمہ، آپ کو ان کی پیشکش کی گئی آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں (۲۵) امیمہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، (۲۶) حبیبہ بنت سہل الانصاریہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا، (۲۷) فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ذکر کیا ہے، (۲۸) حضرت عالیہ بنت ظبیان، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں، پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ چودہ ازواج سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ نے طلاق دے کر الگ نہیں کیا۔ پندرہ خواتین سے نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، بعض کو آپ نے طلاق دے دی، بعض رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں اور بعض کی رخصتی سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا، اور دس خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا اور

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۵-۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ایک زوجہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں اور بعد میں آپ نے ان کو طلاق دے کر الگ کر دیا، مشہور یہ ہے کہ آپ کی گیارہ ازواج تھیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا ہے اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازدواج کے اعتراضات کے جوابات

اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور امام ابویعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ابونعیم نے حلیہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ترمذی نے جنت کی صفت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں اتنی اتنی جماع کی قوت ہوگی، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اور امام حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے چالیس کو سو میں ضرب دی تو اس کا حاصل چار ہزار ہوا (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہے) اور علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اعتبار سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جماع کی غالب قوت حاصل تھی (آپ چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی) اور کھانے میں بھی آپ قناعت سے کام لیتے تھے اور جس طرح امور شرعیہ میں اللہ تعالے نے آپ میں فضیلتیں جمع کی تھیں، اسی طرح امور دنیاویہ میں بھی آپ کے اندر فضیلتیں جمع کی تھیں تاکہ دارین میں آپ کا حال کامل ہو۔ [1]

ہر نبی کو عام مردوں کی بہ نسبت بہت زیادہ طاقت دی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کی سو ازواج تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوے ازواج تھیں اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود آپ نے صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی، اور یہ تصور غلط ہے کہ آپ نے تقاضا شہوت کے لیے زیادہ شادیاں کیں، کیونکہ شہوت کا زور جوانی کے ایام میں ہوتا ہے آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا اور پچیس سال کا عرصہ صرف ان ہی کے ساتھ گزارا اور دوسرا عقد نہیں کیا، پچاس سال کی عمر کے بعد آپ نے چند اور عقد کیے اور یہ عقد تبلیغی مصلحتوں کی وجہ سے کیے، کیونکہ نکاح کے ذریعہ ایک اور خاندان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے جلنے سے تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات اور خانگی معاملات کو دیکھنے والیاں اور امت تک پہنچانے والی زیادہ خواتین ہو گئیں اور گھریلو معاملات سے متعلق احادیث کی نشر و اشاعت کے زیادہ ذرائع فراہم ہو گئے، نیز آپ نے بہ یک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا اور امت کو یہ بتلایا کہ تم چار ازواج میں عدل کو گراں سمجھتے ہو اور میں نے بہ یک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا ہے، سلام ہو اس نبی امی پر جس کا عمل ہر میدان میں قول سے بڑھ کر ہے!

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(یہ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۶-۳۰۳ میں بھی کی ہے لیکن بعض چیزوں کی یہاں زیادہ تفصیل ہے)

بَابُ وُجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْاَةِ بِخُرُوجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا

احتلام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجوب

۶۱۷ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ إِسْحٰقُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ جَدَّةُ إِسْحَاقَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ وَعَائِشَةُ عِنْدَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْمَرْأَةُ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَتَرَى مِنْ نَفْسِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَضَحْتِ النِّسَاءَ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَقَوْلُهَا تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ خَيْرٌ فَقَالَ لِعَائِشَةَ بَلْ أَنْتِ فَتَرِبَتْ يَمِيْنُكِ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ إِذَا رَأَتْ ذٰلِكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسحاق کی دادی ام سلیم، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح کا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا درمیان میں) بول اٹھیں" اے ام سلیم تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں حضرت حضرت عائشہ کا یہ کہنا بطور ملامت نہ تھا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا بلکہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں (پھر حضرت ام سلیم سے مخاطب ہوکر فرمایا) اے ام سلیم جب عورت ایسا خواب دیکھے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

۶۱۸ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ نَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ فَلْتَغْتَسِلْ فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَتْ وَهَلْ يَكُوْنُ هٰذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ أَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيْقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے حضرت ام سلیم کہتی ہیں کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر ایسا نہ ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے ان میں سے جس کا پانی غالب ہو یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

۶۱۹ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا صَالِحُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بن عمر قال نا ابو مالك الاشجعي عن انس بن مالك قال سالت امراة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المراة ترى في منامها ما يرى الرجل في منامه فقال اذا كان منها ما يكون من الرجل فلتغتسل .

ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت خواب میں وہ چیز دیکھے جو مرد خواب میں دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے تو اس پر غسل فرض ہے۔

---

۶۲۰ - حدثنا يحيى بن يحيى التميمي قال انا ابو معاوية عن هشام بن عروة عن ابيه عن زينب بنت ابي سلمة عن ام سلمة قالت جاءت ام سليم الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ان الله عز وجل لا يستحيي من الحق فهل على المراة من غسل اذا احتلمت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم اذا رات الماء فقالت ام سلمة يا رسول الله او تحتلم المراة فقال تربت يداك فبم يشبهها ولدها .

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کو (شرم کی وجہ سے) ترک نہیں کرتا کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل فرض ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب وہ منی دیکھ لے۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا۔

---

۶۲۱ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب قالا نا وكيع ح وحدثنا ابن ابي عمر قال نا سفيان جميعا عن هشام بن عروة بهذا الاسناد مثل معناه وزاد قالت قلت فضحت النساء .

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام سلیم سے فرمایا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا۔

۶۲۲ - وحدثنا عبد الملك بن شعيب بن الليث قال حدثني ابي عن جدي قال حدثني عقيل بن خالد عن ابن شهاب انه قال اخبرني عروة بن الزبير ان عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم اخبرته ان ام سليم ام بني ابي طلحة دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم بمعنى حديث هشام غير ان فيه قال قالت عائشة فقلت لها اف لك اترى المراة ذلك .

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ام سلیم کی بات سن کر حضرت عائشہ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی اس قسم کے خواب دیکھتی ہے۔

---

۶۲۳ - حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي و سهل بن عثمان وابو كريب واللفظ لابي كريب قال سهل نا وقال الآخران انا ابن ابي زائدة

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو احتلام ہو اور وہ منی بھی دیکھے تو کیا اس

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ مُسَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْاَةُ اِذَا احْتَلَمَتْ وَاَبْصَرَتِ الْمَاءَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرِبَتْ يَدَاكِ وَاُلَّتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعِيْهَا وَهَلْ يَكُوْنُ الشَّبَهُ اِلَّا مِنْ قِبَلِ ذٰلِكَ اِذَا عَلَا مَاؤُهَا مَاءَ الرَّجُلِ اَشْبَهَ الْوَلَدُ اَخْوَالَهُ وَاِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَهَا اَشْبَهَ اَعْمَامَهُ.

پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا تمہارے ہاتھ خاک آلود اور زخمی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑو اولاد کی مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر مرد کا پانی عورت پر غالب آجائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

بَابٌ ١٦ بَيَانِ صِفَةِ مَنِيِّ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ وَاَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوْقٌ مِّنْ مَّائِهِمَا

مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے

٦٢٢ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ تَوْبَةَ وَهُوَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي اَخَاهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيُّ اَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حِبْرٌ مِّنْ اَحْبَارِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ فَدَفَعْتُهُ دَفْعَةً كَادَ يُصْرَعُ مِنْهَا فَقَالَ لِمَ تَدْفَعُنِيْ فَقُلْتُ اَلَا تَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ اِنَّمَا نَدْعُوْهُ بِاسْمِهِ الَّذِيْ سَمَّاهُ بِهِ اَهْلُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اسْمِيْ مُحَمَّدٌ الَّذِيْ سَمَّانِيْ بِهِ اَهْلِيْ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ جِئْتُ اَسْاَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنْفَعُكَ شَيْءٌ اِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ اَسْمَعُ بِاُذُنَيَّ فَنَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُوْدٍ مَّعَهُ فَقَالَ سَلْ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ اَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا، علماء یہود میں سے ایک عالم حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا "السلام علیک یا محمد" میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرتے گرتے بچا۔ کہنے لگا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا ہے؟ میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ کہنے لگا ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام ان کے گھر والوں نے رکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا ہے وہ محمد ہی ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ سوال کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم کو کچھ بتلا دوں تو تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا؟ اس نے کہا میں غور سے آپ کی بات سنوں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک تنکے سے زمین کرید رہے تھے آپ نے فرمایا "پوچھو" یہودی کہنے لگا جب زمین اور آسمان بدل چکے ہوں گے اس وقت لوگ

وَالسَّمٰوٰتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُونَ الْجِسْرِ قَالَ فَمَنْ أَوَّلُ النَّاسِ إِجَازَةً قَالَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ الْيَهُودِيُّ فَمَا تُحْفَتُهُمْ حِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَالَ زِيَادَةُ كَبِدِ النُّونِ قَالَ فَمَا غِذَاؤُهُمْ عَلَى إِثْرِهَا قَالَ يُنْحَرُ لَهُمْ ثَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِي كَانَ يَأْكُلُ مِنْ أَطْرَافِهَا قَالَ فَمَا شَرَابُهُمْ عَلَيْهِ قَالَ مِنْ عَيْنٍ فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ وَجِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ يَنْفَعُكَ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ قَالَ جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ مَاءُ الرَّجُلِ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ فَإِذَا اجْتَمَعَا فَعَلَا مَنِيُّ الرَّجُلِ مَنِيَّ الْمَرْأَةِ أَذْكَرَا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَإِذَا عَلَا مَنِيُّ الْمَرْأَةِ مَنِيَّ الرَّجُلِ آنَثَا بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْيَهُودِيُّ لَقَدْ صَدَقْتَ وَإِنَّكَ لَنَبِيٌّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَنِي هٰذَا عَنِ الَّذِي سَأَلَنِي عَنْهُ وَمَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِنْهُ حَتّٰى أَتَانِيَ اللّٰهُ بِهِ.

کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے، اس نے پوچھا سب سے پہلے پل صراط سے کون گزرے گا؟ آپ نے فرمایا فقراء مہاجرین، اس نے پوچھا وہ جنت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے انھیں کیا کھلایا جائیگا آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا، اس نے پوچھا اس کے بعد انھیں کیا کھلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرا کرتا تھا، اس نے پوچھا اس کے بعد انھیں کیا پلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا انھیں سلسبیل نامی ایک چشمہ سے پانی پلایا جائیگا۔ اس یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا، لیکن میں آپ سے وہ بات پوچھنے آیا ہوں جس کو روئے زمین پر نبی کے سوا صرف ایک یا دو آدمی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم کو وہ بات بتلاؤں تو تم کو فائدہ پہنچے گا، اس نے کہا میں غور سے سنوں گا، اس نے کہا میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے جب یہ دونوں پانی جمع ہوجائیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوجائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہوجائے تو اللہ کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا بلاشبہ آپ نے سچ فرمایا اور آپ حقیقتہً اللہ کے نبی ہیں، پھر وہ یہودی چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جن چیزوں کے بارے پوچھا میں ان کی طرف متوجہ نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کی طرف متوجہ کردیا۔

---

۶۲۵ - وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ ابْنُ سَلَّامٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کرکے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

قَاعِدًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ زَائِدَةُ كَبِدِ النُّوْنِ وَقَالَ أَذْكَرَ وَآنَثَ وَ لَمْ يَقُلْ أَذْكَرَا أَوْ آنَثَا.

بَابُ صِفَةِ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

٦٢٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ فَيُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِيْ أُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى إِذَا رَاٰى أَنْ قَدِ اسْتَبْرَأَ حَفَنَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

٦٢٧ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ.

٦٢٨ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَدَأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الرِّجْلَيْنِ.

٦٢٩ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ تَوَضَّأَ

غسل جنابت کا طریقہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجاء کرتے اس کے بعد مکمل وضوء کرتے پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر جب دیکھتے کہ سر صاف ہوگیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے، پھر تمام بدن پر پانی ڈالتے اور پھر پیر دھو لیتے۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بیان کرکے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بعد میں پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کی ابتداء دونوں ہاتھ دھونے سے کی ۔ ۔ ۔ ۔ اس روایت میں بھی پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو تین بار دھو لیتے پھر اس کے بعد مکمل وضوء فرماتے۔

مِثْلَ وُضُوْئِهٖ لِلصَّلٰوةِ۔

۶۳۰- وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ قَالَ نَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةُ قَالَتْ اَدْنَیْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ کَفَّیْهِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ اَفْرَغَ بِهٖ عَلٰی فَرْجِهٖ وَغَسَلَهٗ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَدَلَکَهَا دَلْکًا شَدِیْدًا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰی رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ کَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰی عَنْ مَقَامِهٖ ذٰلِکَ فَغَسَلَ رِجْلَیْهِ ثُمَّ اَتَیْتُهٗ بِالْمِنْدِیْلِ فَرَدَّهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا، پہلے آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو یا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ سے استنجا کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ کے لیے تولیہ لے کر آئی لیکن آپ نے واپس کر دیا۔

۶۳۱- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ وَالْاَشَجُّ وَاِسْحَاقُ کُلُّهُمْ عَنْ وَکِیْعٍ وَحَدَّثَنَاهُ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا اَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ کِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِهِمَا اِفْرَاغُ ثَلَاثِ حَفَنَاتٍ عَلَی الرَّاْسِ وَفِیْ حَدِیْثِ وَکِیْعٍ وَصْفُ الْوُضُوْءِ کُلِّهٖ فَذَکَرَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ فِیْهِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ ذِکْرُ الْمِنْدِیْلِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت وکیع سے بھی مروی ہے اس میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے اور معاویہ سے بھی مروی ہے اور اس میں تولیہ کا ذکر نہیں ہے۔

۶۳۲- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِمِنْدِیْلٍ فَلَمْ یَمَسَّهٗ وَجَعَلَ یَقُوْلُ بِالْمَاءِ هٰکَذَا یَعْنِیْ یَنْفُضُهٗ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تولیہ لایا گیا تو آپ نے نہیں لیا اور ہاتھوں سے پانی کو بدن سے جھاڑنے لگے۔

۶۳۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّی الْعَنَزِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ کرتے تو (دودھ دان کی قسم کا) ایک برتن منگاتے، پھر

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ دَعَا بِشَیْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَاَخَذَ بِکَفِّہٖ بَدَءَ بِشِقِّ رَاْسِہِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ الْاَیْسَرِ ثُمَّ اَخَذَ بِکَفَّیْہِ فَقَالَ بِھِمَا عَلٰی رَاْسِہٖ۔

اس سے پانی لے کر پہلے سر کی دائیں جانب دھوتے، پھر بائیں جانب پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر سر پر بہاتے۔

وضوء کے مسائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وضوء اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نجاست لگی ہو تو پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں، غسل سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے، بعض اوقات آپ وضوء کے ساتھ پیر دھو لیتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایتیں ہے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور داڑھی میں خلال کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضوء میں سنت ہے، دونوں ہاتھوں سے چلو لے کر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے، جسم کو ملنا مستحب ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا اور غرارے کرنا مشروع ہے، فقہاء احناف کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان کنتم جنبا فاطھروا۔ (مائدہ: ۶)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح اپنے بدن کو پاک کرو۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو مٹی یا دیوار سے رگڑ کر صاف کرتے (اس میں صابن سے غسل کرنے کی اصل ہے) غسل پردے میں کرنا چاہیے خواہ گھر میں غسل کیا جائے، غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے، اور بیوی کا خاوند کی خدمت کرنا مشروع ہے، تولیہ کے استعمال میں کئی قول ہیں، علامہ تیمی نے کہا حضرت میمونہ کا تولیہ پیش کرنا اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لیے واپس کیا ہو کہ اس کو سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن کو ٹھنڈا رکھنا مقصود ہو اس لیے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضوء کے بعد منہ پونچھتے تھے، امام نسائی نے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے آپ وضوء کے بعد منہ پونچھتے تھے۔ [۱]

بَابُ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَاءِ فِیْ غُسْلِ الْجَنَابَۃِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ فِیْ حَالَۃٍ وَاحِدَۃٍ وَغُسْلِ اَحَدِھِمَا بِفَضْلِ الْاٰخَرِ

غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب مقدار، شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۵ - ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

٦٣٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے لیے ایسا برتن استعمال کرتے تھے جس میں تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی آتا تھا۔

٦٣٥ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا ثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ الْفَرَقُ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ سُفْيَانُ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی کی مقدار کے ایک برتن سے میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اکٹھے غسل کرتے۔

---

٦٣٦ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ وَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ.

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کتنے پانی سے کرتے تھے، حضرت عائشہ نے ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی منگایا اور اپنے اور ہمارے درمیان پردہ ڈال کر غسل کرنے لگیں، آپ نے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں، یہاں تک کہ وہ صرف کندھوں کے برابر رہ جاتے تھے۔

٦٣٧ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ بَدَأَ بِيَمِينِهِ فَصَبَّ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو دائیں ہاتھ کو پانی سے دھو کر غسل کی ابتداء کرتے پھر دائیں ہاتھ سے نجاست پر پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے اس کو صاف کرتے، اور اس عمل سے فارغ ہو کر

فَغَسَلَهَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِهِ بِيَمِينِهِ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشِمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ۔

سر پر پانی ڈالتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مل کر ایک برتن سے غسل کرتے، اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

٦٣٨ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يَسَعُ ثَلَاثَةَ أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں چار لیٹر کے قریب ایک برتن سے پانی لے کر وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے۔

---

٦٣٩ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے باری باری پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

---

٦٤٠ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ دَعْ لِي دَعْ لِي قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر جنابت کا غسل کرتے، حضور مجھ سے پہلے پانی لے لیتے اور میں کہتی میرے لیے بھی تو چھوڑیے۔ میرے لیے بھی تو چھوڑیے۔

٦٤١ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي مَيْمُونَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

---

٦٤٢ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَكْبَرُ عِلْمِي وَالَّذِي يَخْطُرُ عَلَى بَالِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرتے تھے۔

أن أبا الشعثاء أخبره عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يغتسل بفضل ميمونة۔

۶۴۳ - وحدثنا محمد بن المثنى قال نا معاذ بن هشام قال حدثني أبي عن يحيى بن أبي كثير قال نا أبو سلمة بن عبد الرحمن أن زينب بنت أم سلمة حدثتها أن أم سلمة حدثتها قالت كانت هي ورسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسلان في الإناء الواحد من الجنابة۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

۶۴۴ - حدثنا عبيد الله بن معاذ قال نا أبي ح وحدثنا محمد بن المثنى قال نا عبد الرحمن يعني ابن مهدي قالا نا شعبة عن عبد الله بن عبد الله بن جبر قال سمعت أنسا يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسل بخمس مكاكيك ويتوضأ بمكوك وقال ابن المثنى بخمس مكاكي وقال ابن معاذ عن عبد الله ولم يذكر ابن جبر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پونے سات لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور تقریباً ایک لیٹر پانی سے وضوء کرتے تھے۔

۶۴۵ - حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا وكيع عن مسعر عن ابن جبر عن أنس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوا لیٹر پانی کی مقدار سے وضوء کرتے اور (تقریباً) سات لیٹر پانی سے غسل کرتے۔

۶۴۶ - وحدثنا أبو كامل الجحدري ومحمد بن علي كلاهما عن بشر بن المفضل قال أبو كامل نا بشر قال نا أبو ريحانة عن سفينة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغسله الصاع من الماء من الجنابة ويوضئه المد۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (تقریباً) ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کر لیتے۔ اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۴۷ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا ابن علية ح وحدثني علي بن حجر قال نا إسمعيل عن أبي ريحانة عن سفينة قال أبو بكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسل بالصاع ويتطهر بالمد۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت

حدیث نمبر ۶۳۵ میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر اکٹھے غسل کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشة قالت ما رأیت فرج رسول الله صلی الله علیه وسلم قط۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

ملا علی قاری اور علامہ مناوی نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء في رواية عنها ایضا ما رأیت منه ولا رأی مني یعني الفرج۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے میں نے کبھی حضور کی شرمگاہ دیکھی نہ آپ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الستر ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں۔ بعض احادیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ اور حضور ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے تو لازم آئے گا کہ جس برتن سے حضرت عائشہ نے پانی لیا ہو اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا تنزیہہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ۶۳۶ میں ہے دو آدمیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھی تو آپ نے ساڑھے چار لیٹر پانی منگایا اور حجاب کے پیچھے ان کو غسل کر کے دکھا دیا۔

اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۹۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

ان میں سے ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن یزید آپ کے رضاعی بھائی تھے، غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرح صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں :

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل دیکھا، جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز ہے اور اگر انھوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ کے پانی منگانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، حضرت عائشہ نے ستر کا انتظام سر اور چہرے کے نچلے حصہ کے لیے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عملی طور پر بھی کسی چیز کی تعلیم دینا جائز ہے کیونکہ قولاً تعلیم کی بہ نسبت عملاً تعلیم ذہن میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔ بعض علماء (حافظ عسقلانی) نے کہا ہے کہ ان کا سوال غسل کی کیفیت اور غسل میں پانی کی مقدار دونوں سے متعلق تھا، حضرت عائشہ نے دونوں چیزوں کی رہنمائی کی، سر پر پانی بہا کر غسل کی کیفیت کو بتایا اور ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی سے غسل کر کے یہ بتا دیا کہ پانی کی اتنی مقدار غسل کے لیے کافی ہے۔[1]

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتی کہ وہ وفرہ کی مقدار رہ جاتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں :

وفرہ، لمّۃ سے بڑے بال ہوتے ہیں اور لمّہ کندھوں تک ہوتے ہیں، یہ امام لغت اصمعی کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب کی خواتین میں لمبے بالوں کی چوٹیاں اور مینڈھیاں رکھنے کا معمول تھا، اور شاید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا، کیونکہ انھوں نے آپ کے وصال کے بعد زینت کو ترک کر دیا تھا اور وہ لمبے بال رکھنے سے مستغنی ہو گئی تھیں، دوسرے علماء نے لکھا ہے بلکہ اس عمل کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہونا متعین ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کچھ کاٹ کر تخفیف کر سکتی ہیں۔[2]

اس حدیث اور علامہ نووی کی اس شرح کی وجہ سے بعض علماء موجودہ زمانہ میں عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کے طریقہ کو جائز کہتے ہیں، ہمارے نزدیک ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو عبداللہ بن محمد کی سند سے روایت کیا ہے[3] اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ "ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں الخ" ثانیاً

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸ - ۱۹۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن معاذ عنبری کی سند سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے، اور ہر چند کہ بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، تاہم امام ابن معین کی ان کے متعلق رائے یہ ہے:

ابن عیینہ وشباب وعبید اللہ بن معاذ لیسوا اصحاب حدیث لیسوا بشیء۔ [1]

ابن عیینہ، شباب، اور عبید اللہ بن معاذ عنبری، اصحاب حدیث نہیں ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

ثالثاً ازواج مطہرات سر کے بال کٹوا کر بھی کندھوں سے نیچے تک بال رکھتی تھیں اور ان کا بال کٹوانا ترک زینت کے لیے تھا، اور اس زمانہ میں عورتوں کے بال کٹوانا حصول زینت کے لیے ہوتا ہے اور ان کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ رابعاً اس زمانہ میں عورتیں جس قدر بال کٹوا کر کم کرا لیتی ہیں اس سے ان کے بال مردوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد[3]، امام ترمذی[4]، امام ابن ماجہ[5] اور امام احمد[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بال کٹانا اتنی مقدار پر محمول ہے جس سے مردوں کی مشابہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ عمل انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے اجتہاد سے ترک زینت کے لیے کیا تھا، ان کے اس عمل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید اور توثیق حاصل نہیں ہے اور جس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ حدیث مقدم ہے اس لیے فیشن اور حصولِ زینت کے لیے عورتوں کا سر کے بال کٹا کر مردوں کی مشابہت کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ ۱۱۹ اِسْتِحْبَابِ اِفَاضَةِ الْمَآءِ عَلَى الرَّاْسِ وَغَيْرِهٖ ثَلَاثًا

غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ہند، ۱۳۲۶ ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ ھ

۴۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰/۳۳۹/۲۵۴، ج ۲ ص ۲۸۷، ۲۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ

۶۴۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى أَنَا وَ قَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ رَأْسِي بِكَذَا وَ كَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ أَكُفٍّ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کے بارے میں بحث کرنے لگے ایک شخص نے کہا کہ میں تو اس طرح اپنے سر کو دھوتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالتا ہوں۔

---

۶۴۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

---

۶۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ إِسْمَعِيلُ بْنُ سَالِمٍ قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ بَارِدَةٌ فَكَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ وَ قَالَ إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، وفد ثقیف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہمارا علاقہ بہت ٹھنڈا ہے ہم غسل کیسے کیا کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

---

۶۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَ أَطْيَبَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے، ان سے حسن بن محمد نے کہا میرے بال تو بہت زیادہ ہیں، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے کہا اے میرے بھتیجے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال تمہارے بالوں سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔

ف: اس باب کی احادیث میں علمی مسائل میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت ہے، اور امام اور اساتذہ کے سامنے اس

کے شاگردوں کے بحث کرنے کا بیان ہے، نیز ان احادیث میں غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان ہے اور ہمارے فقہاء نے اس پر قیاس کرکے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالنے کو لاحق کیا ہے، نیز جب وضوء میں اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے تو غسل میں تمام بدن کو تین بار دھونا بہ طریق اولیٰ مستحب ہونا چاہیے۔

بَابُ ۱۳۰ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

غسل میں مینڈھیوں کا حکم

۶۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِيَ عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر بہت کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھول لیا کروں، آپ نے فرمایا نہیں۔ تمہارے لیے سر پر صرف تین چلو پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اپنے تمام بدن پہ پانی بہا لینا تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے مگر اس میں حیض اور جنابت کا ذکر ہے۔

۶۵۴ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ نَا أَيُّوبُ ابْنُ مُوسٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَفَأَحُلُّهُ فَأَغْسِلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَيْضَةَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے اس میں غسل جنابت میں مینڈھیاں کھولنے کا ذکر ہے حیض کا ذکر نہیں ہے۔

۶۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ يَحْيٰى أَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں

يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عُمَرَ هٰذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَمَا أَزِيدُ عَلٰى أَنْ أُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ.

کہ غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے! حالانکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر صرف تین بار پانی ڈالتی تھی۔

ف: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لیے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

بَابُ (١٢) اسْتِحْبَابِ اسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ

حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب

٦٥٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورِ ابْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَ فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاسْتَتَرَ وَأَشَارَ لَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ عَلٰى وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا آثَارَ الدَّمِ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ حیض کے بعد کس طرح غسل کرے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے اس کو طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ غسل کے بعد مشک لگا ہوا ایک کپڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کرو، اس نے کہا کیسے آپ نے سبحان اللہ فرما کر شرم سے اپنا چہرہ چھپا لیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا اور کہا مشک لگے ہوئے اس کپڑے سے خون کے آثار مٹا دو۔

---

٦٥٧ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کس طرح غسل کرے؟

كَيْفَ اَغْتَسِلُ عِنْدَ الطُّهْرِ فَقَالَ خُذِىْ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِىْ بِهَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ سُفْيَانَ.

۶۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ تُحَدِّثُ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ اَسْمَآءَ سَاَلَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيْضِ فَقَالَ تَاْخُذُ اِحْدَاكُنَّ مَآءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُوْنَ رَاْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَآءَ ثُمَّ تَاْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ اَسْمَآءُ وَكَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِيْنَ بِهَا فَقَالَتْ عَآئِشَةُ كَاَنَّهَا تُخْفِىْ ذٰلِكَ تَتَبَّعِيْنَ اَثَرَ الدَّمِ وَسَاَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَاْخُذُ مَآءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُوْرَ اَوْ تُبْلِغُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُوْنَ رَاْسِهَا ثُمَّ تُفِيْضُ عَلَيْهَا الْمَآءَ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ نِعْمَ النِّسَآءُ نِسَآءُ الْاَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَآءُ اَنْ يَّتَفَقَّهْنَ فِى الدِّيْنِ.

آپ نے فرمایا کسی کپڑے پر مشک لگا کر پاکیزگی حاصل کرو، اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حیض کے بعد غسل کس طرح کیا جائے؟ آپ نے فرمایا پہلے پانی کو بیری کے پتوں کے ساتھ ملا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے پھر اچھی طرح وضو کرے، پھر تین بار اپنے سر پہ پانی ڈالے اور سر کو خوب مل مل کر دھوئے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے بدن پر پانی ڈالے پھر ایک کپڑے میں مشک لگا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے حضرت اسماء نے کہا کس طرح پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرو، پھر حضرت عائشہ نے چپکے سے حضرت اسماء کو بتلایا مشک لگا ہوا کپڑا اسے کہ اس سے خون کا اثر مٹاؤ، پھر حضرت اسماء نے حضور سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا پہلے پانی لے کر وضو کرو، پھر تین بار اپنے سر پر اچھی طرح سے پانی ڈالو حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصاری عورتیں بھی کیا خوب تھیں وہ دینی مسائل معلوم کرنے میں حیاء نہیں کرتی تھیں۔

۶۵۹- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِىْ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَقَالَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِىْ بِهَا وَاسْتَتَرَ.

امام مسلم ایک اور سند سے یہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

۶۶۰- وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ اَسْمَآءُ بِنْتُ شَكَلٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت شکل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا حیض سے پاکیزگی کے لیے ہم کس طرح غسل کریں؟ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَا يَذْكُرُ فِيهِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ.

ف: اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ حیض سے غسل کرنے والی عورت مشک (یا کوئی اور خوشبو) لے کر روئی یا کسی نرم کپڑے میں رکھے اور غسل کرنے کے بعد اس کو اپنی فرج میں رکھ لے، نفاس سے غسل کرنے والی عورت کے لیے بھی یہ مستحب ہے، جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مشک کے استعمال سے مراد کسی خوشبو کو استعمال کرنا ہے تاکہ بدبو زائل ہو جائے، یہ عمل ہر حائضہ کے لیے مستحب ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

بَابُ ۱۳۲ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلٰوتِهَا

مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام

۶۶۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں حائضہ رہتی ہوں (یعنی ہر وقت ماہواری کا خون جاری رہتا ہے) اور کبھی پاک نہیں رہتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دو۔

۶۶۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَإِسْنَادِهِ وَفِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ جَرِيرٍ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَسَدٍ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِنَّا وَفِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ زِيَادَةُ حَرْفٍ تَرَكْنَا ذِكْرَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور بتلایا کہ اس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

---

۶۶۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَفْتَتْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ہر وقت حیض آتا ہے۔ آپ

أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ ابْنَةَ جَحْشٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أُمَّ حَبِيبَةَ -

نے فرمایا یہ ایک رگ ہے جس سے خون نکلتا ہے، غسل کرو اور نماز پڑھ لو، وہ ہر نماز کے بعد غسل کیا کرتی تھیں بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت جحش کو ہر نماز کے وقت غسل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ خود ایسا کرتی تھیں اور بعض روایات میں بنت جحش کا ذکر ہے، حضرت ام حبیبہ کا نام نہیں ہے۔

---

۶۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنَّ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَحَدَّثْتُ ذٰلِكَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ هِنْدًا لَوْ سَمِعَتْ بِهٰذِهِ الْفُتْيَا وَاللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَتَبْكِي لِأَنَّهَا كَانَتْ لَا تُصَلِّي

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمشیر نسبتی ام حبیبہ بنت جحش جو حضرت عبد الرحمن بن عوف کی منکوحہ تھیں، ان کو سات سال سے مسلسل حیض آرہا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس صورت کا حکم معلوم کیا، آپ نے فرمایا یہ خون ہے لیکن یہ ایک رگ سے نکلتا ہے، غسل کرکے نماز پڑھ لیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر میں ایک برتن میں بیٹھ کر غسل کرتیں تو خون کی سرخی پانی کے اوپر آجاتی، ابن شہاب نے یہ حدیث ابوبکر سے بیان کی انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہندہ پر رحم فرمائے کاش وہ یہ فتویٰ سن لیتیں لہٰذا وہ اس بات پر روتی تھیں کہ وہ اس حالت میں نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

---

۶۶۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتِ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، ان کو سات سال سے حیض آرہا تھا، اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

إِلَى قَوْلِهِ تَعْلُو حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

۶۶۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَةَ جَحْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا، اس سند کے ساتھ بھی اس قسم کی روایت منقول ہے

۶۶۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے نہانے کا برتن خون سے بھرا ہوا دیکھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔

۶۶۸- حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ قُرَيْشٍ التَّمِيمِيُّ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خون آنے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کرو، وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔

ف: اس باب کی احادیث میں نجاست کو زائل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ خون نجس ہے، اور خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس باب کی احادیث احناف کے مسلک پر قوی حجت ہیں۔

بَابُ ۱۲۲ وُجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلٰوةِ

حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں صرف روزہ کی قضاء ہے۔

۶۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مُعَاذَةَ ح قَالَ وَ

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ماہواری کے ایام میں

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْضِي إِحْدَانَا الصَّلَاةَ أَيَّامَ مَحِيضِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ.

کیا ہم نماز قضاء کرنی چاہیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہیں تم حروریہ (خوارج میں سے) تو نہیں ہو؟ ہم ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ماہواری آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضاء کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

۶۷۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنَّ نِسَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِضْنَ أَفَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَجْزِينَ قَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ يَعْنِي يَقْضِينَ.

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ایام حیض میں نماز قضاء کرنی چاہیے حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حروریہ ہو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج حائضہ ہوتی تھیں، تو کیا حضور ان کو نماز قضاء کرنے کا حکم دیتے تھے!

۶۷۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ وَلَكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ.

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ تو قضاء کرتی ہے نماز قضاء نہیں کرتی؛ حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حروریہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں محض جاننا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم تو دیا جاتا تھا اور نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

ف: یہ حکم متفق علیہ ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے اور نماز کی قضاء واجب نہیں ہے علماء نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، اس کے برعکس روزے صرف سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

بَابُ ۱۳۲ تَسَتُّرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَنَحْوِهِ

پردہ کی اوٹ میں غسل کرنا

۶۷۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ

وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ.

علیہ وسلم اس کی اوٹ میں نہا رہے تھے۔

۶۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِأَعْلَى مَكَّةَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غُسْلِهِ فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ سُبْحَةَ الضُّحَى.

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے بلند حصے میں تھے اور غسل کرنا چاہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کی اوٹ کی، غسل کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

۶۷۴ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَسَتَرَتْهُ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا اغْتَسَلَ أَخَذَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ سَجَدَاتٍ وَذَلِكَ ضُحًى.

امام مسلم اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ ڈالا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر ایک کپڑا لپیٹ کر چاشت کی آٹھ رکعات پڑھیں۔

۶۷۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مُوسَى الْقَارِئُ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً وَسَتَرْتُهُ فَاغْتَسَلَ.

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا، پردہ ڈالا، پھر آپ نے غسل فرمایا۔

ف: اس باب کی احادیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان محرم کی موجودگی میں پردہ کی اوٹ میں نہا سکتا ہے، اور اپنی بیٹی سے خدمت لے سکتا ہے، اور ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ چاشت کی نماز سنت ہے اور اس کی آٹھ رکعات ہیں۔

باب ۱۲۵ تَحْرِيمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْرَاتِ

پرائی شرم گاہ دیکھنے کی حرمت

۶۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے، اور دو مرد برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں نہ لیٹیں، نہ دو عورتیں برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں لیٹیں

عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ۔

۶۷۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا ثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا مَكَانَ عَوْرَةٍ عُرْيَةِ الرَّجُلِ وَعُرْيَةِ الْمَرْأَةِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے۔

محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام

مرد کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح مرد کا اجنبی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں اور مخصوص شرمگاہ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلاضرورت دیکھنا ہر ایک کے لیے مکروہ ہے، دوسرا یہ ہے کہ بلاضرورت دیکھنا حرام ہے، تیسرا یہ ہے کہ مرد کے لیے حرام ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے اور عورت کی باطن فرج کو دیکھنا شدید مکروہ ہے۔

مرد کے لیے اپنی محرم عورتوں کو دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ عام حالات میں کام کاج اور خدمت کے وقت جتنا جسم دکھائی دیتا ہے اتنا جسم دیکھ سکتا ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور سر پیر) اسی طرح عورت کے لیے اپنے محرم مردوں کو دیکھنے کا حکم ہے، ناف اور گھٹنے کے درمیان جسم کو کسی کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

مرد کے لیے اجنبی عورت کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو، لیکن جب کوئی ضرورت شرعیہ ہو، مثلاً خرید و فروخت، علاج اور شہادت کے وقت اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے، تنہائی میں کسی شخص کا ضرورت کی وجہ سے اپنی شرمگاہ کو برہنہ کرنا جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے[۱]۔

ستر اور حجاب کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

بَابُ ۲۶ جَوَازِ الْاِغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز

۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى سَوْءَةِ بَعْضٍ وَكَانَ مُوْسٰى يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ قَالَ فَجَمَحَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَثَرِهِ يَقُوْلُ ثَوْبِي حَجَرُ ثَوْبِي حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ إِلٰى سَوْءَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ فَقَامَ الْحَجَرُ حَتّٰى نُظِرَ إِلَيْهِ قَالَ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنَّهُ بِالْحَجَرِ نَدَبٌ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبُ مُوْسٰى بِالْحَجَرِ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل برہنہ غسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے رہتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام الگ جاکر تنہائی میں غسل کیا کرتے تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا قسم بخدا موسیٰ کے تنہائی میں نہانے کی صرف یہ وجہ ہے کہ ان کو ہرنیا کی بیماری ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے گئے، اور کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کہنے لگے اے پتھر میرے کپڑے دو، اے پتھر میرے کپڑے دو، یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سراپا کو دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا کی قسم موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر کھڑا ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے چھ یا سات نشان تھے۔

تنہائی میں بے پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کو یہ اطمینان ہو کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، تو وہ تنہائی میں برہنہ غسل کر سکتا ہے، اور دوا اور علاج کی ضرورت سے انسان کسی اجنبی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے، اور ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے پتھر میں نشان پڑ گئے، اور ان میں یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام صورت اور سیرت کے اعتبار سے مخلوق میں کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عیوب اور نقائص سے پاک رکھتا ہے، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقاضائے بشریت سے پتھر پر ضرب لگائی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ عام انسانوں کے حق میں بھی شرم گاہ کھولنا حرام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سب کچھ کیسے صادر ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے ان کی شریعت میں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ غسل کرنا جائز تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیاء کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص تنہائی میں برہنہ ہو سکتا ہے

آپ نے فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ لے

بَابُ[۱۴] الِاعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

شرمگاہ چھپانے کی کوشش کرنا

٦٧٩ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ حِجَارَةً فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِزَارِي إِزَارِي فَشُدَّ عَلَيْهِ إِزَارُهُ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَلَى عَاتِقِكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ جب (آپ کے بچپن میں) کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے حضرت عباس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تم اپنا تہبند اتار کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لو سو آپ نے ایسا کر لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند میرا تہبند، پھر آپ کا تہبند دیا گیا بعض روایت میں ہے کہ کندھے کی بجائے اپنی گردن پر تہبند رکھ لو۔

٦٨٠ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْكِبِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ عُرْيَانًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، اور آپ نے تہبند پہنا ہوا تھا آپ کے چچا عباس نے کہا اے بھتیجے اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لو اور اس کے اوپر پتھر رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اتار کر اسے کندھے پر رکھ لیا آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے، اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

٦٨١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے

لے - علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱ - ۲۲۹ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي اُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ اَقْبَلْتُ بِحَجَرٍ اَحْمِلُهُ ثَقِيْلٍ وَّعَلَيَّ اِزَارٌ خَفِيْفٌ قَالَ فَانْحَلَّ اِزَارِيْ وَمَعِيَ الْحَجَرُ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اَضَعَهُ حَتّٰى بَلَغْتُ بِهٖ اِلٰى مَوْضِعِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ اِلٰى ثَوْبِكَ فَخُذْهُ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاةً۔

چھوٹا سا تہ بند باندھا ہوا تھا، اچانک میرا تہ بند کھل گیا اور میرے کندھے پر وزنی پتھر تھا، اس وجہ سے میں تہ بند کو اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ میں نے پتھر کو اس کی جگہ نہیں پہنچا دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر اپنا تہ بند لو اور اس کو باندھو اور ننگے بدن نہ پھرا کرو۔

ف: اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں بھی زمانہ جاہلیت کے برے اخلاق سے محفوظ اور مامون تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی حیا کے باوجود اپنے چچا کا حکم ماننے کے لیے تہبند اتار دیا تھا لیکن چونکہ یہ فعل آپ کی پاکیزہ فطرت اور مزاج کے خلاف تھا اس لیے آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اور حیا کامل پر پیدا کیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

زہری نے بیان کیا ہے کہ جس وقت قریش نے کعبہ کو بنایا اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوتے تھے ابن التین نے کہا اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے دس سال بعد قریش نے کعبہ کی تعمیر کی، اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، اسی چیز کی محمد بن اسحاق نے تصریح کی ہے، علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ دو بار ہوا ہو ایک بار کعبہ کی مرمت ہوئی ہو اور ایک بار کعبہ کو بنایا گیا ہو۔ [1]

بَابُ ۱۳۸ التَّسَتُّرِ عِنْدَ الْبَوْلِ

قضاء حاجت کے وقت پردہ کرنا

۶۸۲۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَا نَا مَهْدِيٌّ وَّهُوَ ابْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَبِيْ يَعْقُوْبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ فَاَسَرَّ اِلَيَّ حَدِيْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ وَكَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْ حَائِشُ نَخْلٍ قَالَ ابْنُ اَسْمَاءَ فِيْ حَدِيْثِهٖ يَعْنِيْ حَائِطَ نَخْلٍ۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا، پھر میرے کان میں ایک راز کی بات کہی جس کو میں کبھی بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کے وقت کھجور کے درختوں کی اوٹ زیادہ پسند تھی۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۔۷، الطبعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

باب ۱۲۹ بیان ان الجماع کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الا ان ینزل المنی وبیان نسخه وان الغسل یجب بالجماع

غسل جماع کے احکام

۶۸۳ - حدثنا یحیی بن یحیی ویحیی بن ایوب وقتیبة وابن حجر قال یحیی بن یحیی انا وقال الاخرون نا اسمعیل وهو ابن جعفر عن شریک یعنی ابن نمر عن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری عن ابیه قال خرجت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین الی قباء حتی اذا کنا فی بنی سالم وقف رسول الله صلی الله علیه وسلم علی باب عتبان فصرخ به فخرج یجر ازاره فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اعجلنا الرجل فقال عتبان یا رسول الله ارایت الرجل یعجل عن امراته ولم یمن ماذا علیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الماء من الماء۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبا گیا جب ہم بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عتبان کے مکان پر ٹھہر گئے اور حضرت عتبان کو آواز دی، وہ اپنا تہبند بالشتے ہوئے دروازے سے نکلے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا حضرت عتبان نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری میں مشغول ہو اور انزال اخروج منی سے پہلے اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

۶۸۴ - حدثنا هارون بن سعید الایلی ثنا ابن وهب اخبرنی عمرو بن الحارث عن ابن شهاب حدثه ان ابا سلمة بن عبد الرحمن حدثه عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال انما الماء من الماء۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

۶۸۵ - حدثنا عبید الله بن معاذ العنبری قال نا المعتمر قال نا ابی قال نا ابو العلاء ابن الشخیر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم ینسخ حدیثه بعضه بعضا کما ینسخ القرآن بعضه بعضا۔

ابو العلاء بن شخیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث بعض دوسری احادیث کو منسوخ کر دیتی ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے

۶۸۶ - حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا غندر عن شعبة ح وحدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری کے مکان سے گذر ہوا، آپ نے ان کو بلوایا، وہ اس حال میں گھر سے

الحكم عن ذكوان عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على رجل من الأنصار فأرسل إليه فخرج ورأسه يقطر فقال لعلنا أعجلناك قال نعم يا رسول الله قال إذا أعجلت أو أقحطت فلا غسل عليك وعليك الوضوء وقال ابن بشار إذا أعجلت أو أقحطت.

باہر آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، اس نے کہا ہاں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کبھی تم کو بغیر انزال کے علیحدہ ہونا پڑے تو تم پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر لیا کرو

---

٦٨٧ - حدثنا أبو الربيع الزهراني قال نا حماد قال نا هشام بن عروة ح وحدثنا أبو كريب محمد بن العلاء واللفظ له قال نا أبو معاوية قال نا هشام عن أبيه عن أبي أيوب عن أبي بن كعب قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرجل يصيب من المرأة ثم يكسل فقال يغسل ما أصابه من المرأة ثم يتوضأ ويصلي.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور بغیر انزال کے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے جسم پر عورت کے اندام نہانی سے نکل کر جو چیز لگی ہو اس کو دھو لے پھر وضو کرے، اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

٦٨٨ - وحدثنا محمد بن المثنى قال نا شعبة عن هشام بن عروة قال حدثني أبي عن الملي عن الملي يعني بقوله الملي عن الملي أبو أيوب عن أبي بن كعب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال في الرجل يأتي أهله ثم لا ينزل قال يغسل ذكره ويتوضأ.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہو پھر انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو وہ اپنے آلہ کو دھو کر وضو کرے۔

---

٦٨٩ - وحدثني زهير بن حرب وعبد بن حميد قالا نا عبد الصمد بن عبد الوارث ح وحدثنا عبد الوارث بن عبد الصمد واللفظ له قال حدثني أبي عن جدي عن الحسين بن ذكوان عن يحيى بن أبي كثير قال أخبرني أبو سلمة أن عطاء بن يسار أخبره أن زيد ابن خالد الجهني أنه سأل عثمان ابن عفان قال قلت أرأيت إذا جامع الرجل امرأته ولم يمن قال عثمان يتوضأ كما يتوضأ للصلاة ويغسل ذكره قال عثمان سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم.

زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، حضرت عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ شخص اپنے آلہ کو دھوئے اور اس کے بعد وضو کرے۔

٦٩٠- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ يَحْيٰى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

٦٩١- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ وَمَطَرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِي حَدِيثِ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ قَالَ زُهَيْرٌ مِنْ بَيْنِهِمْ بَيْنَ أَشْعُبِهَا الْأَرْبَعِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

(عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے ہاتھ اور ٹانگیں ہیں، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد کے عضو تناسل کا سر عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اور یہ حدیث ان تمام پچھلی احادیث کے لیے ناسخ ہے جن میں گذرا ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔)

٦٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ثُمَّ اجْتَهَدَ وَلَمْ يَقُلْ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے جن میں سے صرف شعبہ کی سند کے ساتھ انزال کا ذکر نہیں ہے۔

٦٩٣- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ بغیر انزال کے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں، انصاری صحابہ یہ کہتے تھے کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے اور مہاجرین کہتے تھے کہ صرف صحبت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا

اخْتَلَفَ فِي ذٰلِكَ رَهْطٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّونَ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ إِلَّا مِنَ الدَّفْقِ أَوْ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْمُهَاجِرُونَ بَلْ إِذَا خَالَطَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَقَالَ أَبُو مُوسٰى فَأَنَا أَشْفِيكُمْ مِنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَأُذِنَ لِي فَقُلْتُ لَهَا يَا أُمَّاهْ أَوْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكِ عَنْ شَيْءٍ وَإِنِّي أَسْتَحْيِيكِ فَقَالَتْ لَا تَسْتَحْيِي أَنْ تَسْأَلَنِي عَمَّا كُنْتَ سَائِلًا عَنْهُ أُمَّكَ الَّتِي وَلَدَتْكَ فَإِنَّمَا أَنَا أُمُّكَ قُلْتُ فَمَا يُوجِبُ الْغُسْلَ قَالَتْ عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ.

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُجَامِعُ أَهْلَهُ ثُمَّ يُكْسِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَعَائِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَفْعَلُ ذٰلِكَ أَنَا وَهٰذِهِ ثُمَّ نَغْتَسِلُ۔

میں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری ابھی تسلی کرا دیتا ہوں، میں وہاں سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور باریابی کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر میں نے عرض کیا، اے میری اور تمام مسلمانوں کی ماں! میں آپ سے ایک مسئلہ حل کرانا چاہتا ہوں، لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں تمہاری حقیقی والدہ کی طرح ہوں، مجھ سے کوئی بات پوچھنے میں شرم نہ کرو۔ میں نے عرض کیا غسل کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے یہ بات اس سے پوچھی ہے جس کو اس کا علم ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور دو شرمگاہیں مل جائیں (یعنی مرد کا عضو زنانی میں غائب ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (خواہ انزال ہو یا نہ ہو)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے پھر انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اور یہ ایسا کرتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

غسل جنابت کا سبب

حدیث نمبر ۶۹۱ میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو، بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی زیر بحث حدیث پر تمام فقہاء کا عمل ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے: "غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے" یہ منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ خواب

میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو، یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کرے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً اور اختیاراً ہو یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے الا یہ کہ مفعول بہ غیر مکلف ہو، اگر سمجھدار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہیے۔[1]

بَابُ ۱۳ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب

۶۹۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ ابْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَجَدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّمَا أَتَوَضَّأُ مِنْ أَثْوَارِ أَقِطٍ أَكَلْتُهَا لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ خَالِدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَأَنَا أُحَدِّثُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے، عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ مسجد میں وضو کر رہے تھے اور وضو کرنے کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے ... عروہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے، آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

۶۹۶ - وحدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب قال نا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

۶۹۷ - وحدثنا زهير بن حرب قال نا يحيى بن سعيد عن هشام بن عروة قال أخبرني وهب بن كيسان عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابن عباس ح وحدثني الزهري عن علي بن عبد الله بن عباس عن ابن عباس ح وحدثني محمد بن علي عن أبيه عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم أكل عرقا أو لحما ثم صلى ولم يتوضأ ولم يمس ماء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی پر لگا ہوا گوشت یا صرف گوشت کھایا (راوی کو شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے کیا کہا تھا) پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا یا پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۶۹۸ - وحدثنا محمد بن الصباح قال نا إبراهيم بن سعد قال نا الزهري عن جعفر بن عمرو بن أمية الضمري عن أبيه أنه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يحتز من كتف يأكل منها ثم صلى ولم يتوضأ.

عمرو بن امیہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے پھر آپ نے نماز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔

۶۹۹ - وحدثني أحمد بن عيسى قال نا ابن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن ابن شهاب عن جعفر بن عمرو بن أمية الضمري عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يحتز من كتف شاة فأكل منها فدعي إلى الصلوة فقام وطرح السكين وصلى ولم يتوضأ.

عمرو بن امیہ ضمری کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، اسی وقت نماز کی اقامت (تکبیر) ہوئی، آپ نے چھری پھینک دی نماز پڑھائی اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۰ - قال ابن شهاب وحدثني علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمرو وحدثني بكير بن الأشج عن كريب مولى ابن عباس عن ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم أكل عندها كتفا ثم صلى ولم يتوضأ.

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۱ - قال عمرو وحدثني جعفر بن ربيعة عن

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات پر

يَعْقُوبَ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِي غَطَفَانَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ لَكُنْتُ أَشْوِي لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

گواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بکری کا کلیجی بھون رہا تھا (آپ کلیجی کھا رہے تھے) پھر آپ نے نماز پڑھی، اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور پھر پانی منگوا کر کلی کی، اور فرمایا اس میں ایک قسم کی چکناہٹ ہوتی ہے۔

۷۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی قسم کی ایک روایت نقل کی ہے۔

۷۰۴۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأُتِيَ بِهَدِيَّةٍ خُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأَكَلَ ثَلَاثَ لُقَمٍ ثُمَّ صَلَّى بِالنَّاسِ وَمَا مَسَّ مَاءً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے، پھر نماز کے لیے نکلے، اس وقت آپ کے پاس ایک شخص گوشت اور روٹی کا ہدیہ لایا۔ آپ نے اس میں سے تین لقمے کھائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۷۰۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ حَلْحَلَةَ وَفِيهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ صَلَّى وَلَمْ يَقُلْ بِالنَّاسِ۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے۔

ف: جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں کرتے تھے، یہ حدیث جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی وضو ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

بَابُ ۱۳۱ الْوُضُوْءِ مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم

۷۰۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَأَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ فَقَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ قَالَ أُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أُصَلِّيْ فِيْ مَبَارِكِ الْإِبِلِ قَالَ لَا۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا کیا میں اونٹ بٹھانے کی جگہ نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۷۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ سِمَاكٍ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ كُلُّهُمْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ كَامِلٍ عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی جابر بن سمرہ والی روایت کی مثل منقول ہے۔

ف: جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور امام احمد بن حنبل اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام احمد نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جمہور فقہاء نے اس کو وضو لغوی یعنی کلی پر محمول کیا ہے۔

بَابُ ١٣٢ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِطَهَارَتِهِ تِلْكَ

٧٠٨ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَتِهِمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ.

جس شخص کو وضوء کا یقین ہو پھر وضوء ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضوء سے نماز پڑھ سکتا ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ انھیں نماز کے درمیان وضوء ٹوٹنے کا شک لاحق ہوتا رہتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت نماز نہ توڑو، جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس نہ ہو جائے یا تم (ریح کی) آواز نہ سن لو۔

---

٧٠٩ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں گڑبڑ ہو، اور اسے شک ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ ریح کی بو یا آواز محسوس نہ ہو۔

شک سے یقین زائل نہیں ہوتا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا، جمہور صحابہ، تابعین اور فقہاء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضوء کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ہر حال میں وضوء لازم ہے۔ [1]

بَابُ ١٣٣ طَهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ

مردار اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٥٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

۷۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ مَيْمُونَةَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو کسی شخص نے صدقہ میں ایک بکری دی، اور وہ مر گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ حاصل کرتے! ان لوگوں نے عرض کیا حضور یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا مردار جانور کا صرف کھانا حرام ہے۔

۷۱۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری کو دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا، انھوں نے عرض کیا یہ تو مردار ہے آپ نے فرمایا مردار جانور کا صرف کھانا حرام ہے۔

۷۱۲۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ رِوَايَةِ يُونُسَ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۷۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَغُوهُ فَانْتَفَعُوا بِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری پڑی ہوئی دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی اگر تم اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔

۷۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کے ہاں ایک بکری

بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ مُنْذُ حِيْنٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُوْنَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةً كَانَتْ لِبَعْضِ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ۔

پلی ہوئی تھی، وہ مرگئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی، پھر تم اس سے نفع حاصل کرتے۔

۷۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ لِمَوْلَاةٍ مَيْمُوْنَةَ فَقَالَ أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ کی باندی کی (مردار) بکری کے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہ اٹھایا۔

۷۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ وَعْلَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کھال کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے۔

۷۱۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس حدیث کی مثل منقول ہے۔

۷۱۸۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا وَقَالَ ابْنُ مَنْصُوْرٍ أَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَئِيِّ فَرْوًا فَمَسِسْتُهُ فَقَالَ مَا لَكَ تَمَسُّهُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُوْنُ بِالْمَغْرِبِ وَمَعَنَا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوْسُ نُؤْتٰى بِالْكَبْشِ قَدْ ذَبَحُوْهُ وَنَحْنُ لَا نَأْكُلُ ذَبَائِحَهُمْ وَيَأْتُوْنَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُوْنَ فِيْهِ

ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن وعلہ سبئی کو ایک پوستین (چمڑے کی قمیص یا کوٹ) پہنے ہوئے دیکھا میں نے اس پوستین کو چھو کر دیکھا، اس نے کہا تم اس کو کیوں چھو کر دیکھ رہے ہو، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس بارہ میں مسئلہ معلوم کر لیا تھا میں نے کہا تھا کہ ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ قوم بربر اور آتش پرست لوگ رہتے ہیں، وہ بکری ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے اور ہمارے پاس وہ مشک لاتے ہیں جس میں وہ چربی ڈالتے ہیں

الْوَدَكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ دِبَاغُهُ طَهُوْرُهُ۔

رہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، آپ نے فرمایا تھا کھال کی پاکیزگی رنگنے سے حاصل ہوجاتی ہے۔

۷۱۹- وَحَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّأَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَعْلَةَ السَّبَئِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُوْنُ بِالْمَغْرِبِ فَيَأْتِيْنَا الْمَجُوْسُ بِالْأَسْقِيَةِ فِيْهَا الْمَاءُ وَالْوَدَكُ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ أَرَأْيٌ تَرَاهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ دِبَاغُهُ طَهُوْرُهُ۔

ابن وعلہ سبئی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں ہمارے پاس آتش پرست مشکوں میں پانی اور چربی لے کر آتے ہیں آپ نے فرمایا: اس سے پانی پی لیا کرو، میں نے پوچھا کیا آپ اپنی رائے سے فرما رہے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مردار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات مذہب ہیں:

۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ: کتے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور جو ان میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی، اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں، کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔

۲- حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔

۳- امام اوزاعی، ابن المبارک، ابو ثور اور اسحٰق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔

۴- امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔

۵- امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں مگر کھال کا ظاہری حصہ پاک ہوتا ہے، باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور تر چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپری حصہ پر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

۶- داؤد ظاہری، غیر مقلدین اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ بہ شمول کتے اور خنزیر، رنگنے سے تمام کھالیں ظاہراً و باطناً پاک ہو جاتی ہیں۔

۷۔ زہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بغیر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام

ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگنا جائز ہے، جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے، اور اس سے کھال کا فساد (سڑنا اور بدبودار ہونا) ختم ہو جائے، مثلاً انار کے چھلکوں، قرظ کے پتوں، نوشادر اور دیگر کیمیائی اجزاء) سے فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوتی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں رکھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے، راکھ اور مٹی سے کھال پاک نہیں ہوتی، آیا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اس کو فروخت کرنے کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے؟ اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ کسی حال میں جائز نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حلال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے (یہ تفصیل مردار کی کھال کے متعلق ہے جس کو رنگ کر پاک کر لیا گیا ہو) جب مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جائے تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں، (فقہاء احناف کے نزدیک مردار کے بال پاک ہیں، ھدایہ)۔[1]

بَابُ ۳۴ التَّيَمُّمِ

تیمم

۷۲۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا أَلَا تَرَى إِلَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جب مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے رک گئے، اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا، اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا، صحابہ نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھ رہے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا لیا، اس مقام پر پانی ہے

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِالنَّاسِ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ۔

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ (یہ شکایت سن کر) حضرت ابوبکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے زانوں پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے، حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے، نہ صحابہ کے پاس پانی ہے، پھر حضرت ابوبکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں انگلی چبھوتے رہے، اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں ہلی، یہاں تک کہ اسی حال میں صبح ہو گئی جب کہ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا، صبح ہو گئی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، پھر نقباء میں سے حضرت اسید بن حضیر نے کہا اے آل ابوبکر یہ کوئی آپ کی پہلی برکت نہیں ہے! حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے سے نکل آیا۔

٧٢١۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ بِشْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار عاریۃً لیا اور وہ (سفر میں) گم ہو گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے بعض کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، اسی اثناء میں نماز کا وقت آ گیا اور انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ سے اس بات کی شکایت کی، اسی وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ سے کہا ”اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ پر کوئی پریشانی نہیں آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی کو آپ سے زائل کر دیا، اور مسلمانوں کے لیے اس

۷۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوْا بِالصَّعِيْدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَقُوْلَ بِيَدَيْكَ هٰكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِيْنِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ أَوَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

میں برکت رکھ دی۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہوکر فرمایا، اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نمازیں پڑھے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا، پھر آپ سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا "جب تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو"، حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی ٹھنڈا لگنے کی بناء پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، راستہ میں جنب ہوگیا تو مجھ پر غسل فرض ہوگیا۔ پس میں خاک پر اسی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہیں، پھر جب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک مرتبہ مارے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پر مسح کیا اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

۷۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ مثل سابق روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ

اَبُو مُوسٰی لِعَبْدِ اللّٰهِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ اَبِی مُعَاوِيَةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ اَنْ تَقُولَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ۔

۷۲۴۔ وَحَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِیُّ قَالَ نَا يَحْيٰی يَعْنِی ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰی عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی عُمَرَ فَقَالَ اِنِّی اَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدْ مَاءً فَقَالَ لَا تُصَلِّ فَقَالَ عَمَّارٌ اَمَا تَذْكُرُ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ اَنَا وَاَنْتَ فِی سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِی التُّرَابِ وَصَلَّيْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ اَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْاَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ فَقَالَ عُمَرُ اتَّقِ اللّٰهَ يَا عَمَّارُ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ لَمْ اُحَدِّثْ بِهٖ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِيهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰی عَنْ اَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ ذَرٍّ قَالَ وَحَدَّثَنِی سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ فِی هٰذَا الْاِسْنَادِ الَّذِی ذَكَرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نُوَلِّيكَ مَا تَوَلَّيْتَ۔

۷۲۵۔ وَحَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ اَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی قَالَ قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهٗ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی عُمَرَ فَقَالَ اِنِّی اَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدْ مَاءً وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَ عَمَّارٌ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ حَقِّكَ لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا وَلَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَنِی سَلَمَةُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا (غسل جنابت کی خاطر) تمہارے لیے اس قدر تیمم کافی ہے۔

ابزی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں مل سکا، حضرت عمر نے فرمایا نماز مت پڑھ۔ حضرت عمار کہنے لگے اے امیر المؤمنین کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں جنبی ہو گئے اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ آپ نے بہر حال نماز نہیں پڑھی، لیکن میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، اور میں نے نماز پڑھ لی (جب حضور کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا) تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر مارتے پھر پھونک مار کر گرد اڑا دیتے، پھر ان کے ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے، حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو، حضرت عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان کروں، امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بوجھ تمہیں پر ڈالتے ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ مثل سابق حدیث بیان کی جس میں حضرت عمار کا یہ قول ہے کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت مجھ پر واجب کی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا۔

عَنْ ذِرَاعٍ۔

۷۲۶۔ قَالَ مُسْلِمٌ وَرَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَبِي الْجَهْمِ ابْنِ الْحَارِثِ ابْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجَهْمِ أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبد الرحمان بن یسار ابو الجہم بن حارث انصاری کے پاس گئے، انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمل نامی کنوئیں کی طرف سے آئے، راستہ میں آپ نے ایک شخص کے سلام کا اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک ایک دیوار کے پاس پہنچ کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح نہیں کر لیا، اس کے بعد آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

۷۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے، ایک شخص نے پاس سے گذر کر سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم و ایدیکم منه ط ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون۔

(مائدہ ۶:۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو پس اپنے چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں پر اس (پاک مٹی) سے مسح کرو، اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا، لیکن اللہ تمہیں خوب پاک کرنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تیمم، کتاب، سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے، تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر، تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ

مارنا) ضروری ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبد اللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابو حنیفہ، اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحٰق، ابن المنذر، اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے، زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء تیمم نہیں ہے، اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے تیمم حدث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی، حائض اور نفساء) کے لیے بھی ہے، سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا، جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں، جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابو سلمہ عبد الرحمن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا، اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے، وہ اگر اتنا پانی ہو تو اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انھوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر رطوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں، جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا، مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے، جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

امام شافعی، امام احمد، ابن المنذر، داؤد ظاہری اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے، اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں، اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

فقہاء شافعیہ اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدث کو زائل نہیں کرتا بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے اس کے ساتھ فرض نماز اور جس قدر چاہیں نوافل پڑھ سکتا ہے، اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرض جمع نہ کیے جائیں، اگر تیمم سے فرض پڑھنے کی نیت کی تو اس سے نفل بھی پڑھ سکتا ہے اور اگر تیمم سے نفل کی نیت کی ہو تو اس سے نفل پڑھنا

جائز ہے فرض جائز نہیں ہے، وہ ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہ کرے، جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اگر اس نے نماز کے دوران پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور وہ نماز پوری کر سکتا ہے۔[1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، زرنیخ وغیرہ، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو، تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے، تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا عذر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔[2]

حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے، جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔

۲۔ کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا، خواہ اس کا خاوند موجود ہو، صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، اور صحابہ کرام آپ کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔

۳۔ کسی فعل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا، کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کا گم ہونا تھا۔

۴۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو، جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہوگا۔

۵۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کو سرزنش کرنا خواہ وہ بیٹی شادی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔

۶۔ اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ صبر کرے اور اپنے جسم کو ہلنے سے باز رکھے جبکہ اس کی حرکت سے کسی سونے والے، بیمار یا نمازی یا قاری یا علم میں مشغول شخص کی تشویش اور بے آرامی کا خدشہ ہو۔

۷۔ سفر میں تہجد کی رخصت، یہ اس قول پر ہے کہ آپ پر تہجد کی نماز واجب تھی۔

۸۔ پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ عمرو بن حارث کی روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۳۸-۴۲، ملخصاً مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

میں ہے نماز کا وقت آگیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور صدمہ لاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے، اور حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ پر ناراضگی کا اظہار کیا، علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی ہے، آپ نے وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے۔) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ آیت وضو کی فرضیت کی قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ نیز پہلے وضو کی فرضیت سنت سے تھی اور اب وضو کی فرضیت قرآن مجید سے ہو گئی، بعض روایت میں ہے کہ حضرت اسلع اعرجی، جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری لاتے تھے ایک دن انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا میں جنبی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا واقعہ بھی ہار گم ہونے والے دن پیش آیا ہو، کیونکہ وہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا اور سواری لاتا تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیت کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرو۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست، مریض، بے وضو اور جنبی سب کے لیے تیمم مشروع ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے، لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں جنبی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، اور حضر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے، جب پانی نہ ملے، یا مرض، یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو، علامہ ابوعمر وابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو، علامہ طبری نے کہا امام ابویوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مرض اور خروج ــــ وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، لیث اور طبری نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں، وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے، اور عطاء بن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں ازواج کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کو ساتھ لے جائے، اور قرعہ اندازی کر کے اس کو لے جانا مستحب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے، امام مالک، امام شافعی

اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال حلال محترم ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے (یہ ہار بارہ درہم کی مالیت کا تھا)

۱۵۔ مال کی حفاظت کرنے کا جواز خواہ اس کی تلاش میں اتنا وقت لگے کہ نماز کے لیے پانی نہ مل سکے۔

۱۶۔ گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱۷۔ اگر کسی ایک فرد کا نقصان ہو تو سب لوگوں کو مل کر اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کو تمام قافلے والوں نے مل کر تلاش کیا۔

۱۸۔ کسی چیز کو عاریۃً لینے کا جواز اور عاریۃً لی ہوئی چیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے سفر کرنے کا جواز۔

۱۹۔ عورت کا اپنے خاوند کی خاطر زیبائش کے لیے ہار اور دیگر زیورات پہننا۔

۲۰۔ شوہر کا اپنی بیوی کے زانو پر سر رکھ کر سونے کا جواز۔

۲۱۔ کسی مصلحت کی وجہ سے مشقت کو برداشت کرنا، کیونکہ حضرت ابوبکر کے چٹکیاں لینے کے باوجود حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خدشہ سے اپنے آپ کو ہلنے سے باز رکھا۔

۲۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے آیت تیمم کا نازل ہونا اور حضرت عائشہ کی فضیلت۔

۲۳۔ اگر آیت تیمم نازل نہ ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ پر طعن کرتے کہ ان کی وجہ سے انھوں نے بے وضو نماز پڑھی، اللہ تعالٰی نے آیت تیمم نازل فرما کر حضرت عائشہ سے اس طعن کو دور کیا اور جو لوگ حضرت عائشہ کی شکایت کر رہے تھے وہی حضرت عائشہ کی برکت کو بیان کرنے لگے۔

۲۴۔ اللہ تعالٰی کو حضرت عائشہ پر طعن یا ان کی مذمت گوارہ نہیں ہے، جب منافقین نے ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالٰی نے قرآن مجید کی دس آیات میں ان کی برأت بیان فرمائی اور ان کی برکت سے حد قذف کا قانون نازل کیا جس کی وجہ سے قیامت تک تمام خواتین کی عزتیں محفوظ ہوگئیں اور اس موقع پر ان کی برکت سے آیت تیمم نازل فرمائی جس کی وجہ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ اگر وہ بیمار ہوں یا ان کو سفر میں پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لیں۔ [1]

حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث

اس حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہار نکل آیا۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو ہار مل گیا، ایک روایت میں دو شخصوں کا ذکر ہے، اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اُسید بن حضیر اور ان کے متبعین تھے، وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا، پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ ہار مل گیا۔ [2]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

بعض لوگ اس حدیث سے علم رسالت پر طعن کرتے ہیں کہ اگر آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہوتا تو آپ کو علم ہوتا کہ ہار کہاں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے، ثانیاً یہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ ہار سے ہٹا دی، ثالثاً یہ کہ اگر آپ علی الفور بتا دیتے کہ ہار کہاں ہے تو آیت تیمم کے نازل ہونے کا واقعہ اور داعیہ پیش نہ آتا، اور وہ تمام مسائل معلوم نہ ہوتے جن کا ہم نے علامہ عینی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

تیمم کے بعض مسائل

حدیث نمبر ۷۲۶ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار سے تیمم کیا۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا، کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے، خواہ فرض نماز، نماز عید، یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے، کیونکہ ان کی قضا نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی، یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا، اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے، پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کنویں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔ [1]

باب ۱۳۵ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ　　مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل

۷۲۸ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ قَالَ حُمَيْدٌ ثَنَا ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَرِيْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ فَتَفَقَّدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَآءَهُ قَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقِيْتَنِيْ وَاَنَا جُنُبٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں ان کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چپکے سے غسل کرنے کے لیے چلے گئے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش کیا، جب ابوہریرہ آئے، تو آپ نے پوچھا اے ابوہریرہ تم کہاں تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھ سے ملاقات کی، اس وقت میں جنبی تھا، میں نے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲ - ۱۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ حَتّٰى اَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ۔

۷۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهٗ وَهُوَ جُنُبٌ فَحَادَ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ۔

اس حالت میں آپ کے ساتھ بلا غسل رہنا ناپسند سمجھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ مومن نجس نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر غسل کرنے چلے گئے، جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غسل کر کے حاضر ہوئے تو (بطور عذر) عرض کیا کہ میں جنبی تھا، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔

آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۷۸، میں ہے، مومن نجس نہیں ہوتا۔
علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ یہ حدیث اس کی طہارت میں اصل عظیم ہے، زندہ مسلمان کی طہارت پر مسلمانوں کا اجماع ہے حتیٰ کہ پیٹ کا بچہ جو اس کی ماں سے ساقط ہو جائے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہوئی ہو وہ بھی طاہر ہے، یہ زندہ مسلمان کا حکم ہے اور رہا مردہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے اسی لیے اس کو غسل دیا جاتا ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ مسلم نجس نہیں ہوتا، خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور کافر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ مسلمان کے حکم میں ہے، یعنی وہ بھی پاک ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور قرآن مجید میں جو ہے: انما المشرکون نجس " مشرکین نجس ہیں"، اس سے ان کے اعتقاد کی نجاست مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء بول اور براز کی طرح نجس ہیں، اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی طاہر ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں، لہٰذا مشرکین کے کپڑوں سے نماز پڑھنا جائز ہے اور کسی مانع چیز کے ساتھ تناول کرنا جائز ہے۔ اس کے دلائل سنت اور اجماع سے مشہور ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے، اور اہل فضل کے مصاحب کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ طالب علم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس سب سے اچھے لباس اور سب سے بہتر ہیئت میں حاضر ہو، جن بالوں کو کاٹنا چاہیے وہ کٹے ہوئے ہوں، ناخن کٹے ہوئے ہوں اور بدبو دار اور ناپسندیدہ لباس سے پاک ہو کیونکہ اس میں علم اور علماء کا احترام ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

بَابُ ۱۳۶ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ وَغَيْرِهَا

۷۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَا نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دوسرے اذکار کے جواز کے لیے یہ حدیث اصل ہے، فقہاء کا اختلاف اس میں ہے کہ آیا جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں، جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جز میں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور حائض پر حرام ہے، اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے، اور جنبی اور حائض کے لیے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا، اور مصحف کریم کو دیکھنا جائز ہے (البتہ چھونا جائز نہیں ہے) اور ان کے لیے مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول براز اور جماع کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اور غالب اوقات میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے خواہ وضو سے ہوں، بے وضو ہوں یا جنبی ہوں اور بول براز وغیرہ کے حال میں آپ زبان سے ذکر نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کا دل ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا تھا۔[1]

بَابُ ۱۳۷ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامَ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ وَأَنَّ الْوُضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ

۷۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور وضو کا واجب نہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا۔ حاضرین نے آپ کو وضو یاد کرایا آپ نے فرمایا کیا میں نماز کا ارادہ کر رہا ہوں جو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَذَكَرُوا لَهُ الْوُضُوءَ فَقَالَ أُرِيدُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوَضَّأَ۔

وضو کروں۔

۷۳۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ وَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ لِمَ أَأُصَلِّي فَأَتَوَضَّأَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ آپ بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، اور آپ کو وضو یاد دلایا گیا، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جس وقت نماز پڑھتا ہوں اس وقت وضو کرتا ہوں۔

۷۳۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ مَوْلَى آلِ السَّائِبِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا جَاءَ قُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا تَتَوَضَّأُ قَالَ لِمَ أَلِلصَّلٰوةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء گئے جب فارغ ہوکر آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے آپ نے فرمایا کس وجہ سے؟ کیا نماز پڑھنی ہے؟

۷۳۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً قَالَ وَزَادَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَتَوَضَّأْ قَالَ مَا أَرَدْتُ صَلٰوةً فَأَتَوَضَّأَ وَزَعَمَ عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فارغ ہو کر آئے، اور آپ نے وضو کیے بغیر کھانا کھایا، بعض روایات میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے، فرمایا میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے جو وضو کروں۔

ف: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا (چھونا نہیں) اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، اور اس میں سے کوئی کام مکروہ نہیں ہے، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اس پر دلائل موجود ہیں۔

بَابُ ۱۳۸ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

بیت الخلاء جانے کے وقت کی دعا۔

۷۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

زُہَیْرٌ وَقَالَ یَحْیٰی اَیْضًا اَنَا ھُشَیْمٌ کِلَاھُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُھَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ فِیْ حَدِیْثِ حَمَّادٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْکَنِیْفَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم انی اعوذ بلک من الخبث والخبائث (اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں)۔

۷۳۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِیْلُ وَھُوَ ابْنُ عُلَیَّۃَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے وقت یہ الفاظ کہتے: اعوذ باللہ من الخبث والخبائث۔

ف: اس حدیث میں خبث اور خبائث سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس سے مراد شر ہے، ایک قول یہ ہے اس سے کفر مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ خبث سے مراد شیاطین ہیں اور خبائث سے مراد معاصی ہیں، ابن الاعرابی نے کہا کلام عرب میں خبث مکروہ کو کہتے ہیں، الخبث کلام سے مراد گالی گلوچ ہے، الخبیث ملت سے مراد کفر ہے خبیث طعام سے مراد حرام ہے، خبیث مشروب سے مراد مضر ہے، تقضاء حاجت سے پہلے یہ دعا بیت الخلاء کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگر کسی جنگل یا میدان میں تقضاء حاجت کرے تو اس سے پہلے بھی یہ دعا مانگے۔

بَابُ ۱۳۹ الدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا یَنْقُضُ الْوُضُوْءَ

بیٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا

۷۳۷۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّۃَ ح وَحَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ کِلَاھُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَجِیٌّ لِرَجُلٍ وَّفِیْ حَدِیْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَنَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِی الرَّجُلَ فَمَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی، اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشیوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ لوگوں کو نیند آگئی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۷۳۸۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُھَیْبٍ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْ رَجُلًا فَلَمْ یَزَلْ یُنَاجِیْہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشی فرما رہے تھے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ بدستور سرگوشی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے اصحاب

حَتّٰى نَامَ أَصْحَابُهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِهِمْ۔

سو گئے پھر آپ تشریف لائے اور انھیں نماز پڑھائی۔

۷۳۹۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبِ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُوْنَ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّئُوْنَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ إِيْ وَاللّٰهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے تھے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے شعبہ کہتے ہیں میں نے قتادہ سے کہا تم نے اس حدیث کو خود حضرت انس سے سنا ہے! انہوں کہا ہاں! خدا کی قسم!

۷۴۰۔ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ أُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ لِّيْ حَاجَةٌ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْهِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلَّوْا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشاء کی نماز کی اقامت کہہ دی گئی تھی کہ ایک شخص نے حضور سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ اس سے سرگوشیوں میں بات کرتے رہے حتیٰ کہ کچھ لوگ سو گئے، پھر انھوں نے نماز پڑھی۔

نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کا ایک دوسرے سے سرگوشی منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد گفتگو کرنا منع ہے اور جب کئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم تھی، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اور اس باب میں یہی مسئلہ مقصود ہے اس مسئلہ میں فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی مسیب اور شعبہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

۲۔ حسن بصری، مزنی، ابوعبید قاسم بن سلام، اسحٰق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

۳۔ زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

۴۔ امام ابوحنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہیئت مثلاً قیام رکوع سجود اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو، اور اگر انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں نیند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

۵۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جا کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔ امام شافعی کے نزدیک نیند فی نفسہٖ حدث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے، اس لیے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہو گا، اور اصل میں طہارت باقی ہے، اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل زائل ہو، ـــــــ بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، نیند یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں، اور یہ حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [1]

آج بروز منگل ۸/ الجمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ / ۲۳ نومبر ۱۹۹۳ء کو کتاب الطہارۃ ختم ہو گئی، الٰہ العالمین! اس جلد کا بقیہ حصہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین و اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وسائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع اور خلاصہ ہے، نمازی جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے، اپنی زبان، بدن اور مال کے اللہ تعالیٰ کے احکام سے وابستہ ہونے کا اظہار کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے، درود پڑھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، پھر السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہہ کر تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے پہلے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے پھر جھک جاتا ہے، پھر تواضع اور عاجزی کے آخری مرتبہ میں سجدہ میں جا گرتا ہے، رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اپنے اور عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہے جتنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے منع کردہ تمام کاموں سے رکا رہتا ہے، مسجد میں نماز کے دوران اعتکاف کی سعادت حاصل کرتا ہے کعبہ کی طرف منہ کر کے حج کے اشتیاق کو زندہ کرتا ہے، کھانے پینے سے رکے رہ کر روزہ کی چاشنی حاصل کرتا ہے، شیطان کے وسوسہ کے خلاف نماز پڑھ کر شیطان سے جہاد کرتا ہے، بدن اور لباس کی پاکیزگی کے لیے پیسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کے خوف کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ بے وضو یا ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھ لے تو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے! اس کا پاک بدن، پاکیزہ لباس اور باوضو نماز پڑھنا اس کی نیت کے اخلاص اور خدا خوفی کی دلیل ہے۔ گرمیوں کی گرم دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا اور سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے سے نمازی اپنے بدن سے مجاہدہ کرتا ہے، کاروبار اور دوست احباب کی محفل چھوڑ کے نماز پڑھ کر اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ غرض یہ کہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، حج کا تصور ہے، روزہ کی لذت ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے۔ اس کی عابدانہ تعظیم ہے اللہ کے رسول کی غلامانہ تکریم ہے، مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔ اخلاص نیت ہے، خوف خدا ہے، تمام برے کاموں سے بچنا ہے، شیطان سے نفس کی خواہشوں سے، اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکاف ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے، مومن کی معراج ہے، مراقبہ ہے، مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے، سب کچھ ہے۔

قرآن کریم میں نوسو ننانوے مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز اسلامی عبادات کا سب سے پہلا رکن ہے، تمام عبادات میں صرف نماز ہی کی یہ خصوصیت ہے جو امیر و غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت، صحت مند اور بیمار ہر ایک پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھو، اگر بول نہیں سکتے تو اشاروں سے پڑھو (دار قطنی) اگر ٹھہر نہیں سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو (ابوداؤد) حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پر پڑھو، بہر حال نماز کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے جس حکم کے ساتھ مکلف کیا ہے وہ نماز ادا کرنا ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد کسی شخص پر ایک دن بھی نہیں گذرتا، مگر ادائیگی نماز کے ذریعہ اس شخص کا کھرا یا کھوٹا ہونا پرکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں، نیز آپ نے فرمایا "نماز دل کی روشنی ہے" "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،، آپ نے فرمایا "کفر اور ایمان کے درمیان صرف نماز سے امتیاز ہوتا ہے،، مرض الموت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی، جب ہوش آتا سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھتے حتیٰ کہ حیات ظاہری کے آخری لمحہ میں آپ کی زبان پر جو لفظ بار بار آتا تھا وہ نماز "الصلوٰۃ،، تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسانوں سے پوچھا ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آتی ہیں، جب سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور جب تمہارا جہاز بھنور میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس کو تم پکارتے ہو، تمہاری کھیتیوں میں سبزہ کون اگاتا ہے، تمہارے پینے کے لیے آسمان سے بادلوں کے ذریعہ اور زمین میں کنوؤں اور چشموں کے سبب پانی کا کس نے انتظام کیا ہے، تمہارے سانس لینے کے لیے فضاؤں میں ہواؤں کے سمندر کس نے رواں دواں کیے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے یہ تمام نعمتیں چھین لے تو کائنات میں کس کی شکتی ہے جو ان نعمتوں کو لوٹا سکے، پھر ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے نماز پڑھنا اس کا کتنا عظیم احسان ہے۔

جب مصیبتوں کی سختی اور تکالیف کی شدت حد سے بڑھ جاتی ہے، جب انسان کی روح مضطرب، دل بے چین اور ذہن ماؤف ہو جاتا ہے تو اسے اپنے درد کا درماں اور دکھ کا علاج صرف نماز ہی میں ملتا ہے۔

جب تک کسی مسلمان میں رمق حیات باقی ہے جب تک اس کے ہوش و حواس سلامت ہوں، نماز اس سے ساقط نہیں ہوتی، قرآن اور حدیث میں نماز کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، نماز کی ادائیگی میں سستی کو نفاق کی علامت اور عذاب کا استحقاق بتایا گیا ہے۔ نماز کے ترک کو کفر کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور اس کی تکمیل شب معراج کو کی گئی۔

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود نماز نہ پڑھائی ہو یا نماز کا حکم نہ دیا ہو، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی۔ (ابراھیم: ۴۰)

"اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا بنا۔"

حضرت اسماعیل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ۔ (مریم: ۵۵)

"وہ اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیتے تھے۔"

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:

یابنی اقم الصلوٰۃ۔ (لقمان: ۱۷)

"اے میرے بیٹے نماز پڑھو۔"

حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا:

اقم الصلوٰۃ لذکری۔ (طٰہٰ: ۱۴)

"میری یاد کے لیے نماز پڑھیے۔"

بنی اسرائیل کو حکم ہوا:

واقیموا الصلوٰۃ۔ (بقرہ: ۴۳)

"نماز پڑھو"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

واوصانی بالصلوٰۃ۔ (مریم: ۳۱)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں، حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوتی تھیں۔ [ے]

امام نسائی نے حدیث معراج کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نماز کی تخفیف کے ذکر میں ہے:

ثم ردت الی خمس صلوٰت قال فارجع الی ربک فاسئلہ التخفیف فانہ فرض علی بنی اسرائیل صلوٰتین فما قاموا بھما۔ [لہ]

"حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے، کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں، لیکن وہ ان کو بھی نہ پڑھ سکے۔"

اس کے علاوہ نماز کے سلسلہ میں امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں سے عشاء کی نماز اس سے پہلے کسی امت پر فرض نہیں کی گئی۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فقال اعتموا بھذہ الصلوٰۃ فانکم قد فضلتم بھا علی سائر الامم ولم تصلھا امۃ

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نماز (عشاء) کو تاخیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس نماز

ے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر پچاس نمازیں فرض ہوتی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

لہ۔ امام ابو عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

قبلکم.[1] کی وجہ سے پچھلی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔"

اس سلسلہ میں ایک تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کسی نہ کسی اولوالعزم نبی نے پڑھی ہے گویا انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی پڑھی ہوئی تمام نمازیں اس امت پر فرض کر دی گئیں اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ حلبی امام رافعی کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔[2]

عشاء کی نماز اس امت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی ہے لیکن ان کی یا کسی نبی کی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی، عشاء کی نماز اس سے پہلے صرف نبی نے پڑھی تھی، امتوں میں سے صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز پہلی وحی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی، جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے جبریل کے ساتھ نماز پڑھی (السیرۃ النبویہ ابن ہشام متوفی ۲۰۳ھ علی ہامش، الروض الانف ج ۱ ص ۱۶۲ ایضاً انسان العیون ج ۱ ص ۴۲۶)

سورۂ مزمل (جو مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر رات کی نماز فرض تھی، جس کو آپ اور صحابہ کرام باجماعت ادا کرتے تھے (چونکہ ہجرت سے پہلے دو دو رکعات کی نمازیں فرض تھیں، اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ نماز بھی دو رکعات کی ہوتی تھی)

رات کی نماز کے علاوہ حضور اور صحابہ کرام چاشت اور عصر کے وقت بھی نماز پڑھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ابن سعد کی سند کے ساتھ عزیزہ بنت تجراۃ سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

وکان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اخر النھار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی۔[3]

پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور پچھلے پہر نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ گھاٹیوں میں منتشر ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے۔

محمد عبدالملک بن ہشام فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۳ ص ۱۴۹، مطبوعہ مصر

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۴ ص ۳۶۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھاٹیوں میں کفار سے چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کفار کا ایک گروہ آگیا انھوں نے نماز کی مذمت شروع کی، اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی کافر کو ماردی اور اس کا سر پھاڑ دیا، اسلام کی راہ کافر کا بہایا جانے والا یہ پہلا خون تھا۔ [1]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ کوئی شخص ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ فلاں کے گھر جو آج اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی اوجھڑی لاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدے میں ہوں، یہ سن کر سب سے بدبخت انسان (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور اس نے وہ اوجھڑی لاکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں رکھ دی۔ بالآخر اس کو سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا۔ ملخصاً۔ [2]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار پریشان ہوتے تھے کہ ان سے قرآن سن کر لوگ کہیں اسلام قبول نہ کرلیں، انھوں نے آپ کو تنگ کیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہوگئے، ابن دغنہ نے آپ کو روک لیا اور کفار سے یہ کہا کہ اب تمہیں ان سے شکایت نہ ہوگی، حضرت ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور بلند آواز سے نماز میں قرآن کریم پڑھنے لگے، جس کو سننے کے لیے کفار کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے تھے۔ الحدیث [3]

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام واقعات بعثت کے پانچ سال بعد شعب ابی طالب میں محصور ہونے اور اس حصار کے توڑنے کے بعد واقع ہوئے۔ [4]

اس تمام تفصیل سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج سے ہوئی ہے اس سے پہلے رات کی ایک نماز مسلمانوں پر فرض تھی، اور ان کے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازیں پہلے کفار سے چھپ کر اور بعد میں علی الاعلان پڑھا کرتے تھے۔

تارک صلوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

---

[1] محمد بن عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ ملتان

[2] علامہ علاؤ الدین بن ترکمانی، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۷، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ جز ۳ ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص نے وقت گزر جانے کے بعد بھی فرض نماز نہیں پڑھی، اس کو حداً تلوار سے قتل کر دیا جائے گا، تاہم وہ شخص ان کے نزدیک مرتد نہیں ہوا۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو گیا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص نماز نہ پڑھے اس کو قید کر دیا جائے گا اور اس کو تعزیراً سزا دی جائے، یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر نمازی بن جائے۔

غیر مقلدین کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے گا۔ [1]

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔ (توبہ: ۵)

"پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔"

لیکن یہ آیت احناف پر حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو، اور مفہوم مخالف سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے۔

ثانیاً اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا راستہ نہ چھوڑو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو قتل کر دو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو قید کر لو اور ان کو اس وقت تک سزا دو جب تک وہ تائب ہو کر نمازی نہ بن جائیں اور یہ مطلب دیگر دلائل سے موید بھی ہے۔

دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کروں، یہاں تک کہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ (الحدیث) [2]

اس حدیث میں بھی اولاً تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ احکام میں معتبر نہیں ہے، ثانیاً مفہوم مخالف کی صورت میں بھی نماز نہ پڑھنے والے سے قتال اور جہاد کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کو قتل کرنے کا اور قتال اور جہاد اسی صورت میں ہوگا جب کہ نماز نہ پڑھنے والا نماز پڑھنے سے انکار اور نہ پڑھنے پر اصرار کرے، اور ایسی صورت میں احناف کے نزدیک بھی اس سے جہاد واجب ہے۔ بحث اس میں ہے کہ جو شخص سستی یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن اس کے باوجود نماز پڑھنے سے انکار بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو قتل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس کو راہ راست پہ لانے کا وہی طریقہ صحیح ہے جو امام اعظم نے تجویز کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کے نزدیک بھی زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً زکوٰۃ

---

[1] محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ مصر

[2] امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، مطبوعہ اصح المطابع کراچی

وصول کی جائے گی (خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے) اور حدیث شریف میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً نماز پڑھوائی جائے گی خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے۔

جو شخص سستی اور غفلت سے نماز ترک کرتا ہے اس کو قتل نہ کرنے پر امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جسے شیخ ولی الدین تبریزی بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باحدى ثلث النفس بالنفس والثيب الزانى والمارق لدينه التارك للجماعة۔[1]

(متفق علیہ)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو صرف تین وجہ سے قتل کرنا جائز ہے وہ کسی شخص کو قتل کر دے، شادی شدہ زانی ہو یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے"

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حصر فرما دیا ہے کہ ان تین وجہوں کے سوا اور کسی وجہ سے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور تارک الصلوٰۃ بہر حال مسلمان ہے اس لیے اس کو قتل کرنا ناجائز ہوگا۔

نیز جو شخص سستی یا غفلت سے نماز چھوڑ دیتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر قضاء واجب کی ہے اگر اس کو قتل کرنا مطلوب ہوتا تو اس پر قضاء لازم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جاتا ہے یا غفلت سے نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے اس کو ادا کر لے۔[2]

اس تحقیق اور تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ تارک نماز کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے تارک نماز کے بارے میں جو تشدد کیا ہے اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب وسنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[1] ۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی

[2] ۔ حافظ ابو عبد الرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ، نسائی ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان کے مباحث

اذان کی ابتداء کا بیان

اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی[1] اور یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تنظیم وتکریم، کلمہ شہادت اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے اذان دین اسلام کا خلاصہ ہے، اس میں مؤذن اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور استحقاق عبادت کا اعتراف کرتا ہے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہہ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر احکام کے مکلف ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ حی علی الفلاح کہہ کر آخرت پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس دعوت کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں، کارخانوں اور دکانوں سے اٹھ کر نماز کے لیے چل دیتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے ہیں، اور جو اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جاتے وہ اپنی بے عملی سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور بے پرواہ ہیں، اس طرح اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گذار اور غیر اطاعت گذار بندوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ اگر اذان کے سبب نماز کا ایک وقت معین نہ ہوتا، اور ہر شخص کو آزادی ہوتی کہ جس وقت چاہے نماز پڑھے اور جس وقت چاہے نماز نہ پڑھے تو مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور غیر فرمانبردار افراد کے درمیان فرق نہ ہو سکتا اور معاشرہ کے نا اہل افراد کی اصلاح کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہوتا۔

روز مرہ کی پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے، اور اگر کسی شہر کے عام لوگ اذان دینا ترک کر دیں تو امام محمد کے نزدیک ان سے قتال کرنا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کو سزا دینا واجب ہے اذان کے کلمات کو خاموش ہو کر سننا اور ان کے جواب میں مسنون کلمات کہنا مستحب ہے، اور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے۔

ایک مسلمان گفتگو میں، خرید وفروخت میں، دفتر، کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہو اور جیسے ہی اذان کی آواز آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر خاموشی سے آواز سننے لگے تو اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کا بندہ ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کو ترجیح دیتا ہے، جو لوگ قومی ترانے کو تعظیم سے سننے پر زور دیتے ہیں آخر وہ پانچ نمازوں کی اذانوں کی تعظیم اور غور سے کیوں نہیں سنتے! اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ نماز ہے اور اس کا پیش خیمہ اور مقدمہ اذان ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے اذان دینی چاہیے۔

قبر پر اذان دینے کی تحقیق

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نومولود، غمزدہ، مرگی میں مبتلا، غصہ سے مدہوش اور بدخلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں گھمسان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے، اسی طرح میت کو قبر میں اتارتے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہاء ابتداء کے اور موت پیدائش کے موافق ہو جائے، یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر جائے، علامہ ابن حجر مکی نے میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینے کے مسنون ہونے کو مسترد کر دیا ہے، لیکن علامہ خیر الدین رملی حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ [1]

علاوہ ازیں ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے، لیکن دفن کے وقت اذان کے مستحب ہونے میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزدہ، بیمار، آگ میں جلنے والے یا جس شخص کو جن تنگ کر رہا ہو، ان سب کے لیے اذان دینا مستحب ہے، تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جا رہا ہو اس کے لیے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا، کیونکہ ایک مغموم، غضبناک اور مرگی زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس جگہ اگر آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں۔ اور اگر اس جگہ مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوتی ہیں، تاہم اس عمل کے ساتھ فرض اور واجب کا سا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق

اذان کے سلسلہ میں ایک بحث یہ بھی اٹھائی جاتی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں دی؟ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے۔

فاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی راحلتہ واقام۔ [2]

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی"

لیکن ملا علی قاری رحمہ الباری نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کا اختصار کیا ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل

[1]۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2]۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا اور انھوں نے اذان اور اقامت کہی۔ [1]

اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے ملا علی قاری رحمہ الباری کی یہ رائے درست ہو لیکن علامہ رافعی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی فرماتے ہیں:

وفی السنن اخرج دبی عقبة بن عامر قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی سفر فلما زالت الشمس اذن بنفسه واقام وصلى الظهر وقال السيوطي ظفرت بحديث آخر مرسل اخرجه سعيد بن منصور فی سننه قال اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فقال حي على الفلاح وهذه لا يقبل التاويل [2]

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ظہر کی اذان اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل مل گئی جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اذان دی اور فرمایا حی علی الفلاح، علامہ رافعی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ زرقانی نے بھی موطا امام مالک کی شرح میں علامہ سیوطی کی شرح بخاری کے حوالے سے، سنن سعید بن منصور کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ [3]

نیز علامہ زرقانی المواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے، لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لیے علامہ سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف اسناد ہے، ہاں علامہ سیوطی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں مجھے ایک اور مرسل حدیث ملی ہے جس کو امام سعید بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور حی علی الفلاح کہا، یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں، اور جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبد القادر رافعی مفتی دیار مصریہ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموطا ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر،

کو نہیں کیا وہ غافل ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی فضیلت کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی، کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے، مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ، شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔ [1]

علامہ شامی نے بھی علامہ زرقانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انہوں نے اشہد انی رسول اللہ نقل کیا ہے۔ [2]

قرآن مجید میں ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضروری ہوا کہ اذان کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کوئی عبادت اس وقت تک مرتبہ کمال کو نہیں پا سکتی جب تک کہ اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، اس لیے اذان کو کمال اور عروج تبھی حاصل ہوگا جب اذان اعمال رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو اول تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہو سکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز نہیں ہوگی، اس کا ذمہ دار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہوگا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

المؤذن مؤتمن۔ (جامع ترمذی ص ۵۱) "مؤذن امین ہوتا ہے۔"

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں، اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

۱۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۸۱-۳۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۷)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو، حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے رات کو اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اذان نماز فجر کے لیے تھی، اگر یہ نماز فجر کی اذان ہوتی تو دوبارہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم سے اذان دلانے کی کیا ضرورت تھی، ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لیے ہوتی تھی اور اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری اس باب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سحری کے لیے تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷) نیز امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کریں کہ انھوں نے بھولے سے اذان دے دی تھی۔ اسی باب میں امام ابو داؤد ایک اور سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذن حتی یتبین لک الفجر۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۹)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

بَابُ بَدْءِ الْاَذَانِ — اذان کی ابتداء

۷۴۱- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا نَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ وَلَيْسَ يُنَادِيْ بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا، ایک دن صحابہ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی، بعض نے کہا عیسائیوں کی طرح ناقوس بنا لو، بعض نے کہا یہودیوں کی طرح سینگھ بنا لو، حضرت عمر نے کہا ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال اٹھو، اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤ۔

(ناقوس سے مراد ہے بڑی ڈنڈی پہ چھوٹی ڈنڈی مارنا)۔

اذان کی مشروعیت کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں باہمی مشورہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ صحابہ کرام اسلام کی روح اور اس کے تقاضوں سے باخبر تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لیے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط نظام ہونا چاہیے، لہٰذا نمازوں کی ادائیگی کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہو اور سب مسلمان اس وقت میں نماز ادا کریں، تاکہ امت ایک وقت پر مجتمع ہو اور وحدت ملی قائم رہے، اس سبب سے تعین وقت کی علامت پر انھوں نے باہم غور و فکر اور مشورہ کیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند فرمایا کیونکہ اسلام اپنے لیے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے، اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے جس طرح عبادات میں اسلام کسی کا تابع نہیں بلکہ سب سے منفرد اور ممتاز دین ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمدن اور معاشرت، تہذیب اور ثقافت میں بھی منفرد اور یگانہ ہوں، اور کسی قوم کی ثقافتی اقدار کی پیروی نہ کریں، خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب اور ثقافت سے اپنے آپ کو بالکل الگ رکھیں۔

حضرت عمر نے جو کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلایا جائے، یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی اس سے محض دعوت اور نداء مقصود تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو پسند کر لیا، اس میں ان کی فراست اور صحت رائے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبد اللہ بن زید نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے سنا، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو خواب میں سنے ہوئے کلمات بتلاؤ اور پھر یہ ان کلمات کے ساتھ اذان دیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے، جب حضرت عمر نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہ کلمات سنے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے اور وہی لائق ستائش ہے۔[۱]

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبد اللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں، اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عبد اللہ بن زید کو دیا جس میں فرمایا کہ یہ کلمات بلال کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[۱] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضیٰ کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہو تاکہ آپ یہ دیکھیں کہ آیا آپ کو اس حکم پہ برقرار رکھا جاتا ہے یا نہیں، یہ جواب اس نظریہ پہ مبنی ہے کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے[1]، نیز یہ وہم نہیں کرنا چاہیے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کا علم نہ تھا کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے[2]

اور علامہ جلال الدین خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ابوجعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام کے خوابوں سے نہیں ہوا، بلکہ شب معراج جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل نے اذان دی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو نماز پڑھائی۔[3]

امام بزار نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے[4]، جس کا ہم عنقریب علامہ سہیلی کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

علامہ زرقانی ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان سکھائی، اس حدیث کی سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پہنچایا، اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے، امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل نے اذان دی، فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل نماز پڑھائیں گے، لیکن حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی، اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور مسند بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل براق لے کر آئے آپ اس پر سوار ہوئے (الیٰ قولہ) اس حدیث میں ہے کہ پھر ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، الحدیث، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسراء کے واقعات متعدد ہوں اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو، اور حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث بھی سنداً صحیح نہیں ہے اور

---

[1] ۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبع المطبعۃ الخیریہ مصر

[2] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ

[3] ۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علیٰ ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر (علوم القرآن بیروت ۱۴۰۹ھ)

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۶-۱۴۷، مطبوعہ موسسۃ

امام ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ حبب سے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی پھر اذان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں اور حضرت عبد اللہ بن زید کی روایت میں ہے۔ لہ

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث اگرچہ سنداً ضعیف ہیں لیکن یہ متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہیں اور حدیث ضعیف جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم نہیں تھا، اور طبرانی، دار قطنی، ابن مردویہ اور بزار وغیرہ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے اذان کا علم تھا، اس ظاہری تعارض کو علامہ سہیلی نے دور کیا ہے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

صحابی کی زبان سے اذان کو جاری کرانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا، اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سن چکے تھے اس لیے آپ نے فرمایا بے شک یہ خواب حق ہے، اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر کی زبان سے حق جاری ہوتا ہے، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہو تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ کی شریعت کی تقویت ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے ورفعنا لك ذكرك تو آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ کے غیر کی زبان سے آپ کا ذکر بلند کیا جائے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی روایت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کو امام ابو بکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس براق کو لے کر آئے، آپ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا، آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا، اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں، پھر اس فرشتہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پھر فرشتہ نے کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ

لہ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۳-۱۲۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر

تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا، پھر فرشتہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، پھر فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں، پھر اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو ماوراء حجاب سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں الٰہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں! پھر فرشتہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے کر دیا، اور آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی، ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں اس دن اللہ نے آپ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، کیوں کہ اس کی تائید معراج کی دوسری احادیث سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدسہ میں کیا اور اس حدیث میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حریم قدس کے ماوراء سے دیا گیا۔ [1]

پہلے مسند بزار طبع نہیں ہوئی تھی اب الحمد للہ یہ کتاب، بیروت میں طبع ہو گئی اور ہم نے اصل کتاب میں یہ حدیث دیکھ لی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ [2]

علامہ ہیثمی نے بھی مسند بزار کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ [3]

بَابُ ۱۴ الْاَمْرِ بِشَفْعِ الْاَذَانِ وَاِيْتَارِ الْاِقَامَةِ اِلَّا كَلِمَةً فَاِنَّهَا مُثَنَّاةٌ

اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم

۷۴۲ ـ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ جَمِيْعًا عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ زَادَ يَحْيٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثْتُ بِهٖ اَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ ـ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔ ایوب کی سند میں ہے: قد قامت الصلوٰۃ کے سوا۔

---

[1] امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی متوفی ۵۸۱ ھ، الروض الانف ج ۲ ص ۲۰ - ۱۹ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان ۱۳۹۷ھ

[2] امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۷-۱۴۶ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۹ھ [3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۱۷۹-۱۷۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

ایضاً۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يُعْلِمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُوْنَهُ فَذَكَرُوْا اَنْ يُنَوِّرُوْا نَارًا اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز کے وقت کی ایسی علامت مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جس سے ان کو نماز کے وقت کا پتا چل جائے، بعض نے کہا نماز کے وقت آگ روشن کرنی چاہیے، بعض نے کہا ناقوس بجانا چاہیے پھر بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو مرتبہ کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔

۷۴۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ نَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ ذَكَرُوْا اَنْ يُعْلِمُوْا بِمِثْلِ حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ اَنْ يُنَوِّرُوْا نَارًا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۷۴۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ قَالَا نَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو کلمات اذان دو دو مرتبہ اور کلمات اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم ہوا۔

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ

حدیث نمبر ۷۴۲، میں ہے: اذان میں کلمات اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں کلمات اقامت ایک ایک بار۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد، امام شافعی کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں: اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح۔ قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے دس کلمات ہیں، وہ قد قامت الصلوٰۃ کو دو بار نہیں کہتے یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں، اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں وہ اذان کی طرح ہر کلمہ کا تکرار کرتے ہیں اور یہ مذہب شاذ ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کلماتِ اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

ان احادیث کے پیش نظر امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا سب کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔ اس کے برعکس امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت میں بھی اذان کی مثل دو دو بار کلمات کہے جائیں، اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو دو لفظوں کی مقدار کے برابر کھینچ کر پڑھا جائے، کیونکہ اذان میں آہستہ آہستہ اعلان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اقامت (تکبیر) میں ایک لفظ کو ایک لفظ کی مقدار کے برابر پڑھا جائے، کیونکہ اقامت میں سرعت مقصود ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ امام اعظم کے مسلک پر کیا دلیل ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کا یہ توجیہ کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے ملاحظہ فرمائیے!:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن زید قال کان اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفعاً شفعاً فی الاذان و الاقامۃ۔[1]

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

(واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان اور اقامت کہتے سنا پھر دربار رسالت میں یہ خواب بیان کیا اور اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔)

نیز امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ۔[2]

اقامت میں سترہ کلمات ہیں۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ!

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز کے لیے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 جامع ترمذی ص ۵۵

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ ھ

رہے تھے تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا

یارسول اللہ انی لما رجعت لما رایت من اھتمامک رایت رجلا کان علیہ ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن ثم قعد قعدۃ ثم قام فقال مثلھا الا انہ یقول قد قامت الصلوٰۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اراک اللہ خیرا فمر بلالا فلیؤذن[1]

یارسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص مسجد میں کھڑا ہوا تھا، اس نے اذان دی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلوٰۃ بھی کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا، بلال کو یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان دلواؤ۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ابن ابی لیلی سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ اذان اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے، نیز اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان کو دو دو بار کہا جاتا ہے۔
امام ابوداؤد کے علاوہ اس حدیث کو ابن ابی لیلی سے حافظ بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (سنن کبریٰ ج ا ص ۴۲۱)۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

کان عبد اللہ بن زید الانصاری یوذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیشفع الاذان والاقامۃ[2]

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

نیز حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ان بلالا کان یثنی الاذان والاقامۃ[3]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن بلال انہ کان یثنی الاذان والاقامۃ[4]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ا ص ۷۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[2] [3] حافظ ابوعبد اللہ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۸، مطبوعہ ملتان
[4] امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ا ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور

دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق اور سنن دار قطنی میں بھی مذکور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الأذان والإقامة واحدة۔[۱]

اذان اور اقامت کا ایک طریقہ ہے۔

امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھلائی، اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں:

والإقامة سبع عشرة كلمة الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله حي على الصلوٰة حي على الصلوٰة حي على الفلاح حي على الفلاح قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله۔[۲]

اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔[۳]

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت میں دو دو کلمات کہے جاتے ہیں اور احناف کثرہم اللہ کا مسلک ان تمام احادیث کے مطابق ہے، اس لیے اقامت کے بارے میں علامہ نووی کا احناف کے مسلک کو شاذ قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک خود شاذ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین اور عہد صحابہ و تابعین کے مؤذنین کے طریقہ کے مخالف ہے، حتیٰ کہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابراهيم النخعي كان الناس يشفعون الإقامة حتى خرج هؤلاء يعني بني امية فافردوا الإقامة ومثله لا يكذب واشار الى كون الإفراد بدعة۔[۴]

ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا۔ اور یہ عمل بدعت ہے۔

الحمد للہ ان تمام حوالوں سے احناف ایدہم اللہ کے مسلک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہوگئی۔

بَابُ ۱۴۲ صِفَةِ الْأَذَانِ

اذان کا طریقہ

---

[۱] علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۷۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، مطبوعہ کارخانہ نور محمد کراچی

[۳] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ص ۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور

[۴] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

۷۴۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَبُو غَسَّانَ نَا مُعَاذٌ وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ عَنْ أَبِي مَحْذُوْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ هٰذَا الْأَذَانَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ زَادَ إِسْحٰقُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اس طریقے سے سکھائی: اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لاالٰہ الا اللہ، اشہد ان لاالٰہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، پھر دوبارہ اشہد ان لاالٰہ الا اللہ دو مرتبہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ فرمایا، حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ، اسحاق کی روایت میں اخیر میں یہ بھی ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ۔

حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ

حافظ ابو عمر ابن عبد البر لکھتے ہیں:

حضرت ابو محذورہ قرشی رضی اللہ عنہ کے نام میں کافی اختلاف ہے، بہرحال اکثرین کی تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام سمرہ بن سعید ہے، ۸ھ میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس ہو رہے تھے، اسی اثناء میں حضرت ابو محذورہ اپنے دس مشرک ساتھیوں کے ساتھ گذر رہے تھے، راستہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے اذان کی آواز سنی حضرت ابو محذورہ نے اذان کی نقل اتارنا شروع کر دی، حضرت ابو محذورہ بلند آواز اور خوش الحان تھے اور بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے، ان کی قسمت نے یاوری کی اور سرکار ابد قرار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی، ان کو بلایا اور ان کے باقی ساتھیوں کو واپس کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اذان دو، آپ اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھتے اور ان سے پڑھواتے۔ ابو محذورہ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضور سے زیادہ کوئی ناپسند نہ تھا، اور نہ ہی حضور کا حکم ماننا پسند تھا، تاہم میں نے حضور کے کہنے سے اذان دی، اذان کے بعد سرکار نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میری پیشانی پر پھیرا اور ناف تک لے گئے۔ ہاتھ کا پھیرنا کیا تھا میری قسمت پھر گئی، میرے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جس قدر کینہ اور بغض تھا سب جاتا رہا، آپ نے مجھے برکت کی دعا دی، اور میں آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو گیا، اور آپ سے درخواست کی کہ مجھے مکہ میں مؤذن مقرر فرما دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو مکہ میں مؤذن مقرر کر دیا۔

آپ مستقل طور پر مکہ میں اذان دیتے رہے، یہاں تک کہ ۵۹ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ [1]

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اذان میں ترجیع کرنے کی تحقیق

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے، امام مالک اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ جمہور ائمہ کا استدلال دوسری احادیث سے ہے، جن میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، مثلاً ابن ماجہ اور ابوداؤد نے ابومحذورہ سے یہی حدیث روایت کی ہے، اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، دیکھیے سنن ابن ماجہ ص ۵۲ اور سنن ابوداؤد ص ۷۳۔

ان کے علاوہ حافظ بیہقی نے ابومحذورہ سے اذان کے جو کلمات روایت کیے ہیں، ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور ان احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے یہ احادیث مسلم شریف کی حدیث پر راجح ہیں اور حدیث مسلم مرجوح ہے، نیز اس کی تائید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر مؤذنوں سے بھی ہوتی، کیونکہ عبد اللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے اور بلال بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ دیکھئے سنن ابوداؤد ص ۷۲، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، بہرحال اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور راجح ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں ہے۔

امام مالک اور شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع کرنا چاہیے۔ (یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ آواز سے کہا جائے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے) اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں کرنی چاہئے یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو مرتبہ پڑھنا چاہئے اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے خواہ ترجیع کرے یا نہ کرے[1]

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حدیث مذکور ہے، جس میں ابھی ابومحذورہ نے ترجیع روایت کی ہے احناف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابومحذورہ نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھوایا۔

ثانیاً ابومحذورہ چونکہ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے انھوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں شہادتین کو راسخ کرنے کے لیے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا، لہٰذا اس حدیث سے ترجیع کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے مذکورہ ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا مسدد ثنا الحارث بن عبید عن محمد بن عبد الملک بن ابی محذورۃ عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ علمنی سنۃ الاذان قال فمسح مقدم راسی قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ

حضرت ابومحذورہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اذان کا طریقہ بتلایئے، حضور نے میری پیشانی

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ھامش الاستیعاب ج ۴ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اکبر اللہ اکبر ترفع بہا صوتک ثم تقول اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ تخفض بہا صوتک ثم ترفع بہا صوتک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔[1] (الحدیث)

پھر ہاتھ پھیر اور فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہو پھر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ آہستہ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو دوبارہ کہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی حارث بن عبید ہے، ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے، دوسرا راوی محمد بن عبدالملک ہے، اس کے بارے میں ابن القطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے اس کے بعد ابو محذورہ کے بیٹے کا ذکر ہے ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابو محذورہ کے بیٹوں سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔[2]

اور اگر شافعی و مالکی حضرات کو اس ضعیف السند حدیث سے ہی استدلال کرنے پر اصرار ہو تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ علامہ ابن ہمام نے طبرانی کے حوالے سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں تصریح ہے۔ حضرت ابو محذورہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

وروی الطبرانی فی الاوسط حدثنا احمد بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ البغدادی حدثنا ابو جعفر النفیلی حدثنا ابراھیم بن اسماعیل بن عبد الملک بن ابی محذورۃ قال سمعت جدی عبد الملک بن ابی محذورۃ یقول سمع اباہ ابا محذورۃ یقول القی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان حرفا حرفا اللہ اکبر اللہ اکبر الی آخرہ و لم یذکر ترجیعا۔[3]

حضرت ابو محذورہ کے پوتے کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک بن ابی محذورہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد حضرت ابو محذورہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان لقا کی، اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس اذان میں انھوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابو محذورہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے اور بر تقدیر تنزل اس کا معارض طبرانی میں مذکور ہے، ان حالات میں اذان میں ترجیع کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔

احناف جو کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے۔

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

---

[1] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۱ ص ۳۹۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ بلال لایرجع " بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ (شرح المواہب اللدنیہ للذرقانی ج ۱ ص ۱،۳۷)

اور علامہ ابن ترکمانی تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن الجوزی لا یختلف فی ان بلالا کان لایرجع۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

اور علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ اول تو اذان میں ترجیع کی زیادتی ثابت نہیں، اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت بلال کی اذان آخری اذان ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت بلال کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

قیل لابی عبد اللہ یعنی احمد بن حنبل الیس حدیث ابی محذورۃ بعد حدیث عبد اللہ بن زید لان حدیث ابی محذورۃ بعد فتح مکۃ فقال الیس قد رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ فاقر بلالا علی اذان عبد اللہ بن زید۔ [1]

"امام احمد بن حنبل سے یہ کہا گیا کہ حدیث ابی محذورہ حدیث عبد اللہ بن زید کے بعد ہے کیوں کہ حدیث عبد اللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث ابی محذورہ فتح مکہ کے بعد ہے" امام احمد نے اس کے جواب میں فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال کو حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان میں ترجیع کی زیادتی جن احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ وہ تعلیم پر محمول ہیں، اور جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر اذان میں ترجیع کی جائے وہ سب سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں، علاوہ ازیں اسی قسم کی احادیث سے اس کے برخلاف عدم ترجیع بھی ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض ان کو مان بھی لیں تو حضرت بلال کی اذان سے ترجیع منسوخ ہے۔ یہ شافعیہ کے دلائل کے جوابات ہیں، اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ اذان میں اصل عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اخیر وقت تک انہی کی اذان پر مقرر رکھا اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اذان کی صحیح کیفیت جو احادیث سے ثابت ہے، وہ اذان میں ترجیع کا نہ ہونا ہے، اور وہی احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے۔

بَابُ ٢٣ اِسْتِحْبَابِ اتِّخَاذِ الْمُؤَذِّنَيْنِ لِلْمَسْجِدِ الْوَاحِدِ

ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب

۷۴۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْاَعْمٰى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم۔

[1] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ص ۲۷۳، مطبوعہ مجلس علمی ہند

۷۴۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

نابینا کے اذان دینے کا جواز

مدینہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم، جو مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے، مکہ میں حضرت ابومحذورہ مؤذن تھے اور قبا میں سعد قرظی رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں ایک سے زیادہ مؤذن مقرر کیے جا سکتے ہیں اور یہ کہ نابینا شخص بھی اذان دے سکتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اس کو وقت کی خبر دے، نیز یہ کہ کسی شخص کا پہچان بتلانے کے لیے اس کا کوئی پیدائشی عیب ذکر کر دیا جائے مثلاً "نابینا، یا لنگڑا، کانا وغیرہ تو یہ غیبت نہیں ہوتی۔ غیبت تب ہوتی ہے جب اس کا عیب بیان کرنے سے اس کی مذمت کرنا مقصود ہو۔ غیبت کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح

حضرت ابن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے، زیادہ مشہور یہی نام ہے بعض حضرات نے عبداللہ بن ام مکتوم بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ام مکتوم ان صحابہ میں سے تھے جو مکہ ہی میں ابتداءً اسلام لائے تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے حضرت ابن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لیے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کر جاتے۔ ابن عبداللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ شہید ہو گئے، اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جنگ قادسیہ سے آپ واپس آگئے تھے اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کے بارے میں قرآن کریم میں سورہ عبس اور غیر اولی الضرر ایک آیت نازل ہوئی۔[۱]

بَابُ جَوَازِ أَذَانِ الْأَعْمٰى إِذَا كَانَ مَعَهٗ بَصِيْرٌ

جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز

۷۴۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ يُؤَذِّنُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْمٰى۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتے تھے اور وہ نابینا تھے۔

۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

---

[۱] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ۔ عَنْ ھِشَامٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ ۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں:

جب نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان صحیح ہے اور بلا کراہت جائز ہے، جیسے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف نابینا کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے۔

بَابُ ۱۴۵ الْاِمْسَاکِ عَنِ الْغَارَۃِ عَلٰی قَوْمٍ فِیْ دَارِ الْکُفْرِ اِذَا سَمِعَ فِیْھِمُ الْاَذَانَ

دار الکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حملہ کرنے کی ممانعت

۷۵۱ ۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا یَحْیٰی یَعْنِی ابْنَ سَعِیْدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَۃَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُغِیْرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَکَانَ یَسْتَمِعُ الْاَذَانَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَکَ وَاِلَّا اَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْفِطْرَۃِ ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوْا فَاِذَا ھُوَ رَاعِیْ مِعْزًی ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت (کفار کی بستیوں پر) حملہ کرتے اور کان لگا کر اذان سنتے، اگر (کسی بستی سے) اذان کی آواز آتی تو حملہ نہ کرتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی الفطرۃ یعنی یہ شخص مسلمان ہے، پھر اس نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم سے آزاد ہو گیا، صحابہ کرام نے اس شخص کو دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اذان دی جا رہی ہو وہاں حملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اذان کی آواز ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی کا اظہار اسلام ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی شخص کو تنہا کسی جنگل میں نماز پڑھنی پڑے، تو اس کو اذان دینی چاہیے، اور یہ کہ اذان شعائر اسلام سے ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل ہے، کیونکہ آپ نے اس بکریاں چرانے والے کو جہنم سے نجات پانے کی بشارت دی اور آخرت کے احوال امور غیب سے ہیں۔

بَابُ ۱۳۶ اسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الْوَسِيلَةَ

اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب

۷۵۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو مؤذن نے کہے ہیں۔

۷۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ وَغَيْرِهِمَا عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو، کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا، اور جو شخص میرے لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

۷۵۴ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسَافٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص دل سے اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہے پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ تو وہ بھی اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو وہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ،

قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح تو وہ کہے لاحول و لاقوۃ الا باللہ، پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو وہ کہے اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو وہ بھی کہے لا الہ الا اللہ تو وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔

---

٥٥ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْقُرَشِيِّ ح وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَاَنَا اَشْهَدُ وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهٗ وَاَنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مؤذن سے سن کر یہ کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بمحمد رسولا و بالاسلام دینا، اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا، بعض روایات میں یوں ہے وانا اشہد (میں گواہی دیتا ہوں)۔

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا

اس حدیث میں بطریق عموم اذان کے جواب میں مؤذن کے کلمات دہرانے کا حکم دیا ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہے۔

علامہ طحطاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فقیہ کبیر علامہ قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ پہلی مرتبہ اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلے اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری مرتبہ اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر قرت عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر

الجنۃ۔ ۱

(آنکھوں پر) انگوٹھے رکھ کر چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔

اسی کے متقارب المعنیٰ حدیث علامہ طحطاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں اس قسم کی احادیث کافی ہیں۔ ۲

اور ملا علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے:

وکل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ قلت واذا ثبت علی الصدیق فیکفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ ۳

علامہ سخاوی نے کہا انگوٹھے چومنے کے بارے میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں) ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔"

اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے دو دعائیں کرنے کے لیے فرمایا ایک دُعا رحمت یعنی درود شریف، دوسرے "وسیلہ" یعنی جنت میں مقام خاص کے حصول کی دعا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس تصور سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا رحمت (درود شریف) کرے کہ اس کی دعا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ پہنچے گا اور اس کی دعا سے آپ کو کوئی رحمت حاصل ہو گی ایسا سوچنا یقیناً گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو خود رحمت مجسم ہیں۔ رحمت للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اس کے فرشتے آپ کے لیے طلب رحمت کرتے ہیں، بلکہ آپ کے روضۂ انور پر ستر ہزار فرشتے روزانہ درود پڑھتے ہیں۔ ۴

اس لیے اذان سن کر جو شخص درود پڑھے وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس درود پڑھنے میں میرا فائدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے مجھ پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ نیز جب میں سرکار پر درود پڑھوں گا اور آپ کے

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
۲۔ علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ
۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۶۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی و کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
۴۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بقاضی خان متوفی ۲۹۵ھ فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبعہ

لیے دعاء رحمت کروں گا تو میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خوار غلاموں میں ہو جائے گا۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم

اس حدیث میں بہ ظاہر اذان سننے والے کے لیے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے، اور اس حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، اس لیے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح جائز ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، ہر چند کہ اذان سے منفصل پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہوگا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے تا کہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو عملاً جہر کے ساتھ مقید کر لیا ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے دائماً جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اذان دی جاتی تھی اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے، تاہم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں اس کو بدعت سیئہ کہنا بھی حد اعتدال سے تجاوز ہے۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟

علامہ علائی لکھتے ہیں:

التسليم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين فی عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فی الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة [1]

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء ۷۸۱ھ میں کی گئی ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور پھر مغرب میں بھی یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤذنون الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيها على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق وقتها وكان ابتداء

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

حدوث ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابي المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم ابن العزيز امرت اخته بنت الملك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده خلفا بعد سلف الى ان ابطله الصلاح المذكور جوزى خيرا وقد اختلف فى ذلك هل هو مستحب او مكروه او بدعة او مشروع واستدل للاول بقوله تعالى وافعلوا الخير ومعلوم ان الصلوٰة والسلام من اجل القرب لاسيما وقد تواردت الاخبار على الحث على ذلك مع ما جاء فى فضل الدعاء عقب الاذان والثلث الاخير من الليل وقرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة يوجر فاعله بحسن نية [1]

ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی: "السلام علی الامام الظاہر" پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز ہے، اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے، (ترجمہ) "نیکی کے کام کرو" اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے، خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

علامہ شامی[2] اور علامہ طحطاوی[3] اور علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ کبریٰ میں اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

علامہ سخاوی اور علامہ علائی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام آٹھویں صدی ہجری میں سلطان صلاح الدین ابو المظفر کے حکم سے پڑھنا شروع کیا گیا، چودھویں صدی کے اخیر سے پانچوں نمازوں کی اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔

ہر چند کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف

١۔ علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ٩٠٢ھ، القول البدیع ص ١٩٣۔١٩٢، مطبوعہ لاثانی کتب خانہ سیالکوٹ
٢۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رد المحتار ج ١ ص ٣٦٢، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ١٣٢٧ھ
٣۔ علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ١٢٣١ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ١١٢، مطبوعہ مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثالثۃ ١٣٥٦ھ

رہا ہے، تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کچھ وقفہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں، تاکہ اَن پڑھ لوگ اور آنے والی نسلیں صلوٰۃ وسلام کو اذان کا جزنہ سمجھ لیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیش نظر بھی یہ خطرہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہیے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کر امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو۔ لہ

اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرف آخر

اگر اذان اور اقامت سے قبل فصل کر کے درود شریف جہر کے ساتھ دائماً پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنے کے استحباب کے عمومی دلائل کی بناء پر اس کو ناجائز یا بدعت سیئہ کہنا تو باطل ہے اور اس کے جواز اور استحباب میں بھی کوئی شک نہیں ہے، لیکن اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی، خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ و تابعین میں اذان دی جاتی رہی اور کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے تو آیا اذان دینے کا افضل طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی میں ایجاد ہوا؛

اگرچہ اذان کا مروجہ طریقہ بھی ناجائز یا بدعت سیئہ نہیں ہے لیکن ہم پوری امانت اور دیانت اور شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جس طریقہ سے آپ کے سامنے ہمیشہ اذان دی جاتی رہی!

اس بحث کے دوران یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں، الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے جواب

لہ۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۴۰۰ھ

علی کل حال۔ [1]

کی اس طرح تعلیم نہیں دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے بعد الحمد للہ علی کل حال کہیں۔

اس شخص نے جو چھینک کے بعد الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی بناء پر اس کو چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع کر رہے تھے، ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں، ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہر حال لائق ستائش نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحمت ملتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک نوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس نوٹ دیے جائیں تو جس شخص کو دس نوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک نوٹ کے مقابلہ میں مجھے زیادہ رقم ملی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے سو جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے۔

بَابُ ۱۴۷ فَضْلِ الْاَذَانِ وَهَرَبِ الشَّيْطٰنِ عِنْدَ سَمَاعِهٖ

اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

۷۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمِّهٖ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ابْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوْهُ اِلَى

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس مؤذن نے آکر ان کو نماز کے لیے بلایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عِيْسَى ابْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے۔

۷۵۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَآءِ قَالَ سُلَيْمَانُ فَسَاَلْتُهٗ عَنِ الرَّوْحَآءِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ سِتَّةٌ وَّثَلٰثُوْنَ مِيْلًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر مقام روحاء تک بھاگ جاتا ہے۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ روحاء مدینہ سے چھتیس میل ہے۔

۷۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۷۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ اَحَالَ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ وَاِذَا سَمِعَ الْاِقَامَةَ ذَهَبَ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو گوز (آواز سے ریح خارج کرنا) لگاتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آکر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جب اقامت (تکبیر) ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تاکہ آواز نہ سن سکے اور جب مؤذن اقامت کہہ چکتا ہے تو پھر آکر وسوسہ ڈالنے لگتا ہے

۷۶۱۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اذن المؤذن ادبر الشيطن وله حصاص۔

اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۷۶۲۔ حدثنی امية بن بسطام قال نا يزيد يعنی ابن زريع قال نا روح عن سهيل قال ارسلنی ابی الى بنی حارثة قال ومعی غلام لنا او صاحب لنا فناداه مناد من حائط باسمه قال واشرف الذی معی على الحائط فلم ير شيئا فذكرت ذلك لابی فقال لو شعرت انك تلقى هذا لم ارسلك ولكن اذا سمعت صوتا فناد بالصلوة فانی سمعت ابا هريرة يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال ان الشيطن اذا نودی بالصلوة ولى وله حصاص۔

سہیل کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ اچانک ایک دیوار سے کسی شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی، اس نے دیوار کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، میں نے اس واقعہ کا اپنے والد سے ذکر کیا انھوں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب تم کوئی ایسی آواز سنو تو اذان دیا کرو، کیونکہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۷۶۳۔ حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا المغيرة يعنی الحزامی عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان نبی الله صلى الله عليه وسلم قال اذا نودی للصلوة ادبر الشيطن له ضراط حتى لا يسمع التاذين فاذا قضی التاذين اقبل حتى اذا ثوب بالصلوة ادبر حتى اذا قضی التثويب اقبل حتى يخطر بين المرء ونفسه يقول له اذكر كذا اذكر كذا لما لم يكن يذكر من قبل حتى يظل الرجل ما يدری كم صلى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ہو چکتی ہے تو پھر لوٹ آتا ہے اور جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر واپس بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے اور انسان کے دل میں خیالات ڈالتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، حالانکہ وہ چیزیں اسے پہلے یاد نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ نمازی بھول جاتا ہے اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔

۷۶۴۔ حدثنا محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال نا معمر عن همام بن منبه عن ابی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم بمثله غير انه قال حتى يظل الرجل ان يدری كيف صلى۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی کی مثل ایک روایت بیان کی لیکن اس میں یہ فرق ہے کہ نمازی کی سمجھ میں نہیں آتا کس طرح نماز پڑھے۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح

حدیث نمبر ۵۶۱، میں ہے: قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انہیں کثیر ثواب کو دیکھنے کا اشتیاق ہوگا اور جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے اس لیے ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی، اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے۔

چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر نادم اور شرمسار نہیں ہوں گے کیونکہ جو نادم اور شرمسار ہو اس کی گردن جھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہوں گی۔

پانچواں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر کی گرمی سے تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور مؤذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔

چھٹا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن متبوع ہوا، اور متبوع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے اس کی گردن بلند ہوگی، تاکہ اس کا سر نمایاں نظر آئے۔

ساتواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال مؤذن کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے، اگرچہ نمازیوں کے اپنے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۷۶۰، میں ہے: جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ شیطان یہ حرکت اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ اذان کی آواز نہ سنے اور اس کو قیامت کے دن اذان کی شہادت پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کی آواز کو جو بھی جن اور انسان سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، قاضی عیاض نے کہا جنوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے اور کافر شہادت نہیں دیں گے نہ وہ شہادت کے اہل ہیں، نہ ان کی شہادت قبول ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ اذان سننے والے شہادت دیں گے، جو عادۃً سنتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بلکہ تمام حیوانات اور جمادات شہادت دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان میں اذان کا ادراک اور معرفت پیدا کر دے گا، شیطان پیٹھ پھیر کر اس لیے بھاگتا ہے کہ اذان میں قواعد اسلام اور دین کے شعائر کا اظہار اور اعلان ہے۔

اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اقامت

کی ابتداء سے کھڑے ہوں، یا جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں، اور یہ بحث اس صورت میں ہے جب امام محراب یا مصلائے امامت پر موجود ہو، ہم پہلے حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور مذہب احناف کو بیان کریں گے اور اس کے بعد باقی ائمہ کے مذاہب کا ذکر کریں گے، فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی۔[1]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں، امام مالک اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا، اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا، اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے، اور سعید بن مسیب اور عمر بن عبد العزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے، اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہے، تو امام اللہ اکبر کہے، اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو، امام اللہ اکبر نہ کہے، اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے، اور امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں، امام زفر کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے، کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "نماز کی اقامت کہی گئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں"

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور ایک روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی، پس ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے صفوں کو درست کر لیتے۔" ——— اور ایک روایت میں ہے: "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے۔" اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج کے زوال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے (حجرہ سے) باہر آنے سے پہلے اقامت نہ کہتے اور جب آپ باہر آتے اور وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے، ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکور الصدر حدیث سے تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور کے آنے سے پہلے صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لیے ہوئے، یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔" [1]

علامہ نووی نے بھی ان احادیث کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو مرتبہ کے واقعات ہیں یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور بعد میں آپ نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث میں منع فرما دیا "تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔" [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی جواب ذکر کیے ہیں۔ [3]

عالمگیری میں ہے:

ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح۔ [4]

اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں، ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

ومن الادب (القیام) ای قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب (حین قیل) ای وقت قول المقیم (حی علی الفلاح) لانہ امر بہ فیجاب وان لم یکن حاضرا یقوم کل صف حین ینتھی الیہ الامام فی الاظہر۔ [1]

نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بشرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اس لیے اس پر عمل کیا جائے، اور اگر امام حاضر

1۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۲۔ ۱۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

2۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

3۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

4۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراھۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہ غافلون۔[۲]

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مضمرات، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے، اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے، اور حاشیہ طحطاوی اور اسی طرح عالمگیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے، جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے، اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔[۳]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔[۴]

امام مالک فرماتے ہیں:

واما قیام الناس حین تقام الصلوٰۃ فانی لم

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں

---

[۱] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۴۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[۲] علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[۳] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۴] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اسمع فی ذلک بحد یقام له الا انی اری ذلک علی قدر طاقة الناس فان منهم الثقیل و الخفیف ولا یستطیعون ان یکونوا کرجل واحد۔[1]

نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا، البتہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کیونکہ بعض کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب لوگ ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ مَعَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ وَالرُّكُوعِ وَفِي الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ

تکبیر احرام کے ساتھ، رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب

۷۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَقَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُهُمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرتے اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین (ہاتھ بلند کرنا) نہیں کرتے تھے۔

۷۶۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا بِحَذْوِ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا يَفْعَلُهُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے اور سجدہ سے سر اٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۷۶۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ نَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَنَا يُونُسُ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ۔

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کرتے اور پھر اللہ اکبر کہتے۔

۷۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأٰى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ هٰكَذَا۔

ابوقلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انھوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۷۶۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں کے بالمقابل کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور اسی طرح (رفع یدین) کرتے۔

۷۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

اَنَّهٗ رَاٰی نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْهِ ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کانوں کی لو تک ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

رفع یدین کی حکمتیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا میں رفع یدین اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے کرتا ہوں، بعض علماء نے کہا اس میں اطاعت گزاری کا اظہار ہے اور قیدی جب مغلوب ہو جاتا ہے تو اطاعت گزاری کے طور پر اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے، بعض نے کہا اس میں نماز کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں امور دنیا کو ترک کرنے اور بالکلیہ نماز اور اپنے رب سبحانہٗ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں نماز میں دخول کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا تاکہ بہرا آدمی بھی رفع یدین کرنے سے جان لے کہ وہ نماز میں شروع ہو گیا ہے، بعض نے کہا اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے اور بعض نے کہا کہ رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ [1]

رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ [2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اس حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ [3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت ابو حمید اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض علماء (مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ) اس کے قائل ہیں اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہاں تک ہاتھ اٹھائے؟ تو انہوں نے کہا کندھوں تک ہاتھ اٹھائے کیونکہ حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی زیادہ ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔ [1]

حافظ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھائے، ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر، حضرت براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے لیے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہو گا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ [2]

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بهما اذنيه ۔[3]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

عن وائل بن حجر انه راى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل في الصلوٰة كبر وصف همام حيال اذنيه ۔[4]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے، ہمام نے بیان کیا کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى رفع يديه حتى يكون ابهاماه حذاء اذنيه ۔[5]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور اس کی بعض اسانید سے یہ روایت ہے آپ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے اور بعض اسانید سے یہ روایت ہے پھر نماز کے اختتام تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، بعض میں ہے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [6]

1۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

2۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۸۴، مطبوعہ مطبع محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی

3۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

4۔ " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، " "

5۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ

6۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳ - ۲۹۴، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر حتی حاذی بابھامیہ اذنیہ الحدیث [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کے بالمقابل تھے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حمید بن ھلال قال حدثنی من سمع الاعرابی قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قال فرفع راسہ من الرکوع ورفع کفیہ حتی حاذتا او بلغتا فروع اذنیہ۔ رواہ احمد۔ [4]

حمید بن ہلال کہتے ہیں مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے ایک اعرابی سے سنا انہوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

عن الحکم بن عمیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فارفعوا ایدیکم ولا تخالفوا اذانکم الحدیث، رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ یحیی بن یعلی الاسلمی وھو ضعیف [5]

حضرت حکم بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

ہر چند کہ موخر الذکر دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں لیکن ہم نے ان کو اس لیے درج کیا ہے کہ یہ دوسری احادیث صحیحہ کی موید ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[5] 〃 〃 〃 〃، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۲، 〃 〃

فقلت لانظرن الی صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فکبر و رفع یدیہ حتی رایت ابہامیہ قریبا من اذنیہ ۔[1]

کہ میں مدینہ آیا اور میں نے سوچا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا، آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے میں نے دیکھا آپ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔

عن البراء بن عازب قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حتی کانتا تحاذیان باذنیہ ۔[2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

عن ابراھیم قال لا یجاوز اذنیہ بیدیہ فی الافتتاح ۔[3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہی ہاتھ اٹھائے۔

عن ابی جعفر قال لا یجاوز اذنیہ بیدیہ فی الافتتاح ۔[4]

ابوجعفر کہتے ہیں کہ رفع یدین کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔

عن ابی میسرۃ قال کان اصحابنا اذا افتتحوا الصلوٰۃ رفعوا یدیھم الی اذانھم ۔[5]

ابومیسرہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب جب رفع یدین کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع حتی یکونا حذو اذنیہ ۔[6]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

عن داؤد بن ابراھیم قال رایت وھب بن منبہ اذا کبر فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو اذنیہ ۔[7]

داؤد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا وہ جب نماز میں اللہ اکبر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

عن البراء بن عازب قال،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ ھ
[2] ؍؍ ؍؍ المصنف ج ۱ ص ۲۳۳ ، ؍؍ ، ؍؍
[3] ؍؍ ؍؍ المصنف ج ۱ ص ۲۳۳ ، ؍؍ ، ؍؍
[4] ؍؍ ؍؍ المصنف ج ۱ ص ۲۳۳ ، ؍؍ ، ؍؍
[5] ؍؍ ؍؍ المصنف ج ۱ ص ۲۳۴ ، ؍؍ ، ؍؍
[6] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ
[7] ؍؍ ؍؍ ، المصنف ج ۲ ص ۶۹، ؍؍ ؍؍ ، ۱۳۹۰ ھ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كبر رفع يديه حتى يرى ابهامه قريبا من اذنيه۔[1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رفع یدین کرتے تو آپ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔

امام ابوعوانہ روایت کرتے ہیں:

عن مالك بن الحويرث ان نبی الله صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل فى الصلوٰة كبر ثم رفع يديه حتى يجعلهما حيال اذنيه۔[2]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم انه قال: اذا كبر الرجل فى افتتاح الصلوٰة رفع يديه ولم يحاوز بهما اذنيه[3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب نمازی اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

عن وائل رفع يديه حيال اذنيه[4]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

وفى رواية مالك بن الحويرث حتى يحاذى بهما فروع اذنيه۔[5]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے، کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔[6]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے، اور تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں اختلاف ہے، امام شافعی، امام احمد، اور جمہور فقہاء صحابہ نے یہ کہا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوعوانہ یعقوب اسحٰق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ

[3] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۱، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] " " " ، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۹۶، "

[6] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اوّل سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ اسی سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے، اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے، ابوبکر بن منذر ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے، امام ابوحنیفہ، فقہاء کوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے، البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔ [۱]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے، امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے، اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ [۲]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، تکبیرۃ الافتتاح، تکبیرۃ القنوت، تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں، تکبیرہ عرفات، تکبیرۃ الجمرتین، تکبیرۃ الصفا والمروہ اور تکبیرۃ الاستلام، اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے، اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ [۳]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ مکہ میں اکٹھے ہوئے، امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت ـــــــــــ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، امام ابوحنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ اور اسود سے انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[۳] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اوّلین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے، امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث بیان کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ نے فرمایا حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں، امام ابو حنیفہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے، اور امام طحاوی اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور انھوں نے کہا ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے، حاکم نے اس کا معارضہ اس حدیث سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے بعد بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے، پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو، (الی قولہ) اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا چھوڑ دو، یہ وہ کام ہے جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے، کیونکہ مجاہد نے کہا میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ [١]

رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

[١] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ٨٦١ھ، فتح القدیر ج ١ ص ٢٧١-٢٧٠، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ الحدیث [1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

اس حدیث کی بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ بعض صحابہ نماز کے بعد ہاتھ سے اشارہ کر کے سلام کرتے تھے اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، یہ تاویل صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے جو نماز میں کیا جاتا تھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا ہے، عبداللہ بن قبطیہ کی روایت میں جو دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے لیکن یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابن عمر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ قرار دی جاتی ہے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ [2]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ امام حمیدی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ) مسند حمیدی کی یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے منسوخ ہو چکا ہے۔

تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۲ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال ابو عیسٰی حدیث ابن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین۔[1]

نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد،[2] امام طحاوی،[3] امام ابن ابی شیبہ،[4] امام عبدالرزاق[5] نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ الہیثمی نے امام ابویعلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[6]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔[7]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

اس حدیث کو امام طحاوی،[8] امام دارقطنی[9] اور امام ابن ابی شیبہ[10] نے روایت کیا ہے۔

نیز امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول مرۃ ثم لا یعود ورایت ابراھیم والشعبی یفعلان ذلک[11]

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے، اور ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

---

1. امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
2. امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
3. امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، " " " ، ۱۴۰۴ھ
4. امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
5. امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
6. حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
7. امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
8. امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، " " ، ۱۴۰۴ھ
9. امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴ - ۲۹۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
10. امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۰۶ھ
11. امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ عن عبد اللہ قال: صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مع ابی بکر و مع عمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوۃ۔[1]

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں یہ محمد بن جابر کا تفرد ہے اور وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا دوسرے راوی نے اس کو ابراہیم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کا یہ فعل نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔[2]

علامہ ابن الترکمانی لکھتے ہیں: امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اسحاق اپنے سے افضل اور اوثق شیوخ کی جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے، ان سے بڑے بڑے ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں مثلاً ایوب ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان اور شعبہ وغیرہم، فلاس نے کہا وہ صدوق ہیں، امام ابن حبان اور حماد بن ابی سلیمان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری کے سوا ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور یحیٰی قطان، احمد بن عبد اللہ عجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا اور شعبہ نے کہا وہ صدوق ہیں اور جب وصل مع الارسال اور رفع مع الوقف میں تعارض ہو تو واصل اور رافع کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ انھوں نے زیادتی کی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔[3]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوۃ وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفا وحین یقوم علی المروۃ وحین یقف مع الناس عشیۃ عرفۃ وبجمع والمقامین حتی حین یرمی الجمار - رواہ الطبرانی فی الکبیر و الاوسط وفی الاسناد الاول محمد بن ابی لیلی وھو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، نماز کے افتتاح کے وقت، جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے، جب صفا پر کھڑا ہو، جب مروہ پر کھڑا ہو، جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو، مزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان ماردینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ ھ، الجواہر النقی مع البیہقی ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

سیئ الحفظ وحدیثہ حسن ان شاء اللہ [1]

محمد بن ابی لیلیٰ ہے وہ بدحافظہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر دونوں کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام حمیدی روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن عبد اللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین۔ [4]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔ [5]

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

عن الشعبی انہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یرفعھما۔ [6]

شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن ابراھیم انہ کان یقول اذا کبرت فی فاتحۃ الصلوٰۃ فارفع یدیک ثم لا ترفعھما فیما بقی۔ [7]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳، " " " "

[3] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷ - ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[4] حافظ عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، المسند ج ۲ ص ۲۷۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[5] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[6] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، " " "

[7] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، " " "

عن مجاھد قال ما رایت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح۔ [1]

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن جابر عن الاسود وعلقمۃ انھما کانا یرفعان ایدیھما اذا افتتحا ثم لا یعودان۔ [2]

جابر کہتے ہیں کہ علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیء من صلوٰتہ الا حین افتتح الصلوٰۃ۔ [3]

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے افتتاح نماز کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

ان احادیث اور آثار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر کثیر صحابہ اور فقہاء و تابعین کے متعلق تصریح آگئی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہی فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے۔

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال ارفع یدیک فی التکبیرۃ الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ ولا ترفعھما فیما سواھا۔ [4]

ابراہیم نخعی نے کہا تکبیرہ اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو، اور اس کے ماسوا میں رفع یدین نہ کرو۔

ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی کتاب "رفع الیدین فی الصلوٰۃ" میں لکھا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انیس صحابہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بیس صحابہ رفع یدین کرتے تھے، حاکم نے کہا ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے بیس سے زیادہ صحابہ رفع یدین کرتے تھے، توضیح میں لکھا ہے کہ رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے، داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے، بعض مالکیہ اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ اس کے ترک سے گنہ گار ہوگا، ابن خزیمہ نے کہا جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے، امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، امام ترمذی نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے بدائع

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷ " " "

[4] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف تکبیر افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب

ہمارے اصحاب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اس کو تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ "آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"، خطابی نے کہا سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا، ابوعمر نے کہا اس میں یزید متفرد ہے، حفاظ نے اس حدیث کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ "پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" بزار نے کہا یزید کی رفع یدین والی حدیث میں "پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے" یہ صحیح نہیں ہے، عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پہلے یزید اس حدیث میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد کے قول کے معارض "کامل" میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث کو ہشیم، شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبدالرحمان نے بھی اس حدیث کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے، اسی طرح امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے، عجلی نے کہا وہ جائز الحدیث ہے، اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے، امام ابوداؤد نے کہا ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، اور ابن شاہین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے، احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے، امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، ساجی اور امام ابن حبان نے کہا وہ صدوق ہے، امام مسلم نے اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے، اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث کا بعض حصہ بیان کیا ہو، یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو، اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔

ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں

جن احادیث سے دوسرے ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو کعبہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولی کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انھوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

حضرت ابوحمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے، اگر یہ التزامی ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث ایک اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطاء نے اس حدیث کو حضرت ابوحمید سے نہیں سنا، اور نہ ابوقتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابوحمید ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابوحمید سے سماع کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابوحمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انہی کی بات حجت ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح، رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے، امام نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، اور وہ لائق استدلال نہیں

ہے، امام ابن خزیمہ نے کہا اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیرہ اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کو امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تکبیرہ اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو ان سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ کے قریب ہوں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر مدینہ میں ٩ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل کی یہ حدیث بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو نہیں پایا حضرت ابن مسعود ٣٢ھ میں مدینہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم ٥٠ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت علی کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں، امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا، اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ [۱]

---

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٧٢-٢٧٣ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابومجلز، نخعی، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے، کیونکہ امام ابوداؤد، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے، امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے، امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے، (یعنی ظاہر خشوع ہے اور باطن میں اکثر خشوع نہیں ہوتا) امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں، امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ [2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحٰق بن راہویہ، ابواسحٰق مروزی، کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، حضرت علی سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، تیسری روایت اختیار کی ہے، امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، جمہور مالکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ [3]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے، یہ حدیث امام مالک پر حجت ہے کیونکہ ان کا

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قول ہاتھ چھوڑنا ہے، اور امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔ [۱]

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔ [۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقول ان من سنۃ الصلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ۔ [۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [۴]

ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

برصغیر کے ناشرین نے سنن ابوداؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاعرابی کے نسخہ ابوداؤد میں ہے۔ [۵]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [۶]

علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۸۶، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۳۔ امام دار قطنی علی بن عمر متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۴۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد مع بذل المجہود ج ۴ ص ۴۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۵۔ " " " ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی

۶۔ امام ابوبکر عبداللہ محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة [1]

ابراہیم کہتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔

عن حجاج بن حسان، قال سالت ابا مجلز قال كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلها اسفل من السرة [2]

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سوال کیا ہاتھ کس طرح رکھے؟ انھوں نے کہا ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کا باطن رکھے۔

عن علی قال من سنة الصلوٰة ان توضع الايدی على الايدی تحت السرة [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے جائیں۔

حضرت علی کی اس روایت کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے۔[4]

سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر

امام بیہقی روایت کرتے ہیں

عن وائل انه رای النبی صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله ثم وضعهما على صدره [5]

حضرت وائل بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

علامہ ترکمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں محمد بن حجر ہے ذہبی کہتے ہیں کہ وہ اپنے چچا سعید سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام حبان ہے یہ غیر معروف ہے نیز امام بیہقی نے کہا اس حدیث کو مؤمل نے بھی روایت کیا ہے صاحب الکمال نے کہا ہے، اس مؤمل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنے حافظے سے احادیث بیان کرتا تھا، اور اس سے بہت خطائیں ہوتی تھیں اور میزان میں ہے امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، امام ابو حاتم نے کہا یہ کثیر الخطاء ہے، امام ابو زرعہ نے کہا اس کی حدیث میں بہت خطاء ہے، پھر امام بیہقی نے حضرت علی سے سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے، پھر امام بیہقی نے روح بن المسیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ، المصنف ج ١ص ٣٩٠، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ١٤٠٦ھ
[2] " " " " ، المصنف ج ١ص ٣٩١، " " " "
[3] " " " " ، المصنف ج ١ص ٣٩١، " " " "
[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ، سنن کبریٰ ج ٢ص ٣١، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[5] " " " ، سنن کبریٰ ج ٢ص ٣٠،

ابن عباس نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، ابن حبان نے کہا یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی، عمرو نکری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے، ابو یعلیٰ موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابو مجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے، یہ صراحۃً غلط ہے ابو مجلز کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابو عمر نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کیسے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کیا ہے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں، اور حضرت انس نے کہا تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا اور نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ حدیث متعدد اسانید سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے مردوں کے حق میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور تذلل ہے اور عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ عورتوں کے لیے اس میں زیادہ ستر ہے۔

بَابُ ۱۳۹ اِثْبَاتِ التَّكْبِيْرِ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ فِي الصَّلٰوةِ اِلَّا رَفْعَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَيَقُوْلُ فِيْهِ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھتے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت

۷۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھلائی جس میں ہر بار جب جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنا شروع

[1] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۲ ص ۳۲-۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَثْنٰى بَعْدَ الْجُلُوْسِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کرتے تو پہلے قیام کے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، اور جب سیدھے کھڑے ہوتے تو فرماتے ربنا ولک الحمد، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے پھر تمام رکعات میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز پوری ہو جاتی، ——— دو رکعت کے بعد جب تشہد سے فارغ ہوتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے، حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَارِثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ إِنِّيْ أَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے لیکن اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ کا یہ قول نہیں ہے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ حِيْنَ يَسْتَخْلِفُهُ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَفِيْ حَدِيْثِهِ فَإِذَا قَضَاهَا وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلٰى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان مدینہ کا حاکم بنا کر گیا تو آپ نماز کے قیام کے وقت اللہ اکبر کہتے باقی حدیث مثل سابق ہے اور نماز پوری کرنے کے بعد اہل مسجد سے مخاطب ہو کر کہتے کہ بخدا میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

لَا شْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا رَفَعَ وَوَضَعَ فَقُلْنَا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا التَّكْبِيْرُ فَقَالَ اِنَّهَا لَصَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں اللہ اکبر کہتے ہم نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا اے ابوہریرہ یہ کیسی تکبیریں ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

۷۷۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ وَيُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر کہتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

۷۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ كَبَّرَ وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ اَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِيْ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، وہ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ مطرف کہتے ہیں جب ہم نماز سے فارغ ہوئے کہ عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا انہوں نے ہم کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی۔

نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ (مدثر: ۳) اپنے رب کی تکبیر کرو (یعنی اللہ اکبر کہو)

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو تکبیر تحریمہ کے سوا باقی تکبیرات کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۹، نووی علی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۱۴۰)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد کہتے۔ احناف کے نزدیک یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے پر محمول ہے، شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام ہو یا مقتدی، اکیلا نماز پڑھے یا با جماعت ہر حال میں رکوع سے اٹھتے وقت یہ دونوں کلمات کہے علامہ نووی نے اس حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے یہ نماز تنہا پڑھی تھی، اس کے برخلاف احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر تنہا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھتے وقت دونوں کلمات کہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اگر با جماعت نماز پڑھے تو امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ کیونکہ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد۔ (ترمذی ص)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی صورت میں امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے اور جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جیسا کہ مسلم شریف کی اس حدیث مذکور میں ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا بخلاف شافعیہ کے، کیونکہ ان کے مسلک کی بناء پر جامع ترمذی کی حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔

بَابُ ۱۵ وُجُوْبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَّ اِنَّهٗ اِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ وَلَا اَمْكَنَهٗ تَعَلُّمُهَا قَرَأَ مَا تَيَسَّرَ لَهٗ غَيْرَهَا

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں ان کو پڑھ لے

۷۷۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا لِمَنْ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

۷۷۹۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو ام القرآن (سورہ فاتحہ)

شهاب قال اخبرني محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقترئ بام القران.

نہ پڑھے۔

٧٨٠۔ حدثنا الحسن بن علي الحلواني قال نا يعقوب بن ابراهيم بن سعد قال نا ابي عن صالح عن ابن شهاب ان محمود بن الربيع الذي مج رسول الله صلى الله عليه وسلم في وجهه من بئرهم اخبره ان عبادة بن الصامت اخبره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلوة لمن لم يقرأ بام القران.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھے۔

٧٨١۔ وحدثناه اسحق بن ابراهيم وعبد بن حميد قالا نا عبد الرزاق انا معمر عن الزهري بهذا الاسناد مثله وزاد فصاعدا۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ اس سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

٧٨٢۔ حدثنا اسحق بن ابراهيم الحنظلي قال انا سفيان بن عيينة عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى صلوة لم يقرأ فيها بام القران فهي خداج ثلاثا غير تمام فقيل لابي هريرة انا نكون وراء الامام فقال اقرأ بها في نفسك فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قال الله عز وجل قسمت الصلوة بيني وبين عبدي نصفين ولعبدي ما سال فاذا قال العبد الحمد لله رب العلمين ۰ قال الله عز وجل حمدني عبدي واذا قال الرحمن الرحيم ۰ قال الله عز وجل اثنى علي عبدي واذا قال مالك يوم الدين ۰ قال مجدني عبدي وقال مرة فوض الي عبدي فاذا قال اياك نعبد واياك نستعين ۰ قال هذا بيني وبين عبدي ولعبدي ما سال فاذا قال اهدنا الصراط المستقيم ۰ صراط الذين انعمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کو نہ پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار کہا اور فرمایا کہ وہ ناتمام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا سورۃ فاتحہ کے معانی میں غور کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان صلاۃ (سورۃ فاتحہ) کے دو حصّے کر دیے گئے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا جب بندہ کہتا ہے "الحمد للہ رب العلمین" تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی جب وہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو اللہ عز وجل فرماتا ہے

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. قَالَ هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ قَالَ سُفْيَانُ حَدَّثَنِيْ بِهِ الْعَلَاءُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَعْقُوْبَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَرِيْضٌ فِيْ بَيْتِهٖ فَسَاَلْتُهٗ اَنَا عَنْهُ.

میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب وہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا بندہ نے اپنے آپ کو سب مجھے سونپا اور جب وہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا اور جب وہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا السَّآئِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۸۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ اَنَّ اَبَا السَّآئِبِ مَوْلٰى بَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَفِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِيْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِيْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہ پڑھا، باقی حدیث مثل سابق ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھی آدھی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے۔

۷۸۵۔ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ قَالَ نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُوَيْسٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ مِنْ اَبِيْهِ وَمِنْ اَبِي السَّآئِبِ وَكَانَا جَلِيْسَيْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن (سورۂ فاتحہ) کو نہ پڑھا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ اس کی نماز ناقص ہے۔

لَمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ۔

٧٨٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ حَبِيْبٍ الشَّهِيْدِ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَآءَةٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَمَا اَعْلَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَنَّاهُ لَكُمْ وَمَا اَخْفَاهُ اَخْفَيْنَا لَكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز قرآن پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی جس نماز میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا اس میں ہم نے بھی بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور جس نماز میں آپ نے چپکے چپکے پڑھا تم نے بھی اس میں چپکے چپکے پڑھا۔

٧٨٧۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فِيْ كُلِّ الصَّلٰوةِ يُقْرَءُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا اَخْفٰى مِنَّا اَخْفَيْنَاهُ مِنْكُمْ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ اَزِدْ عَلٰى اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ اِنْ زِدْتَّ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ وَّاِنِ انْتَهَيْتَ اِلَيْهَا اَجْزَاَتْ عَنْكَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جس نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا اس میں ہم تم کو قرآن سناتے ہیں، اور جن نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ قرأت کی، ہم بھی آہستہ آہستہ قرأت کرتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا اگر میں سورۂ فاتحہ پر زیادتی نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر زیادتی کرو تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

٧٨٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيْبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ قِرَآءَةٌ فَمَا اَسْمَعَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا اَخْفٰى مِنَّا اَخْفَيْنَاهُ مِنْكُمْ فَمَنْ قَرَءَ بِاُمِّ الْكِتَابِ فَقَدْ اَجْزَاَتْ وَمَنْ زَادَ فَهُوَ اَفْضَلُ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے گا، جن نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا ہم تم کو قرآن سناتے ہیں اور جن نمازوں میں حضور نے آہستہ قرآن پڑھا ہم آہستہ پڑھتے ہیں جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھی وہ اس کے لیے کافی ہے اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا وہ افضل ہے۔

٧٨٩۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے ایک آدمی (اعرابی) نے آکر نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی،

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى ثُمَّ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا عَلِّمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا۔

۷۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاحِيَةٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَزَادَ فِيهِ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ۔

اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے فرمایا وعلیک السلام جاؤ جاکر نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس طرح تین بار ہوا، پھر اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے نماز سکھلایئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن کا جو حصہ تم کو سہولت سے یاد ہو، اس کو پڑھو پھر رکوع کرو حتی کہ اطمینان سے رکوع کرلو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر نماز کی ہر رکعت اسی طرح پڑھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں آکر نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو مکمل وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہو۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۷۷۵ میں ہے: جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورت کا نماز میں پڑھنا متعین ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سورت اس سے کفایت نہیں کرتی، الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قرأت سے عاجز ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، جمہور فقہاء صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو کچھ تم آسانی سے

پڑھ سکو وہ پڑھو"۔ (علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، امام اعظم کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ غلام رسول سعیدی غفرلہ) اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی" اگر انھوں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ خلاف ظاہر ہے (بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس باب کی حدیث نمبر ۸۲، میں ہے جس نے سورۃ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے، اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔ غلام رسول سعیدی غفرلہ)۔ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ابوحاتم بن حبان نے بھی بیان کیا ہے، اور جس حدیث میں ہے جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو، وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے (یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ امام، مقتدی اور منفرد سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسی نے کہا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو اس کا معنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے، کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ ؎

علامہ نووی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے، زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قرأت لفظی ہے قرأت نفسی نہیں ہے، قرأت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مالکیہ سے نقل کیا ہے، اور اگر جنبی قرآن کے معنی میں تدبر کرے تو اس کو قرأت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، یہ امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے ایک روایت

؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہ ہے کہ نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، نخعی، ثوری اور امام ابو حنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو، نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہوتی تو جہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب ہوتی، حسن بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کرلی تو کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القرأن۔ (مزمل: ۲۰) تو قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کرلی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم، اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے، اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہی ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور حضرت ابوسعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں، نیز جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ (اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، سعیدی غفرلہ) اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے، اور اس سے پہلے جو حضرت علی کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے، نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ [1]

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں، یہ امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے، امام مالک اور اصحاب رائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیرہ تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین۔ کی قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

کو خط لکھا انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث محفوظ ہے، اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا امام کے لیے دو سکتے ہیں ان میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو، ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ ولا الضالین کہے، عروہ بن زبیر نے کہا میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے تو میں اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورت ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں، یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔ [1]

قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشہب مالکی، ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے" ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو، تابعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، وہ کہتے ہیں کہ صرف ہونٹ ہلائے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے، اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے مقتدی امام کے ساتھ سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے، امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے، امام شافعی سے اس میں تین قول ہیں ایک قول کوفیین کی طرح ہے ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جمہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔ [2]

قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (سنن ابن ماجہ وطحاوی) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور سنے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قرأت کرنا مستحسن ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰ - ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے فاقرءوا ما تیسر منہ۔ "جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی"۔ لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے "جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے" تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے، اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے، اسی طرح جس حدیث میں ہے "اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو"، یہ بھی مقتدی کے غیر پر محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرعاً قرأت ثابت ہے، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی! یہ حدیث متعدد اسانید سے حضرت جابر بن عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، امام دار قطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، متعدد راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے، ایک سند سے امام ابوحنیفہ نے بھی اس کو مرسلاً روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، امام محمد بن الحسن نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے از ابوحنیفہ از ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبداللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابوالزبیر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں منفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر منفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام ابوعبداللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے، امام ابوحنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی

اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اسی طرح امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے! ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سوا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے، ہر چند کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے، اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نضر بن عبد اللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نضر بن عبد اللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً و متناً یہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مقاسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

۵۔ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابووائل سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا خاموش ہو نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے، اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

۶- امام محمد نے اپنی موطأ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے، اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

۷- امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوجمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کروں؟ انھوں نے کہا نہیں!

۸- امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

۹- امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

۱۰- امام نسائی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے فرمایا ہاں، انصار کے ایک شخص نے کہا قرأت واجب ہو گئی، حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر مؤخر الذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابوالدرداء کا کلام ہو تو یہ ایسے ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے، پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔

الغرض کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں، اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں، لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید سننا اور خاموش رہنا ہے، کیونکہ قرأت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا یہ (قرآن مجید) مبارک کتاب ہے جو ہم نے

ایاتہ۔ (ص: ۲۹) آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے، جیسے جمعہ کا خطبہ وعظ اور تذکیر کے لیے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سننا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے اس کے برخلاف باقی ارکان خشوع کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور خشوع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں درست ہو سکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے، اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔ (الاعراف: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة اذا قرأ فانصتوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم نے فرمایا ہے یہ حدیث صحیح ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے، سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لیے سننا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا تو ممکن ہے، محیط میں مذکور ہے کہ مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو (اور وہ رکوع میں مل جائے) تو اس کی نماز جائز ہے، خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی، جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا؟ تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے، البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔[1]

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۷-۲۹۴، ملخصا و موضحا، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امام کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا اس نے نماز کی رکعت کو پالیا۔

سورۂ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاقرءوا ما تيسر من القرآن۔ (مزمل، ۲۰)

تو قرآن مجید میں سے (نماز میں) جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور معین سورت کے پڑھنے کو فرض نہیں کیا، بلکہ عموم اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو، اور اگر سورہ فاتحہ کو نماز میں فرض کہا جائے تو قرآن مجید کا خبر واحد سے منسوخ ہونا یا خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئیگی، اور یہ جائز نہیں ہے

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فرد وقال ارجع فانك لم تصل فرجع فصلى كما صلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلثا فقال والذى بعثك بالحق ما احسن غيره فعلمنى فقال اذا قمت الى الصلوٰة فكبر ثم اقرء ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا وافعل فى صلوٰتك كلها [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ جاکر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا اور پھر پہلے کی طرح نماز پڑھی، پھر آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا جاؤ جاکر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ مکالمہ تین بار ہوا، اس کے بعد اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے تعلیم دیجیے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن مجید سے جو تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتی کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو، پھر رکوع سے

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کھڑے ہو حتیٰ کہ سیدھے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری نماز میں اس طرح کرو۔[۱]

اس حدیث کو امام مسلم[۱]، امام ابوداؤد[۲]، امام ترمذی[۳]، امام نسائی[۴] اور امام ابن ماجہ[۵] نے بھی روایت کیا ہے صحاح ستہ کی اس حدیث میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہوتا تو جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے کیونکہ یہ تعلیم کا موقع تھا، جب یہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا کہ جو تم کو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو تو معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے، خصوصاً سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں ہے مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے بغیر نماز نہیں ہوتی یعنی کامل نماز نہیں ہوتی، اور جس طرح حدیث میں ہے جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا یعنی کامل وضو نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے جو شخص رات سیر ہو کر گذارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ مومن نہیں ہے یعنی مومن کامل نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لاایمان لھم۔ (توبہ: ۱۲)

اگر یہ لوگ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو ان سے جنگ کرو، ان لوگوں کی قسمیں (کامل) نہیں ہیں۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر سرداروں کی قسموں کا ذکر کیا پھر فرمایا ان کی قسمیں نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کی قسمیں کامل نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً اتنے قرآن مجید کا پڑھنا لازم کیا جس کا پڑھنا آسان ہو پھر حدیث میں آپ کا ارشاد ہے، سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے اور ناقص کامل کے مقابلہ میں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سورہ فاتحہ

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[۲] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۴، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[۳] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[۴] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۹، " " "
[۵] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۵، " " "

کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو رکوع مل جائے اس کو نماز کی وہ رکعت مل جاتی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہوتی اور نماز کا رکن ہوتی تو اس کے بغیر وہ رکعت شمار نہیں ہوتی جیسے رکوع اور سجود کے بغیر رکعت کا شمار نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند میں جابر بن عبداللہ جعفی ہے اور وہ مجروح ہے خود امام ابوحنیفہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے خود بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

قال محمد اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا ابوالحسن بن ابی عائشۃ عن عبد اللّٰہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ [2]

امام ابوحنیفہ از ابوالحسن از عبداللہ بن شداد از حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر سے صرف ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا یہ دونوں ضعیف ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی کا امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہنا خود ضعیف قول ہے اور لائق صد مذمت ہے [3]۔ امام دارقطنی نے متعدد صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ہر چند کہ انہوں نے ان میں سے بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے لیکن جب کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کہ اس کی مؤید دیگر

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] علامہ عینی لکھتے ہیں اگر دارقطنی میں ادب اور حیاء ہوتی تو وہ امام ابوحنیفہ کو ضعیف نہ کہتے جن کے علوم سے مشرق اور مغرب مستفید ہوا ہے، امام ابن معین نے کہا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور مامون ہیں، کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی، شعبہ بن حجاج ان کو حدیث بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے، شعبہ کہتے تھے امام ابوحنیفہ ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں، بڑے بڑے ائمہ مثلاً عبداللہ

بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبدالرزاق، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے ان کی فضیلت بیان کی ان اکابر کے مقابلہ میں دارقطنی کی کیا حیثیت ہے جس کی کتاب (سنن دارقطنی) میں احادیث سقیمہ، معلولہ، منکرہ، غریبہ اور موضوعہ بھری پڑی ہیں، یہ محض دارقطنی کا حاسد تعصب ہے، جس کی بنا پر اس نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲)

صحیح الاسانید احادیث ہوں۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال: صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفہ رجل یقرء فنہاہ رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما انصرف تنازعا فقال: اتنہانی عن القراءۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف امام فان قراءتہ لہ قراءۃ ورواہ اللیث عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ۔ [1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے، اس نے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہو؟ وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو لیث نے بھی از ابی یوسف از ابی حنیفہ روایت کیا ہے۔

(امام دار قطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ابوحنیفہ سے موصولاً روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن المبارک نے اس کو ان سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہی محفوظ روایت ہے۔ [2] امام عبد الرزاق نے بھی اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا۔ [3]

عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبح اسم ربک الاعلی فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ منکم بسبح اسم ربک الاعلی؟ فسکت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی پڑھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۹، " "

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

القوم فسألهم ثلاث مرات كل ذلك يسكتون ثم قال رجل: انا قال: قد علمت ان بعضكم خالجنيها۔ [1]

تم میں سے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی؟ لوگ خاموش رہے آپ نے تین بار پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہے پھر ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی آپ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے خلجان میں مبتلا کر رہا ہے (الجھا رہا ہے، میری توجہ ہٹا رہا ہے)

(امام دارقطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ [2] اور امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن سالم بن عبد الله عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان له امام فقراءته له قراءة محمد بن الفضل متروك۔ [4]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضل متروک ہے۔

عن عمران بن حصين قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي بالناس ورجل يقرأ خلفه فلما فرغ قال من ذا الذي يخالجني سورتي فنهاهم عن القراءة خلف الامام (الى قوله) وحجاج لا يحتج به۔ [5]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون الجھا رہا تھا؟ پھر آپ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع کر دیا۔ اس حدیث کی سند میں حجاج ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

عن علي قال رجل للنبي صلى الله عليه و

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ ھ
[3] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ
[4] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[5] " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۷ - ۳۲۶، "
[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

سلم: اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانه یکفیک تفرد به غسان وهو ضعیف .[1]

شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہے اس حدیث کی روایت میں غسان منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

عن الشعبی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا قرأة خلف الامام هذا مرسل .[2]

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے نماز میں قرأت نہیں ہے، یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث کی سند کے متعلق امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت علی کی مذکور الصدر حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه و سلم قال تکفیک قرأة الامام خافت او جهر عاصم لیس بالقوی .[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام نماز میں سراً قرأت کرے یا جہراً تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له امام فقرأة له قرأة جابر ولیث ضعیفان .[4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر اور لیث ضعیف ہیں۔

عن المختار بن عبد الله بن ابی لیلی عن ابیه قال: قال علی رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة .[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)۔

عن عبد الله بن ابی لیلی قال، قال علی رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة .[6]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

---

1. امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
2. " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " " "
3. " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " " "
4. " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " " "
5. " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، " " "
6. " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، " " "

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ[1] اور امام عبدالرزاق[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن المختار بن عبد الله ان علیا قال انما یقرأ خلف الامام من لیس علی الفطرة۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پہ نہ ہو۔

(امام دارقطنی نے اس حدیث کی سند کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

عن ابی الدرداء قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم افی کل صلوٰة قرأة قال، نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه فقال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم وکنت اقرب القوم الیه "ما اری الامام اذا ام القوم الا کفاهم" کذا قال وهو وهم من زید بن الحباب والصواب فقال ابوالدرداء ما اری الامام الا کفاهم۔[4]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! انصار کے ایک شخص نے کہا یہ قرأت واجب ہو گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا درآں حالیکہ میں حضور کے سب سے زیادہ قریب تھا، آپ نے فرمایا میرا گمان صرف یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے، امام دارقطنی نے کہا کہ اس قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار دینا زید بن حباب کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یہ احناف کے مذہب کے صراحۃً مطابق ہے اور اگر یہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے اور وہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بعد ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔

اس حدیث کو امام نسائی[5] اور امام بیہقی[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقرأة له قرأة ابویحیی التمیمی ومحمد بن عباد ضعیفان۔[7]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابویحییٰ التیمی اور محمد بن عباد

۱۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۴۔ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

۵۔ امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۷۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، " "

ضعیف ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی وائل جاء رجل الی عبد اللہ فقال اقرأ خلف الامام فقال لہ عبد اللہ ان فی الصلوٰۃ شغلا و سیکفیک ذاک الامام۔[۱]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا نہیں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس سے کہا نماز میں صرف ایک مشغولیت ہے اور اس کے لیے تمہیں — امام کافی ہے۔

اس حدیث کو امام عبد الرزاق[۲] اور امام بیہقی[۳] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن سعد قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔[۴]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

عن زید بن ثابت قال لا قرأۃ خلف الامام۔[۵]

حضرت زید بن ثابت نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

عن نافع و انس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قرأۃ الامام۔[۶]

نافع اور انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

قال الاسود لان اعض علی جمرۃ احب الی ان اقرأ خلف الامام۔[۷]

اسود نے کہا امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

عن جابر قال لا یقرء خلف الامام[۸]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

---

[۱] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۲] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[۳] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۴] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۵] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، " " "

[۶] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، " " "

[۷] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، " " "

[۸] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، " " "

لا یقرأ خلف الامام ان جهر ولا ان خافت۔ [1]

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سرا۔

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سألته عن القرأة خلف الامام قال لیس خلف الامام قرأة۔ [2]

ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان له امام فقرأته له قرأة۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القرأة خلف الامام قال واخبرنی اشیاخنا ان علیا قال: من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ له قال واخبرنی موسی بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام۔ [4]

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا انہوں نے کہا ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبد اللہ لا یقرءون خلف الامام۔ [5]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ: تقرء خلف الامام فی الظهر و

عبید اللہ بن مقسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ ظہر

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[2] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۷، 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۷، 〃 〃
[4] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
[5] 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۱۴۰، 〃 〃

: العصر شیئا فقال، لا[1]

اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں!

قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیوتم بہ بھذا الخبر زاد واذا قرء فانصتوا لیست بمحفوظۃ الوھم عندنا من ابی خالد۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابوداؤد نے کہا یہ زیادتی یعنی "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" محفوظ نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ ابوخالد کا وہم ہے۔

علامہ منذری لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام داؤد کا ابوخالد پر وہم اور تفرد کا اعتراض صحیح نہیں ہے، اس کا پورا نام سلیمان بن حیان الاحمر ہے، یہ ان ثقہ راویوں میں سے ہے جس سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اس کے علاوہ وہ اس زیادتی میں منفرد نہیں ہے، اس حدیث میں اس کی متابعت ابوسعد محمد بن سعد انصاری اشہلی مدنی نے بھی کی ہے اور اس نے ابن عجلان سے سنا ہے جس کی یحییٰ بن معین اور محمد بن عبداللہ مخرمی اور ابوعبدالرحمٰن نسائی نے توثیق کی ہے اور اس زیادتی کو امام نسائی نے ابوخالد احمر اور محمد بن سعد کی دو سندوں سے روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی اس زیادتی کو حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے درج کیا ہے، یہ سند از جریر بن عبدالحمید عن سلیمان التیمی از قتادہ ہے، امام دار قطنی نے کہا سلیمان تیمی کی قتادہ سے روایت میں سے کسی نے متابعت نہیں کی، دیگر حفاظ نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اور ان کا اس کی مخالفت کرنا اس کے وہم کی دلیل ہے، لیکن امام مسلم کے نزدیک سلیمان تیمی کا قتادہ سے تفرد اس حدیث میں مضر نہیں کیونکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے، امام مسلم نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔[3]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن حطان بن عبداللہ الرقاشی بھذا الحدیث زاد فاذا قرء فانصتوا قال ابوداؤد قولہ وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجئ بہ

حطان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابوداؤد نے کہا "تو خاموش رہو" یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، سلیمان تیمی

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ زکی الدین ابومحمد منذری متوفی ۶۵۲ھ، مختصر ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

الاسلیمان التیمی فی ھذا الحدیث [1]

کے سوا کسی نے اس حدیث میں ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

امام ابوداؤد کے اس اعتراض کا جواب بھی علامہ منذری کی تقریر سے ظاہر ہو گیا۔

امام مسلم کی جس عبارت کا علامہ منذری نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حدثنا اسحٰق بن ابراھیم عن سلیمان التیمی کل ھؤلاء عن قتادۃ فی ھذا الاسناد بمثلہ فی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادۃ من الزیادۃ فاذا قرأ فانصتوا (الی قولہ) فقال لہ ابو بکر فحدیث ابو ھریرۃ فقال ھو صحیح یعنی و اذا قرء فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھاھنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ھاھنا انما وضعتہ ھاھنا ما اجمعوا علیہ۔ [2]

اسحٰق بن ابراہیم سلیمان تیمی سے اور یہ سب قتادہ سے اس سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سلیمان تیمی سے انھوں نے قتادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" ابوبکر نے امام مسلم سے کہا حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" کیسی حدیث ہے؟ امام مسلم نے کہا یہ میرے نزدیک صحیح حدیث ہے، ابوبکر نے کہا پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟ امام مسلم نے کہا میں نے ہر اس حدیث کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح تصریح کی ہے، اس کے باوجود مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابوہریرہ سے اس روایت میں ابوخالد متفرد ہے بالکل غلط ہے کیونکہ امام نسائی نے ابوخالد کے علاوہ ابوسعید محمد بن سعد انصاری سے بھی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن مبارك حدثنا محمد بن سعد انصاری، قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا

محمد بن سعد انصاری محمد بن عجلان سے وہ زید بن اسلم سے وہ ابوصالح سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

واذا قرء فانصتوا قال ابو عبد الرحمن كان المخرمي يقول هو ثقة يعني محمد بن سعد الانصاري .[1]

تو اللہ اکبر کہو، اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو، امام نسائی کہتے ہیں کہ مخرمی کہتے تھے کہ محمد بن سعد انصاری ثقہ ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابو خالد احمر سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن سعد اشہلی نے اس کی متابعت کی ہے، نیز انہوں نے اس حدیث کو محمد بن سعد اشہلی سے بھی روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی ہے، ایک اور سند کے ساتھ انہوں نے اسماعیل بن ابان عنوی سے روایت کیا ہے اور اسماعیل کو ثقہ کہا ہے، نیز انہوں نے اس کو عمر بن عامر سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن هارون الحضرمي ثنا محمد بن يحيى القطعي ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال: صلى بنا ابو موسى فقال ابو موسى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمنا اذا صلى بنا قال: انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا.

سالم بن نوح کہتے ہیں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ، قتادہ سے وہ یونس بن جبیر سے وہ حطان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ نے نماز پڑھائی تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم دیتے کہ امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ سالم بن نوح قوی نہیں ہے لیکن انہوں نے اس حدیث کو اور بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے۔[3]

بہر حال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابو خالد کے متعدد متابع ہیں اور مخالفین کا اس حدیث کو ابو خالد کا تفرد کہنا صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ابو خالد کے علاوہ دیگر اسانید سے بیان کیا ہے۔[4]

امام احمد اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا سعد الصاغاني محمد بن ميسر حدثنا محمد بن عجلان

عبد اللہ اپنے والد سے وہ سعد سے وہ محمد بن میسر سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے

---

[1] امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، " " "

[3] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱-۳۲۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۵، " " "

عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انما الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔ الحدیث۔ [1]

والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو۔

امام احمد نے اس حدیث کو ابو خالد احمر کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
امام احمد نے اس حدیث کو سلیمان تیمی سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا عبد الله حدثنا ابی ثنا علی بن عبد الله قال ثنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادة عن ابی غلاب عن حطان بن عبد الله الرقاشی عن ابی موسی قال علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰة فلیؤمکم احدکم واذا قرء الامام فانصتوا۔ [3]

عبد اللہ اپنے والد سے وہ علی بن عبد اللہ سے وہ جریر سے وہ سلیمان تیمی سے وہ قتادہ سے وہ ابی غلاب سے وہ حطان بن عبد اللہ الرقاشی سے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص امامت کرے اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل

حدیث نمبر ۸۲، میں ہے: میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورہ فاتحہ) تقسیم کر دی گئی ہے، جب میرا بندہ کہتا ہے "الحمد للہ رب العلمین" الحدیث۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ان کی یہ سب سے واضح دلیل ہے کیونکہ بالاجماع سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کو شروع الحمد للہ رب العالمین سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔ پھر علامہ نووی نے اس دلیل کے حسب ذیل تین جوابات ذکر کیے ہیں:

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] ،، ،، ،، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۰، ،، ،، ،،
[3] ،، ،، ،، مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵، ،، ،، ،،

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز نصف کر دی گئی ہے، سورہ فاتحہ مراد نہیں ہے اور نماز کا حقیقی معنی مراد ہے۔
یہ جواب صریح تحکم ہے کیونکہ حدیث میں پوری سورہ فاتحہ کی سات آیات کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمد للہ رب العلمین سے شروع اور ولا الضالین پر ختم ہے جب کہ نماز یہاں ختم نہیں ہوتی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی آیات کاملہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
گویا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ناقص آیت ہے، یہ جواب اجماع کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۔ مراد یہ ہے جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہو اور الحمد للہ رب العلمین پر ختم کرے۔ [1]
یہ جواب حدیث میں زیادتی کو مستلزم ہے، اگر بسم اللہ یہاں مراد ہوتی تو حدیث کے سیاق و سباق کے اعتبار سے یوں ہوتا جب بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو میں کہتا ہوں بندہ نے میرا نام لیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا پڑھنا مشروع ہے، امام مالک اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث ہے، اور عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے (نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو، اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا، میرے والد نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو الحمد للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے نعیم مجمر نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان میں سے کوئی بھی جہراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے وہ سب آہستہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سراً (آہستہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھے جہراً نہ پڑھے، اس کے برعکس امام شافعی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نماز میں جہراً پڑھتے ہیں، علامہ ابن قدامہ کے ذکر کردہ تمام دلائل امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہیں، اور رہا بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونا تو وہ صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے بالکل واضح ہے۔

فرض نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں، اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثنا کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی، حالانکہ حدیث میں ہے سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا، یہ عمر بن سمعان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔ [2]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے منع کیا ہے، آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نفلی نمازوں میں جائز کہا ہے، امام ابوحنیفہ، ثوری اور امام احمد نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، امام شافعی نے کہا جہری نمازوں میں جہر سے بسم اللہ پڑھے اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے، ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، امام احمد، ابوثور، اور ابوعبید کے نزدیک بھی یہ

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ایک آیت ہے، آیا امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورۂ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اس میں ان کے دو قول ہیں، اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مغفل کی احادیث سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے، کیونکہ قرآن مجید تواتر سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے، بہرحال بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جز ہے۔ [۱]

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سرّاً پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جہری

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور نہ کسی اور سورت کے اول میں اس کا جز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین۔ [۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ وقال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا اذا انت صلیت

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سن لیا انھوں نے مجھ سے کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے، تم بدعت سے بچو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا،

---

[۱] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۰-۸۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت
[۲] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

فقال الحمد للہ رب العلمین هذا حدیث حسن والعمل علیه عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم منهم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی [1]

انھوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا، سو تم نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا کرو جب تم نماز (شروع کرو) تو کہو الحمد للہ رب العلمین یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبد اللہ بن مغفل سے ہے، اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں، نیز آہستہ پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر سے پڑھنے) کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے، اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین پڑھتے تھے تو حضرت انس نے کہا تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا، امام دارقطنی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو، اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے، اس کے برعکس اخفاء کے متعلق صحیح اور صریح احادیث ہیں، نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح نہیں دیتے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث بھی مثبت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صورۃً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے، علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے اور تیسرے

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۳-۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دارقطنی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ [1]

سورہ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اوّل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کا جز نہیں ہے

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورۃ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے، کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثنا اور اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر انا اعطیناک الکوثر نازل ہوئی اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا فصل اسی وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کی جز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ حدیث بدء الوحی میں ہے فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا کہ پڑھیے پھر کہا "اقرأ باسم ربك الذی خلق" اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اقرأ باسم ربك الذی خلق نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارک الذی بیدہ الملک، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۱۔ ۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ہے اور حاکم نے مستدرک میں اگر بسم اللہ ہر سورۃ کے اوّل میں ہوتی تو آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی بیدہ الملک فرماتے۔ ؎۱

بَابُ ۱۵۱ نَهْيِ الْمَأْمُومِ عَنْ جَهْرِهِ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ

امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت

۷۹۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ فَقَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی "سبح اسم ربک الاعلیٰ"، ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کو پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے یہ جانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرأت کو الجھا رہا ہے۔

۷۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ أَوْ أَيُّكُمُ الْقَارِئُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنا شروع کر دیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے قرأت کی یا کون قرأت کرنے والا تھا، ایک شخص نے کہا "میں"، آپ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت میں خلل ڈال رہا ہے۔

۷۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ قتادہ اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

؎۱ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيْهَا۔

ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ تم میں سے بعض نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت

علامہ خطابی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے منع کیا کہ آپ کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی پڑھ رہا تھا اور دو قرأتیں ایک دوسرے میں داخل ہو رہی تھیں اور ایک دوسرے کو کھینچ رہی تھیں، البتہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہر حال میں واجب ہے اگر امام کے سکتے کے درمیان پڑھ سکتا ہے تو فبہا ورنہ امام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ دو قرأتیں جمع اور متداخل ہونے سے امام کی قرأت میں خلل ہوتا ہے اور سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھا جائے تو یہ علت پھر بھی موجود ہے، اور وہ جو سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو، یہ حدیث اول تو قرآن مجید کے مزاحم ہے کیونکہ قرآن مجید میں قرأت کے وقت سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا ہے، ثانیاً یہ حدیث ان احادیث اور آثار سے مزاحم ہے جن میں امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور وہ احادیث اور آثار ابوداؤد اور ترمذی کی اس روایت سے زیادہ قوی ہیں۔

نیز علامہ خطابی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے قرأت کو واجب کیا اور دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، اور فقہاء کے اس میں تین قول ہیں:

۱۔ مکحول، اوزاعی، امام شافعی اور ابو ثور یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے۔

۲۔ زہری، امام مالک، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرے اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

۳۔ سفیان ثوری اور اصحاب رائے یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے بالکل قرأت نہ کرے انھوں نے اس پر عبد اللہ بن شداد کی ایک مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ [2]

یہ علامہ خطابی کا بے جا تعصب ہے ورنہ یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں صحابہ کرام نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۲، 〃 〃

کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور نے ان کو ٹوک دیا، اس حدیث سے علامہ نووی کا یہ سمجھنا کہ نماز میں صحابہ بالعموم حضور کے پیچھے قرآن کریم پڑھتے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے۔ تو صرف ایک صحابی نے جواب دیا اور اس کو بھی ٹوک دیا گیا، اور جب سری نمازوں (جس میں امام آہستہ پڑھتا ہے) میں مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو جہری نمازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا، کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں خلل کا زیادہ اندیشہ ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور اس کو سننا نقل کتاب سے فرض ہے۔

بَابُ حُجَّةِ مَنْ قَالَ لَا يُجْهَرُ بِالْبَسْمَلَةِ[۱۵۲]

بسم اللہ کو سرًا پڑھنے والوں کے دلائل

۷۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی مگر میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۷۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَسَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ نَعَمْ نَحْنُ سَأَلْنَاهُ عَنْهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ حضرت انس نے یہی فرمایا تھا۔

۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى الْأَوْزَاعِيِّ يُخْبِرُهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سبحانک اللھم وبحمدک تبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک ۔ بلند آواز سے پڑھتے تھے ـــــ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی، یہ سب الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو قرأت کے اوّل

بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ اَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ اٰخِرِهَا۔

میں پڑھتے تھے اور نہ آخر میں۔

۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ ذٰلِكَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

امام ابوحنیفہ کا مسلک | نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ

ہے کہ سورۂ نمل میں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے علاوہ کسی ایک سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ اس سورت کا جز ہے، ہر سورۃ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو لکھا گیا ہے۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین جہری نمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا احناف کے نزدیک سنت ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ بعض فقہاء احناف نے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب لکھا ہے ان احادیث میں فقہاء احناف کے مذہب پر واضح دلیل ہے۔

امام مالک کے نزدیک فرض نماز میں خواہ وہ سری ہو یا جہری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے البتہ نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز ہے، تاہم ان کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کو جہری نمازوں میں آہستہ پڑھا جائے گا اسی طرح سری نمازوں میں بھی۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اور اس کو جہری نمازوں میں بلند آواز سے اور سری نمازوں میں آہستہ پڑھنا فرض ہے، اگر بسم اللہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی کا یہ مذہب شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس پر تفصیلی بحث ہم باب نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں۔

بَابُ ۱۵۳ حُجَّةِ مَنْ قَالَ الْبَسْمَلَةُ اٰيَةٌ مِّنْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ سِوٰى بَرَاءَةٍ

جن لوگوں کے نزدیک سورۂ توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل

۷۹۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

نا علی بن مسهر قال نا المختار بن فلفل عن انس بن مالك ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واللفظ له قال نا علي بن مسهر عن المختار عن انس بن مالك قال بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم بين اظهرنا اذ اغفى اغفاءة ثم رفع راسه متبسما فقلنا ما اضحكك يا رسول الله قال نزلت علي انفا سورة فقرا بسم الله الرحمن الرحيم انا اعطيناك الكوثر فصل لربك وانحر ان شانئك هو الابتر ثم قال اتدرون ما الكوثر فقلنا الله ورسوله اعلم قال فانه نهر وعدنيه ربي عز وجل عليه خير كثير وهو حوض ترد عليه امتي يوم القيامة انيته عدد النجوم فيختلج العبد منهم فاقول رب انه من امتي فيقول ما تدري ما احدثت بعدك زاد ابن حجر في حديثه بين اظهرنا في المسجد وقال ما احدث بعدك۔

۷۹۹۔ حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء قال انا ابن فضيل عن مختار بن فلفل قال سمعت انس بن مالك يقول اغفى رسول الله صلى الله عليه وسلم اغفاءة بنحو حديث ابن مسهر غير انه قال نهر وعدنيه ربي عز وجل في الجنة عليه حوض ولم يذكر انيته عدد النجوم۔

ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کو اونگھ آگئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابھی مجھ پہ یہ سورۃ نازل ہوئی ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انا اعطیناك الكوثر فصل لربك وانحر ان شانئك هو الابتر۔ پھر آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کوثر وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں خیر کثیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت کے دن پانی پینے کے لیے آئیں گے، اس کے برتن ستاروں کے برابر ہیں، ایک شخص کو حوض کوثر سے ہٹایا جائے گا میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا تم (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے تمہارے بعد نیا دین اختراع کر لیا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی، امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس پر ایک حوض ہے، اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔

نے سورہ کوثر سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ اس سورۃ کا جز ہو، اگر ایسا ہوتا تو اقرأ باسم ربك الذی خلق سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جہراً تلاوت کرتے، نیز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سورت مسلمانوں کی شفاعت کرے گی اور وہ تبارك الذی بیدہ الملك ہے اگر ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ اس کا جز ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبارك الذی بیدہ الملك۔ اس لیے تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور یہ لا علی التعیین کسی ایک سورت کا جز ہے، ہر سورت کا جز نہیں ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا فصل اور امتیاز کے لیے تھا، یا تیمناً تھا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہو۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اونگھ آگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے، البتہ مسجد میں سونے کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔

حوض کوثر، اس کے برتنوں کی تعداد، وہاں امتوں کے پانی پینے کے لیے آنا اور مرتد لوگوں کا لوٹا دیا جانا، یہ سب احوال آخرت اور امور غیب میں سے ہیں، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ بتاتے تو ہم کو پتا نہ چلتا۔ اس غیب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غیب کی خبر دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کو غیب کا علم اور اس پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، البتہ امور غیبیہ کی جزئیات میں فرق ہے، عام مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام میں سے ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق غیب کا علم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ امور غیبیہ کا علم ہے۔ اور مطلقاً عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطاءِ الٰہی سے علم غیب حاصل ہے لیکن مطلقاً یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ غیب پر مطلع ہیں یا آپ پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا آپ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً علم غیب کا ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر علم ذاتی ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علم ما فی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کردی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [۱]

بَابُ وَضْعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى بَعْدَ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ وَوَضْعِهِمَا عَلَى الْاَرْضِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ

سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا

۸۰۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلًى لَهُمْ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِيْهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت کانوں کے بالمقابل ہاتھوں کو بلند کیا اللہ اکبر کہا پھر ہاتھ کپڑے میں لپیٹ لیے، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا پھر جب آپ نے رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو ہاتھ کو کپڑے سے نکال کر رفع یدین کرتے پھر رکوع کرتے پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے، پھر جب سجدہ کرتے تو دو ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ

نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے، ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، نفل میں جائز ہے۔ [۲]

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۷،۴۶، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ۱۳۳۸ھ

۲۔ علامہ ابوالولید ابن رشید قرطبی متوفی ۵۹۰ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے پہنچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگل سے حلقہ بنالے۔ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔

۴۔ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ [۱]

امام شافعی کے مسلک پر مذکور ذیل حدیث دلیل ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعہا علی صدرہ۔ [۲]

مؤمل کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔

لیکن علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے کہ مؤمل نے اپنی حدیث کی کتابیں دفن کردی تھیں اور وہ محض اپنے حافظہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطاء تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ ابوحاتم نے کہا کہ اس کی روایات میں بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ بیہقی نے اس قسم کی دو تین احادیث اور بیان کیں، لیکن ان سب کی اسانید میں شدید ضعف ہے، امام بیہقی کی ذکر کردہ احادیث کی اسانید پر جرح کرنے کے بعد علامہ ابن ترکمانی احناف کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن حزم روینا عن ابی ھریرۃ قال وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [۳]

ابن حزم نے حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا، اور نماز میں ناف

---

[۱] علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۲] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۳] علامہ ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

علاوہ ازیں ابن تیمیہ متوفی ۶۲۱ھ نے منتقی الاخبار میں (مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے) یہ حدیث روایت کی ہے:

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

یہ احادیث جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، امام مالک پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ فرائض میں ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں ہیں، اور امام شافعی پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں اجب کہ معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

نوٹ:۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد کے صرف ابن اعرابی کے نسخہ میں ہے۔ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں کے حاشیہ پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر زیادہ مفصل اور مدلل گفتگو ہم نے باب نمبر ۱۴۸ میں کی ہے۔

بَابُ التَّشَهُّدِ فِی الصَّلٰوۃِ

نماز میں تشہد کا بیان

۸۰۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ فِی الصَّلٰوةِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِذَا قَالَهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَآءَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور السلام علی اللہ، السلام علی فلاں کہتے، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بذات خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ پس نمازی جب یہ کلمہ (علی عباد اللہ الصالحین) کہے گا تو اس کا سلام ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں (پھر کہے) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

تشہد کا ترجمہ: تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ

---

[1] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ازہر مصر ۱۳۹۸ھ

٨٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ فِي الْمَسْئَلَةِ مَا شَآءَ۔

٨٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَآءَ أَوْ مَا أَحَبَّ۔

٨٠٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ وَقَالَ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الدُّعَآءِ۔

٨٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ نَا سَيْفُ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ كَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاقْتَصَّ التَّشَهُّدَ بِمِثْلِ مَا اقْتَصُّوْا۔

٨٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ

کے لیے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلام ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ —— بلاشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی مثل بیان کی ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ پہلی حدیث کی مثل بیان کی ہے اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشہد میں بیٹھتے تھے اس کے بعد پہلی حدیث کی مثال بیان کی اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم اس حال میں دی کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی اور یہ تعلیم ایسے دی جیسے آپ مجھے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد انھوں نے تشہد کا پورا واقعہ اسی طرح بیان کیا جیسا کہ پہلی حدیث میں مذکور ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح

نَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَانَ يَقُوْلُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْاٰنَ۔

۸۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

۸۰۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كَامِلٍ قَالُوْا نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ صَلٰوةً فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أُقِرَّتِ الصَّلٰوةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكٰوةِ فَلَمَّا قَضٰى أَبُوْ مُوْسَى الصَّلٰوةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ قُلْتَهَا قَالَ مَا قُلْتُهَا وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِيْ بِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَنَا قُلْتُهَا وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى مَا تَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ صَلٰوتِكُمْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تعلیم دیتے تھے، جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح سکھلاتے جس طرح قرآن کریم کی کوئی سورت سکھلاتے ہوں۔

حطان بن عبد اللہ رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب تھے تو ایک شخص نے کہا یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے کس نے یہ بات کی تھی۔ سب خاموش رہے انھوں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی۔ لوگ پھر خاموش رہے۔ اس موقع پر حضرت ابوموسیٰ نے مجھ سے کہا اے حطان! شاید تم نے یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا میں نے نہیں کہا، مجھے تو آپ کا ڈر تھا پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ تھی، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمُ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

٨٠٩۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ قَتَادَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنْ

علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتلا دیا، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائیگا پھر جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللهم ربنا ولك الحمد کہو، اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا ہے اور تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سمع اللہ لمن حمدہ جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہو گا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے گا تو تم سب سے پہلے یہ کہو التحيات الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

امام مسلم نے تین اور اسانید بیان کر کے قتادہ سے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور ابو عوانہ کے علاوہ اور کسی سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ۔ جاری کرتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو بکر نے

سُلَيْمٰنَ عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ إِلَّا فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ كَامِلٍ وَحْدَهٗ عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ أَبُوْ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أُخْتِ أَبِي النَّضْرِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ مُسْلِمٌ تُرِيْدُ أَحْفَظَ مِنْ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْ بَكْرٍ فَحَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ هُوَ صَحِيْحٌ يَعْنِيْ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا فَقَالَ هُوَ عِنْدِيْ صَحِيْحٌ فَقَالَ لِمَ لَمْ تَضَعْهُ هٰهُنَا فَقَالَ لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِيْ صَحِيْحٌ وَضَعْتُهٗ هٰهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُهٗ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوْا عَلَيْهِ۔

امام مسلم سے بحث کی تو امام مسلم نے فرمایا سلیمان (اس سند کا ایک راوی) سے زیادہ تمہیں اور کون حافظ ملے گا، ابوبکر نے پوچھا کہ پھر ابوہریرہ کی روایت کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے کہا کہ وہ حدیث صحیح ہے ابوبکر نے کہا پھر آپ نے اس سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی اس کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا امام مسلم نے فرمایا میں نے اس کتاب میں ہر حدیث کو ذکر نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

---

۸۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَضٰى عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے سابقہ حدیث بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ جاری کردیا۔

تشہد میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں تشہد اول اور ثانی دونوں واجب ہیں، امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں، امام شافعی کے نزدیک تشہد اوّل سنت ہے اور تشہد ثانی واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک اوّل تشہد واجب اور ثانی تشہد فرض ہے۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کے تشہد کی روایت پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں لفظ مبارکات زائد ہے اور امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کی روایت کو پڑھنا افضل ہے (نووی علی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مع تغیر)

سلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس شخص کو سلام کیا جائے، اس شخص کے حق میں سلامتی کی دعا کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام جب السلام علی اللہ کہتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ عین سلام ہے اور وہ سلامتی کی دعا سے پاک ہے۔

تشہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین کی کہ

نماز میں السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرو، یعنی قصداً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں جب السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کہا جائے تو حضور پر قصداً سلام کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھا تھا میں اس سلام کی نقل اور حکایت کر رہا ہوں۔

(اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں یا بنی اسرائیل: اے بنی اسرائیل، تو اس تلاوت سے بنی اسرائیل کو پکارنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا، ہم تلاوت کر کے اس کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔)

علماء دیوبند کا یہ قول اس بنیاد پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قریب اور بعید سے ہر نمازی کا سلام نہیں سنتے اور نہ حضور کو دور سے پکارنا جائز ہے اس لیے نماز میں جب السلام علیك ایھا النبی کہا جائے تو انشاءً اور قصداً سلام نہ کرے بلکہ شب معراج جو اللہ تعالیٰ نے سلام کیا تھا اس سلام کی نقل اور حکایت کرے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہے۔ سلام و صلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک ملائکہ کی جماعت اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا ہے تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جاوے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔[۱]

اس عقیدہ کی پہلی بنیاد ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی دور و نزدیک سے یکساں سنتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دیے بغیر حضور کے سماع کا عقیدہ رکھنا باطل اور شرک ہے اور یہ بات صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے کسی بھی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ از خود سنتا ہے تو یہ شرک ہے۔ ابن قیم جوزیہ طبرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتك قال وبعد وفاتی الحدیث[۲]

کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا میری وفات

۱۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۸۹، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۲۔ شیخ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے بعد بھی ہے

امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

وکذلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ ذلک النور المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا لہ رای القریب والبعید واذا صار ذلک النور یدا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسہل والبعید والقریب [1]

جب بندہ مسلسل عبادت کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کی آنکھیں اور کان ہوجاتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ کا نور اس کے کان ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں سنتا ہے۔ اور جب یہ نور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان، قریب اور بعید کے تصرف پر یکساں قادر ہوجاتا ہے۔

امام رازی نے جس حدیث قدسی کا حوالہ دیا ہے اس کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قال من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا الحدیث [2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اور بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے مسلسل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ (چیزوں کو) پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ف اس حدیث کی سند پر شیخ اشرف علی تھانوی نے بوادر نوادر ص ۲۷۳ پر جرح کی ہے جس کا مکمل مسکت جواب ذکر بالجہر حصہ دوم ص ۲۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[1] امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۶۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوعبد اللہ البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

فانہ اذا صح للشجرۃ ان ینادی فیہا بانی انا اللہ فما بال المتقرب ان لا یکون اللہ سمعہ وبصرہ کیف وابن آدم الذی خلق علی صورۃ الرحمان لیس بادون من شجرۃ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ؎۱

جب درخت سے انی انا اللہ (میں اللہ ہوں) کی آواز آ سکتی ہے تو جو شخص مسلسل عبادت کر کے قرب الٰہی حاصل کر چکا ہو تو کیونکر اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں اور کان نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابن آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا ہے کسی طرح بھی موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے کم نہیں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث قدسی اور اس کی شرح جو امام رازی اور شیخ انور شاہ کاشمیری نے کی ہے اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ جب عبادت گذاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو ان کی اپنی صفات محو ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔ اس کی صفت بصارت سے دیکھتے ہیں، اور اس کی صفت قدرت سے تصرف کرتے ہیں، جو شخص ان محبوبان خدا کے قریب و بعید سے سننے کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ان کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت اور بصارت کا انکار کرتا ہے، اور جب عام محبوبان حق کے قرب کا یہ مقام ہے تو غور کیجیے جو سید المرسلین ہیں، باعث ایجاد عالم ہیں، تمام انبیاء اور اولیاء کے سردار ہیں دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہیں ان کے قرب خداوندی کا کیا عالم ہو گا۔ حق یہ ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء صفات خداوندی کے مظہر ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی، لہٰذا وہ جس آواز کو جہاں کہیں سے سنتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں اس لیے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔

خود شیخ رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کرتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ ندائے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا، یا باذنہ تعالیٰ ان کو انکشاف ہو جاوے گا۔ ؎۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو مسلمان بھی یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ وہ آپ کو مستقل سامع اور عالم اعتقاد نہیں کرتا۔ بلکہ بقول شیخ گنگوہی کے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آواز سنا دیتا ہے یا بقول شیخ کشمیری کے یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات اللہ کے مظہر ہیں اور اس کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔

یہ تمام بحث اس سلسلہ میں تھی کہ نمازی جب تشہد میں بیٹھے تو اس اعتقاد سے السلام علیک ایہا النبی

؎۱۔ شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۹، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

؎۲۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۵۲ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو سنتے ہیں، رہی بحث اس میں کہ حضور کی خدمت میں یہ سلام انشاءً اور قصداً عرض کرے یا بطور حکایت معراج کے جیسا کہ علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سنت اور جمہور فقہاء اسلام اور عقل صحیح سے جو بات ثابت ہے۔ وہ یہی ہے کہ نماز میں انشاءً اور قصداً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (احزاب ۵۶)

"اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، صلوٰۃ وسلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فاذا قالھا اصابت کل عبد للہ صالح فی السماء والارض الحدیث۔ ل

نمازی کہے التحیات للہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو — اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں، اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جو سید الصالحین ہیں ان کو سلام کیونکر نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً و انشاءً سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آئیے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ک

"اپنے دل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور لا کر عرض کرو سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشہد معانیھا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ لا اخبار عن

تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ل۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ا ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ک۔ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ا ص ۱۷۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت

ذلک [1]

کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن ربہ سبحانہ [2]

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فیقصد المصلی انشاء ھذہ الالفاظ مرادۃ لہ قاصدۃ معناہ الموضوعۃ لہ من عندہ کانہ یحیی اللہ سبحانہ تعالیٰ و یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3]

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حکایۃ سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [4]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشہد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی النبی [5]

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وانما ذکرنا بعض معانی التشھد لما ان المصلی یقصد بھذہ الالفاظ معانیھا مرادۃ لہ علی

ہم نے الفاظ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ

[4] علامہ احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ

[5] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۷۳، (مصری)

وجه الانشاء کما صرح به المجتبی بقوله ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشهد معناها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی الله ویسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم [1]

معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے، اسی طرح مجتبیٰ نے بیان کیا ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی التشهد لینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عز وجل علی شهود نبیهم فی تلك الحضرة فانه لا یفارق حضرة الله ابدا فیخاطبونه بالسلام مشافهة [2]

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لیے نمازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اہل عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذلك بواسطة نبی الرحمة وبرکة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته [3]

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انھیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] عارف علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۷، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۹ھ

[3] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جزء ۶ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تشہد کی بحث میں بعینہٖ یہی عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ نے فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۸ پر، علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ ھ نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۳۲۹ پر، مولانا عبد الحیی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ ھ نے سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۳۳۲ میں بیان کی ہے۔

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وقال بعض العارفين ان ذلك سريان الحقيقة المحمدية فى ذرائر الموجودات وافراد الكائنات كلها فهو صلى الله عليه وسلم موجود وحاضر فى ذوات المصلين وحاضر عندهم فينبغى للمؤمن ان لا يغفل عن هذا الشهود عند هذا الخطاب لينال من انوار القلب و يفوز باسرار المعرفة صلى الله عليك يارسول الله وسلم۔[1]

"بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تشہد ہی سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی بطرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت مومن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں، تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کریں، اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو!"

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۱، اور مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۳۶ (مطبع نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسک الختام شرح بلوغ المرام (ج ۱ ص ۲۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبد الحئی کے والد مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے، اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے، یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہوجاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہوجاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے، بعض صوفیا نے فرمایا ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرم الٰہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[2]

نمازی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کہتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے، اس بات پر اب تک ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں، اب ہم قارئین کے

---

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ، لمعات ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ لاہور

[2] مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ ھ، نور الایمان ص ۴۲، مطبوعہ ہند

کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور وربک فکبر (مدثر: ۳) "اپنے رب کی تکبیر کرو" کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو فاقرؤا ما تیسر من القرآن (مزمل: ۲۰) "قرآن پڑھو" کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے، ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع وسجود میں فسبح باسم ربک العظیم (واقعہ: ۷۴) "اپنے رب کی تسبیح بیان کرو" اور سبح اسم ربک الاعلیٰ "اپنے رب اعلیٰ کی تعظیم کرو" کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ (ابراہیم: ۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے۔ تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمائیے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے ایک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے!

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے کس قدر رنج والم کا مقام ہے جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے انہیں سلام کرنا ہو تو قصداً اور ارادۃً سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً وحکایۃً سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور ونزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام یکساں سنتے ہیں، نعرہ رسالت "یارسول اللہ" لگانا جائز ہے۔

بَابُ ۱۵۶ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

۸۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ الَّذِي كَانَ اُرِيَ النِّدَاءَ

تشہد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ

بِالصَّلٰوۃِ اَخْبَرَہٗ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَقَالَ لَہٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَرَنَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ قَالَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّہٗ لَمْ یَسْئَلْہُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ ــــــــ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّالسَّلَامُ کَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھیں، پس ہم کس طرح آپ پر درود پڑھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کاش اس نے سوال نہ کیا ہوتا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو:

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی اٰل ابراھیم وبارک علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی اٰل ابراھیم فی العٰلمین انک حمید مجید۔

ترجمہ: "اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگ ہے اور سلام پڑھو جس طرح تمہیں معلوم ہے۔

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰی قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَۃَ فَقَالَ اَلَا اُھْدِیْ لَکَ ھَدِیَّۃً خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا قَدْ عَرَفْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے عرض کیا ہمیں معلوم ہو گیا کہ (نماز میں) آپ پر سلام کس طرح پڑھیں، آپ ہی بتلائیے کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھا کریں آپ نے فرمایا یوں کہو اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید ۰ اللھم بارک علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید ۰

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَۃَ وَمِسْعَرٍ عَنِ الْحَکَمِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ مِسْعَرٍ اَلَا اُھْدِیْ لَکَ ھَدِیَّۃً۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْأَعْمَشِ وَعَنْ مِسْعَرٍ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَلَمْ يَقُلِ اللَّهُمَّ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے مگر اس میں اللھم کا لفظ نہیں ہے وبارک علی محمد ہے۔

۸۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا رَوْحٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا یوں کہو: اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔
"اے اللہ محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو لائق ستائش اور بزرگ ہے۔"

۸۱۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تشہد اخیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود سنت ہے اور اگر کسی نے درود کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے، اور امام احمد اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ درود واجب ہے، اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے، شعبی کا بھی یہی مذہب ہے، فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود)

کیسے پڑھیں، آپ نے فرمایا پڑھو اللھم صل علی محمد [۱] اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہیے جب ہم آپ پر نماز پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا تم پڑھو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ یہ زیادتی صحیح ہے، اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو حاتم بن حبان اور امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حاکم نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس نے نماز پڑھی، نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا کرے، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصداق کون ہیں، ازہری اور دیگر محققین نے کہا اس سے مراد جمیع امت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں۔ [۱]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا جب تم یہ پڑھ لو، یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو گئی، اور اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ، علامہ کرخی نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے، اور امام طحاوی نے کہا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ [۲]

علامہ مرغینانی نے حضرت ابن مسعود کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۳۹، طبع مجتبائی پاکستان اور سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۵، طبع ملتان میں ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی کا شاذ قول ہے، سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا، طبری، قشیری اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انھوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے، علامہ خطابی نے کہا امام شافعی سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔ [۳]

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۴، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[۳] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام کا علامہ خطابی سے یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں درود پڑھنے کے مسئلہ میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔

علامہ خطابی لکھتے ہیں:

سنن ابو داؤد میں ہے: آپ نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھیں۔ اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، اور آپ کا یہ ارشاد تم پڑھو: اللھم صل علی محمد الخ یہ دوسرا امر ہے، جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (احزاب: ۵۶) اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ [1]

تشہد کے متعلق علامہ خطابی کا احناف کے مذہب کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے، احناف کے نزدیک تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور قدر تشہد۔۔ بیٹھنا فرض ہے۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے حدیث میں صلوٰۃ پڑھنے کے امر سے جو وجوب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے اور اس پر قرینہ سنن ابو داؤد، سنن دارمی اور سنن بیہقی کی یہ حدیث ہے، آپ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گی اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، اور علامہ خطابی نے قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کی تقریر صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خارج از نماز درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ عمر میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے یا جس طرح امام طحاوی نے کہا جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس لیے اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے اور یہ خارج از نماز پر محمول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات

ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صلوٰۃ (درود شریف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت

---

[1] امام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۵-۲۵۴، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

ابراہیم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا مانگی تھی۔ ان کی اس نیکی کی جزا دینے کے لیے نماز کے درود میں ان کا نام شامل کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کی تھی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراهیم: ۴۰)	اے اللہ! میری، میرے ماں باپ کی اور تمام مسلمانوں کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز کے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں فلاں چیز آفتاب کی طرح روشن ہے، لہٰذا آفتاب روشنی میں قوی ہوا، اور وہ چیز ضعیف ہوئی، اس درود میں کہا گیا ہے کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جو ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، لہٰذا از روئے قاعدہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر قوی رحمت نازل ہونا قرار پائی، اور حضور اور آپ کی آل پر ضعیف رحمت نازل ہونا لازم آیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں بلکہ جمیع انبیاء و رسل سے افضل ہیں، اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ صرف نزول رحمت میں ہے، اس کی کیفیت میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت اس کیفیت سے نازل ہوئی جو ان کے مقام کے لائق تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت، آپ اور آپ کی آل کے شایان شان نازل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اس لیے صلوٰۃ کی تشبیہ صرف حضرت ابراہیم سے نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں بہ شمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر انبیاء علیہم السلام شامل ہیں سب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب ایک جانب (مشبہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد ہے جو غیر نبی ہیں۔ دوسری جانب (مشبہ بہ) میں حضور کے ساتھ متعدد انبیاء ہیں اور جو رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے مجموعہ پر نازل ہوگی، وہ رحمت یقیناً اس رحمت سے قوی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ "کما" میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ علت اور سبب کے لیے ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا اے اللہ سیدنا محمد اور آل سیدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت نازل فرمائی، جس کا اس درود میں ذکر ہے اور ایک نمازی جب یہ درود پڑھتا ہے تو حضور اور آپ کی آل کے لیے اس رحمت کی دعا مانگتا ہے، دوسرا پڑھتا ہے تو دوسری رحمت کی دعا مانگتا ہے، علیٰ ہذا القیاس قیامت تک جتنے مسلمان درود شریف پڑھتے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی قدر رحمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس درود میں حضرت ابراہیم کے لیے زمانہ ماضی میں نازل کی گئی ایک رحمت کا ذکر ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک کی بے شمار رحمتوں کا ذکر ہے۔

درود شریف کی بحث میں ایک یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود ابراہیمی نماز کے ساتھ خاص ہے یعنی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے، نماز کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اقبل رجل حتی جلس بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نحن عندہ فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اما السلام فقد عرفناہ فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلوتنا صلی اللہ علیک قال فصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احببنا ان الرجل لم یسئلہ فقال اذا انتم صلیتم فقولوا اللھم صل علی محمد الحدیث۔ لے

ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اسلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھ لیا ہے اب فرمایئے کہ ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یوں پڑھنا: اللھم صل علی محمد الخ

درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان

علامہ شامی لکھتے ہیں:

نماز کے درود میں بھی "محمد" سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے، علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے، کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے، یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اور جس حدیث میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام نے کہا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی کی یا کمی کی تو یہ مکروہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔ لے

جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے

درود شریف کو ہر وقت بقدر الامکان پڑھنا مستحب ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حسب ذیل مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۱۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو۔ ۲۔ ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن، کیونکہ ان تینوں دنوں کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ ۳۔ صبح کے وقت۔ ۴۔ شام کے وقت۔ ۵۔ مسجد میں دخول اور خروج کے وقت۔ ۶۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ۷۔ صفا پر۔

لے۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

لے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۸۔ منبر پر۔ ۹۔ جمعہ کے خطبہ اور دیگر خطبات میں۔ ۱۰۔ اذان کے بعد۔ ۱۱۔ اقامت سے پہلے۔ ۱۲۔ دعا کے اوّل وسط اور آخر میں۔ ۱۳۔ دعاء قنوت کے بعد۔ ۱۴۔ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد۔ ۱۵۔ ملنے اور جدا ہونے کے وقت۔ ۱۶۔ وضو کے وقت۔ ۱۷۔ وعظ کے وقت۔ ۱۸۔ اشاعت علوم دینیہ کے وقت۔ ۱۹۔ حدیث پڑھنے کے اوّل اور آخر میں۔ ۲۰۔ سوال اور فتویٰ لکھتے وقت۔ ۲۱۔ تصنیف کے وقت۔ ۲۲۔ تدریس کے وقت۔ ۲۳۔ منگنی کے وقت۔ ۲۴۔ پیغامات میں۔ ۲۵۔ تمام اہم کاموں کے وقت۔ ۲۶۔ ذکر الٰہی کے وقت۔ ۲۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے وقت۔ ۲۸۔ آپ کا اسم مبارک لکھتے وقت۔ یہ ان کے اعتبار سے ہے جن کے نزدیک آپ کا نام سن کر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے۔ ؎۱

جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے

سات مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے: ۱۔ جماع کے وقت۔ ۲۔ قضاء حاجت کے وقت۔ ۳۔ سودے کو شہرت دیتے وقت۔ ۴۔ ذبح کے وقت۔ ۵۔ چھینک لیتے وقت۔ ۶۔ تعجب کے وقت۔ ۷۔ گرتے وقت، ان کے علاوہ علماء نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کرتے وقت یا سنتے وقت اگر آپ کا نام ذکر کرے یا سنے یا خطبہ کے دوران بھی درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس وقت خاموش رہنا اور سننا واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے قرآن پڑھتے وقت آپ کا نام سنا تو اس پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر اس نے قرأت سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھا تو مستحسن ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھتے وقت آپ کے اسم مبارک سے گذرا، یعنی دوران تلاوت میں آپ کا نام آیا تو اس وقت آپ پر درود شریف پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف کو اس کی نظم اور ترتیب کے مطابق پڑھتا رہے، اگر اس نے قرأت سے فراغت کے بعد آپ پر درود شریف پڑھا تو افضل ہے ورنہ اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ ؎۲

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی توجیہ

علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ شاطبی نے شرح الالفیہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا قطعی طور پر مقبول ہے اور جب کوئی شخص درود شریف کے ساتھ کوئی دعا مانگے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی جائے گی، شیخ سنوسی وغیرہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس بات کی کوئی سند نہیں ہے، انھوں نے کہا اگرچہ درود شریف کی مقبولیت کی قطعیت نہیں لیکن یہ قوی امید اور غلبہ ظن سے خالی نہیں ہے۔ دلائل الخیرات کی فصل اوّل میں ہے ابو سلیمان دارانی نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت درود شریف پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے اور اخیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے

؎۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

؎۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۳،

کیونکہ اللہ تعالیٰ اول، آخر درود شریف کو قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ درمیان میں کیے ہوئے سوال کو رد فرما دے، نیز علامہ فاسی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کے وہ صرف مقبول ہے مردود نہیں ہے، علامہ باجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ عزوجل سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا درود مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے بعض حصہ کو قبول کرے اور بعض کو رد کر دے شیخ ابو طالب مکی اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، عراقی نے کہا مجھے یہ مرفوع حدیث نہیں ملی، یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل رد نہیں ہوتا جب کہ بعض اوقات کلمہ شہادت رد کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علامہ سنوسی وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا ہے اس لیے سلف کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیے کہ درود شریف دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض مردود، اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کی دعا کو بعینہٖ منظور فرما لیتا ہے اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضے سے اس دعا کو کسی اور صورت میں مقبول فرماتا ہے، اس لیے درود شریف دعا کے عام حکم سے خارج ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ خود ہمیشہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مومنین پر احسان فرمایا اور انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زیادہ شرف اور فضیلت حاصل ہو، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سبحانہٗ کے درود پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کے درود سے مستغنی ہیں، اس لیے جب مومن درود شریف پڑھ کر رب سبحانہٗ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتا ہے تو یہ دعا قطعی طور پر مقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر دائماً رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اور باقی دعاؤں اور عبادات کا یہ حکم نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ درود شریف قطعی طور پر مقبول ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قطعی طور پر ثواب ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ پر نزول رحمت کا جو سوال کیا ہے تو یہ دعا مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمانے کا باقی رہا ثواب تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ ملے گا، ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ جو سلف نے کہا ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اس کی سند قوی ہے اور وہ سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر ہمیشہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ [1]

درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج اص ۴۸۶ - ۴۸۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

درود شریف پڑھتے وقت پڑھنے والا صرف یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے اور اس دعا کے ذریعے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا بلکہ خود کو فائدہ پہنچا رہا ہے، کیونکہ ابوالعباس المبرد اور ابوبکر بن العربی اور ایک جماعت کے نزدیک یہ مختار ہے کہ درود شریف کا فائدہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا بلکہ درود شریف پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح علامہ سنوسی نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اس کے برعکس باقی دعاؤں سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو ان دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اور علامہ قشیری اور قرطبی کا نظریہ یہ ہے کہ درود شریف سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور پڑھنے والے دونوں کو نفع پہنچتا ہے، بہرحال ہر تقدیر پر یہ ایک عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، الایہ کہ مجلس واحد ہو اور بار بار آپ کا نام لیا جائے اس صورت میں ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔[1]

غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:
امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھی جائے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے اللهم صل علی ابی بکر، یا اللهم صل علی عمر۔ البتہ تبعاً ان پر صلوٰۃ پڑھی جاسکتی ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے اللهم صل علی محمد وال محمد واصحابه وازواجه وذريته جیسا کہ احادیث میں ہے، امام احمد اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مومن پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے، انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابواوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اللهم صل علی آل ابی اوفی اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

هو الذی یصلی علیکم وملائکته وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے۔
(احزاب: ۴۳)

اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق توقیف اور سلف صالحین کے استعمال سے ہے اور ان سے یہ استعمال منقول نہیں ہے، بلکہ انھوں نے صلوٰۃ کے ساتھ انبیاء کو مخصوص کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کو تقدیس اور تسبیح کے ساتھ مخصوص کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے اللہ سبحانہ، اللہ عزوجل، اللہ تبارک وتعالیٰ اور یوں نہیں کہا جاتا نبی عزوجل، حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی عزیز وجلیل ہیں، اور سورۂ احزاب کی آیت اور حضرت ابواوفی کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صرف رحمت کے معنی میں ہے اور اس میں وہ تعظیم اور توقیر نہیں ہے جو انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ میں ہوتی ہے، آل، اصحاب، ازواج اور ذریت پر بالتبع صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۳۸۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مکروہ ہے یا محض ترک ادب ہے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب شخص کے لیے سلام کا لفظ بھی استعمال نہ کیا جائے مثلاً یوں نہ کہے ابوبکر علیہ السلام، یا علی علیہ السلام، سلام کا لفظ صرف زندہ مخاطب اور مردوں کے لیے ہے مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۱]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو علماء حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر بالاستقلال صلوٰۃ کے قائل ہیں یہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عن عبد الله بن ابی اوفی قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا اتاه قوم بصدقتهم قال اللهم صل علی آل فلان فاتاه ابی بصدقته فقال اللهم صل علی آل ابی اوفی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، میرے والد آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

• امام احمد کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ کہی جائے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے اللهم صل علی آل ابی بکر وغیرہ البتہ ان پر تبعاً صلوٰۃ پڑھی جائے، اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے آپ جس کو جو چاہیں وہ عطا کر دیں اور کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔[۲]

غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق

علامہ نووی نے علامہ جوینی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ غائب کے لیے علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام یا حضرت ابو بکر علیہ السلام نہیں کہا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں غائب کے لیے بھی علیہ السلام کی تصریح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما یا عائشة هذا جبرائیل یقرئك السلام فقلت وعلیه السلام ورحمة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

الله وبركاته. ترى مالا ارى [1]

کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[2]، امام ترمذی[3]، امام احمد[4] اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن اسامة بن زيد قال ارسلت بنت النبي صلى الله عليه وسلم اليه ان ابنا لي قبض فاتنا فارسل يقرئ السلام ـــ الحديث [6]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا صاحبزادہ فوت ہو گیا، آپ تشریف لائیں، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور سلام کہلوایا۔

اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن غالب قال انا لجلوس بباب الحسن اذ جاء ه رجل فقال حدثني ابي عن جدي قال بعثني ابي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ائته فاقرأ ه السلام قال فاتيته فقلت ان ابي يقرئك السلام فقال عليك وعلى ابيك السلام [7]

غالب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا مجھ سے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا جا کر حضور کو سلام پیش کرو، انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس کسی قاصد یا خط کے ذریعہ کسی کا سلام پہنچے تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب ہے، علامہ واحدی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، ج ۲ ص ۹۲۲۔۹۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱۔۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

نیز لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ سلام بھیجے اور قاصد یہ کہے کہ فلاں شخص تم کو سلام کہتا ہے تو اس پر علی الفور جواب دینا واجب ہے، اور لانے والے کو بھی سلام کہنا مستحب ہے اور اس کو یوں کہنا چاہیے وعلیک وعلیہ السلام۔ علامہ نووی نے اس تقریر پر صحیح بخاری کی اول الذکر اور امام ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں غائب کو علیہ السلام کہنے کی تصریح ہے، اور اموات کو سلام کہنے کی بھی تصریح ہے اور یہ علامہ جوینی کو بھی تسلیم ہے تو پھر ابوبکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام کہنے پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث کی تشریح میں بحث کی ہے اور بعض وجوہ سے وہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔

۱۵۷ بَابُ التَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّامِينِ

سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد اور آمین کا بیان

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو جائیگا اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُمَيٍّ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گی اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ۔

۸۲۰ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ شِهَابٍ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۲۱ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ آمِينَ وَالْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں، پس دونوں میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو (نمازی کے) پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۸۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَالْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو آسمان پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پس دونوں میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو (نمازی کے) پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۸۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اسی کی مثل حدیث مروی ہے۔

۸۲۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهُ آمِينَ فَوَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے پیچھے مقتدی آمین کہیں اگر آمین پڑھنے والوں کا قول فرشتوں کے موافق ہو جائے تو نمازی کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے، امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو، امام، منفرد اور مقتدی کے لیے جہراً آمین کہنا مستحب ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں، اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کوفیین اور امام مالک کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔[1]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ منفرد امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں، اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں۔ امام مالک اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے، اور امام شافعی اور محدثین کا قول یہ ہے کہ جہراً آمین کہے، احادیث میں دونوں امروں پر دلالت ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جہراً آمین کہتے تھے، تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

(علامہ ابی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے، اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ غور و فکر کر کے آمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے، کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے (یعنی ولا الضالین کے بعد) اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔[2]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں، امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں، امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہٰذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آواز بلند کی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی آبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۶۷-۱۶۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آمین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہو گی اور انھوں نے جو آمین کے دعا ہونے سے آہستہ آمین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد کی دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا، اور آمین قرأت کے تابع ہے، لہٰذا جب جہراً قرأت ہو گی تو آمین بھی جہراً کہی جائے گی۔[1]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جب امام ولا الضالین کہے تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی، امام مالک یہ کہتے ہیں کہ امام آمین نہ کہے کیونکہ (صحاح ستہ کی) حدیث میں ہے "جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف ولا الضالین کہے اور مقتدی صرف آمین، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے "کیونکہ امام آمین کہتا ہے" اور آمین آہستہ کہیں، (کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللھم، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اور آمین[2] (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۶ طبع ادارۃ القرآن کراچی)، نیز آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابو داؤد طیالسی اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی نے اپنی معجم میں، امام دار قطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو پھر فرمایا آمین اور آمین آہستہ کہی، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے، امام ترمذی کی روایت میں ہے آپ آواز کو کھینچتے یعنی آمین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اسی طرح امام نسائی نے عبد الجبار بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی، اور امام ابو داؤد، اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آمین کہتے تو صف اوّل میں آپ کی آواز سنائی دیتی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے شیخین کی شرط پر مستدرک میں

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۸۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی روایت کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی نے علقمہ بن وائل کے والد سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطاء کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطاء نکالنا خود خطاء ہے کیونکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علقمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دار قطنی نے کہا اس حدیث میں شعبہ کو وہم ہوا ہے، اصل روایت یہ ہے آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابوالاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام ابن القطان نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، وہ اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ کے عم زاد عبداللہ سے روایت کرتا ہے اور عبداللہ مجہول الحال ہے، اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبداللہ سے روایت نہیں کیا، اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دار قطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار (ص: ۱۶) میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم، سبحانک اللّٰھم، آمین اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس میں سبحانک اللّٰھم کی جگہ ربنا لک الحمد ہے اور امام طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابووائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی میں سے کوئی بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے اصحاب نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔[۱]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا دعا تشہد سے معارضہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک چیز کسی جگہ اصل کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ہر جگہ خلاف اصل پر محمول کیا جائے۔

آمین بالسر پر دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲۔۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اس لیے ان سے موافقت اسی وقت ہوگی جب آہستہ آمین کہی جائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال امین وخفض بھا صوتہ [2]

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: اربع یخافت بھن الامام، سبحانک اللھم وبحمدک والتعوذ من الشیطن وبسم اللہ الرحمن الرحیم، وامین قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ [3]۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللھم، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور امین، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

بَابُ ۱۵۸ ائْتِمَامِ الْمَامُوْمِ بِالْإِمَامِ

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

۸۲۵۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَّاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ کُرَیْبٍ جَمِیْعًا عَنْ سُفْیَانَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

سَقَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا اَجْمَعُوْنَ۔

۸۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

۸۲۷۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُرِعَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا وَزَادَ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا۔

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ وَفِيْهِ اِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا۔

۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ مِنْ فَرَسِهٖ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَلَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةُ يُوْنُسَ وَمَالِكٍ۔

نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو، اور جب امام سجدہ کرے تو سجدہ کرو، اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو سجدہ سے سر اٹھاؤ اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی کھال چھل گئی، پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار ہوئے آپ اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔

۸۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَجَلَسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، چند صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، صحابہ بیٹھ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

---

۸۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَرَآنَا قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْنَا فَقَعَدْنَا فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهِ قُعُودًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنْ كِدْتُمْ آنِفًا تَفْعَلُونَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّومِ يَقُومُونَ عَلَى مُلُوكِهِمْ وَهُمْ قُعُودٌ فَلَا تَفْعَلُوا ائْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز اس حال میں پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو آپ کی تکبیر سنا رہے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں کھڑے دیکھ کر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا ہم بیٹھ گئے اور ہم نے آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا تم فارسیوں اور رومیوں کا فعل کر رہے تھے، ان کے سردار بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، پس اس طرح نہ کیا کرو، اپنے اماموں کی اقتداء کرو، اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں

تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ خَلْفَهٗ فَاِذَا كَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ اَبُوْ بَكْرٍ لِيُسْمِعَنَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ اللَّيْثِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے تھے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو حضرت ابوبکر بھی ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُوْلُ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ ۱؎

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے اس کی مثل حدیث مروی ہے ؎

؎ اور ایک روایت میں آیا ہے ولا الضالین کے بعد آمین کہو اور اس سے پہلے مت کہو۔

قَوْلُهُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَلَا تَرْفَعُوْا قَبْلَهُ.

٨٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى وَهُوَ ابْنُ عَطَاءٍ سَمِعَ أَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا وَافَقَ قَوْلُ أَهْلِ الْأَرْضِ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام ڈھال ہے، جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب زمین والوں کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے گا تو ان کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

٨٣٩ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ أَنَّ أَبَا يُوْنُسَ مَوْلَى أَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا أَجْمَعِيْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو، جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں

حدیث نمبر ۸۲۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر کر زخمی ہو گئے، اور آپ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے کی متعدد حکمتیں ہیں، بعض ان میں سے یہ ہیں:

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات دیکھ کر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الوہیت (خدا ہونے) کا اعتقاد نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے سے پاک ہے۔

۲- اگر کوئی شخص کبھی سواری سے گر جائے تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سواری سے گرے تھے۔

۳- کوئی شخص سواری سے گر جائے تو وہ اس میں خفت محسوس نہ کرے، کیونکہ اس کی کیا حیثیت ہے محبوب رب العالمین بھی گھوڑی سے گرے تھے۔

۴۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالاقتداء حاصل کر رہا ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کھال چھل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔

۶۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔

۷۔ یہ معلوم ہوا کہ استاذ یا شیخ علیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔

۸۔ ایام علالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔

۹۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھانا جائز ہے۔

۱۰۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

امام کے لیے ربنا لک الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

اسی حدیث میں ہے جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلیل ہے کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے، اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ربنا لک الحمد کہنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے، یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ منفرد ربنا لک الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔[1]

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔" امام احمد بن حنبل

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، اس کے لیے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، امام مسلم نے اس کے بعد ایک صحیح حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے، حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے، اور باقی صحابہ حضرت ابوبکر سے تکبیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔ [1]

نیز جمہور فقہاء کی دلیل یہ آیت ہے:

وقوموا للہ قانتین۔ (بقرہ: ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کو فرض کر دیا ہے، اگر بالفرض یہ حدیث نہ ہوتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو، پھر بھی مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تب بھی اس باب کی حدیث کی وجہ سے قرآن مجید کی اس آیت کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ خبر واحد کی وجہ سے قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا، نیز نماز میں قیام فرض ہے، امام نے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس فرض کو ترک کر دیا ہے تو مقتدی کے لیے بغیر کسی عذر کے فرض کو ترک کرنا کب جائز ہو گا!

باب ۱۵۹ اِسْتِخْلَافِ الْاِمَامِ اِذَا عَرَضَ لَہٗ عُذْرٌ مِّنْ مَّرَضٍ وَّسَفَرٍ وَّغَيْرِهِمَا مَنْ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ وَاَنَّ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ جَالِسٍ لِعَجْزِهٖ عَنِ الْقِيَامِ لَزِمَهُ الْقِيَامُ اِذَا قَدَرَ عَلَيْهِ وَنَسْخِ الْقُعُوْدِ خَلْفَ الْقَاعِدِ فِيْ حَقِّ مَنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ!

مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا

۸۴۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا مُوسَى ابْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ بِهِ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ قَالَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ سے عرض کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض (وفات) کے متعلق نہیں بیان کریں گی، حضرت عائشہ نے فرمایا کیوں نہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھ دیا۔ آپ نے غسل فرمایا غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا اس کے بعد آپ اٹھنے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو پھر دریافت کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے آپ کا انتظار کر رہے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ قَالَتْ فَصَلّٰى بِهِمْ اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْبَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُّصَلِّيْ وَهُوَ قَآئِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَآئِشَةُ عَنْ مَّرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ حَدِيْثَهَا عَلَيْهِ فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

(رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک شخص کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس شخص نے حضرت ابوبکر کے پاس جا کر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر بہت رقیق القلب تھے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا اے عمر تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر نے کہا آپ امامت کے زیادہ حقدار ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر امامت کراتے رہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے ظہر پڑھنے کے لیے مسجد میں تشریف لائے، ان دو میں سے ایک حضرت عباس تھے اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو (مصلے سے) پیچھے ہٹنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ کیا اور دونوں سے فرمایا مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا، حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے لگے، اور لوگ حضرت ابوبکر کی تکبیرات سن کر نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے، عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت کی حدیث نہ سناؤں جو میں نے حضرت عائشہ سے سنی ہے، انھوں نے کہا سناؤ، میں نے وہ روایت سنائی، انھوں نے حدیث کی کسی چیز سے اختلاف نہیں کیا سوا اس بات کے کہ انھوں نے پوچھا

٨٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ وَاسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِهَا فَأَذِنَّ قَالَتْ فَخَرَجَ وَيَدٌ لَهُ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَيَدٌ عَلَى رَجُلٍ آخَرَ وَهُوَ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ وَهُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

٨٤٢ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ

کیا حضرت عائشہ نے حضرت عباس کے ساتھ والے دوسرے شخص کا نام بتایا تھا میں نے کہا نہیں! فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ابتداءً بیمار ہوگئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات سے حضرت عائشہ کے گھر ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی تمام ازواج نے آپ کو اجازت دے دی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک اور شخص کے سہارے چل کر اس حال میں گئے کہ آپ کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا جانتے ہو وہ کون تھا وہ "حضرت علی" تھے رضی اللہ عنہ۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کا درد شدید ہوگیا تو آپ نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی، تمام ازواج نے اجازت دے دی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے ایک اور شخص، عبید اللہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بیان کی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا، میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ حضرت علی

قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ۔

٨٤٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا وَإِلَّا أَنِّي كُنْتُ أَرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ مَقَامَهُ أَحَدٌ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ فَأَرَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ۔

٨٤٤۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَمَ النَّاسُ بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ۔

٨٤٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

تھے (رضی اللہ عنہ)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے امام نہ بنانے پر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کہ لوگ اس شخص سے محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو، بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے بدشگونی لیں گے اس لیے میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو امام بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، آپ حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا یہ بات میں نے صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ کہیں لوگ یہ بدشگونی نہ لیں کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑا ہوا وہ ابوبکر تھے، آپ فرماتی ہیں میں نے دو تین بار اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کرائیں تم یوسف علیہ السلام کے عہد کی عورتوں کی طرح ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور حضرت بلال

وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَتْ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ قَالَتْ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ مَكَانَكَ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي النَّاسُ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے آئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں" حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو امامت کے لیے فرمائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو جماعت کرائیں"، حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں حضرت حفصہ نے یہی کہا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض میں تخفیف محسوس کی آپ دو آدمیوں کے سہارے سے آئے، در آں حالیکہ آپ کے پیروں سے لکیریں پڑ رہی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب آپ مسجد میں آئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آکر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر جماعت کرا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے

٨٤٦ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ فَأُتِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أُجْلِسَ إِلٰى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُهُمُ التَّكْبِيرَ وَفِي حَدِيثِ عِيسٰى فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ۔

٨٤٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ وَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ۔

٨٤٨ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وفات میں (بعض روایات میں ہے کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لا کر (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھا دیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جماعت کرانے لگے اور حضرت ابوبکر بلند آواز سے تکبیر پڑھتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر جماعت کرائیں، حضرت ابوبکر نماز پڑھاتے رہے، عروہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہوا تو آپ باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابوبکر جماعت کرا رہے تھے، جب (حضرت) ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو وہیں کھڑے رہنے کے لیے فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر (حضرت) ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت کرائی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر کی تکبیروں کی آواز سن کر ارکان نماز ادا کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں (حضرت) ابوبکر جماعت کراتے تھے حتیٰ کہ پیر

سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ وَجَعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ كَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ فَنَظَرَ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا قَالَ فَبُهِتْنَا وَنَحْنُ فِي الصَّلٰوةِ مِنْ فَرَحٍ بِخُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ لِلصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْخَى السِّتْرَ قَالَ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ ۔

۸۴۹ ۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَحَدِيْثُ صَالِحٍ اَتَمُّ وَاَشْبَعُ ۔

۸۵۰ ۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا ۔

۸۵۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَهٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجْ اِلَيْنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

کے دن جب تمام صحابہ صف باندھے نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا پھر کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ کا رخ انور ورق قرآن کی طرح لگتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر ہنسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت سے نماز کی حالت میں ہم خوشی سے دیوانے ہو گئے، اور حضرت ابوبکر اس گمان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں پیچھے ہٹ کر صف میں ملنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز پوری کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں واپس چلے گئے اور پردہ گرا دیا، اور اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن اس وقت دیکھا جب آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائے، اور ان ایام میں (حضرت) ابوبکر جماعت کراتے رہے، اس کے بعد ایک

فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ لَنَا وَجْهُ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا قَطُّ كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ وَأَرْخَى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حجرے کے) پردہ کے پاس کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھا دیا، پھر جب ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دکھائی دیا اور ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ زیبا سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرا دیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہم آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

٨٥٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ قَالَ فَصَلَّى بِهِمْ أَبُو بَكْرٍ حَيَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، (حضرت) عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! (حضرت) ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ مصلے پر کھڑے ہوں گے تو جماعت نہ کرا سکیں گے، آپ نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے

حدیث نمبر ۸۴۰ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا مرض میں مبتلا ہونا جائز ہے تاہم ایسے امراض جن سے لوگ طبعاً نفرت کرتے ہیں، جیسے بدن میں کیڑے پڑ جانا یا جو شان نبوت کے خلاف ہوں، مثلاً جنون وغیرہ وہ انبیاء علیہم السلام کو لاحق نہیں ہوتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں درد سر اور بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور اس مرض کے دوران خالق

حقیقی سے جا ملے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیماروں کو شفایاب کیا مثلاً حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑی میں لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئے (مشکوٰۃ ص ۵۶۶)، حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لعاب دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئی (بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)، حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے لعاب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی (اصابہ ج ۳ ص ۲۲۵)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیماروں کو محض اپنے لعاب دہن سے شفا دے کر یہ بتا دیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود بیہوشی کے مرض میں مبتلا رہ کر یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
برزخ ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت ابوبکر کا امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود حضرت عمر کو امامت کرنے کے لیے کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر بہت زیادہ رقیق القلب تھے انھیں خدشہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کے سبب ان پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہوگا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو اور بے اختیار نکل جانے والی سسکیوں کو روک نہ سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو عذر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابوبکر کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نگاہِ رسالت میں اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو امام بنانے کا حکم دیتے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور کے بعد خلافت کے سبب سے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر ہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رقت قلبی کی بنا پر جب خود کو معذور پایا تو تمام صحابہ میں سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل جب اپنا حق مفضول کو پیش کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ حق افضل ہی کو لوٹا دے اور اس کو نہ قبول کرے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی پیش کش کے باوجود حضرت ابوبکر کو امام بنایا۔[لہ]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔[لہ]

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان

اس حدیث میں ہے جب

لہ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے ۔

حضرت ابوبکر ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے ، اور اسی دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اور خود پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مصلے پر بٹھا دیا اور اپنی امامت کو نماز کے درمیان سے چھوڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے ، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اس فعل سے نہیں روکا اور یہ نہیں فرمایا کہ عبادت کے دوران تم میری تعظیم کر رہے ہو ، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ :

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے ، کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو تو نہ اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے[1]۔"

غور فرمائیے اس عبارت کے پیش نظر نماز میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف تعظیم سے خیال لانا شرک قرار پایا تو عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کرنا کتنا بڑا شرک ہوگا ، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر کو اس شرک سے نہ روکا تو آپ پر کیا حکم لگے گا ۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن عبد اللہ صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فلم یزل قائما حتی هممت بامر سوء قلنا ما هممت قال هممت ان اقعد واذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی ، آپ بہت دیر تک کھڑے رہے ، حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا ، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا کہا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں ۔

نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے اس کو برا جانا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں اس لیے ان کا یہ قیام صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے تھا ، اور یہ تعظیم عین حالت نماز میں تھی ۔

حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:

۱؎ ۔ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ ، صراط مستقیم ص ۸۶ (فارسی) مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۲؎ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳ ۔ ۱۵۲ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۸۱ھ

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی ہے وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی ہے، اور مسلم شریف کی اس روایت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا ذکر ہے، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، اور پیر کے دن صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، رہا یہ کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن صبح کی نماز کی جماعت کے وقت حجرہ سے باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہو کر واپس چلے گئے تو یہ صبح کی پہلی رکعت کا واقعہ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخار اتر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک نوجوان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے، اور لوگ اس وقت حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے پہلو میں کھڑے ہوتے، حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آگے کر دیا اور یہ دوسری رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ادا کی، اس کے بعد آپ نے جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی، اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نماز میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور خود آپ نے اور تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی۔ [۱] اور یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے، اور علامہ عینی نے تحریر فرمایا ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ [۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاذ اللہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سنن دارقطنی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب تو صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے تھے کبھی اسامہ بن زید اور کبھی فضل بن عباس رضی اللہ عنہم تو چونکہ دوسری جانب کوئی معین شخص نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے "رجل آخر" دوسرا شخص فرمایا تاکہ اس لفظ کا عموم تینوں صحابہ کو شامل رہے۔ [۳]

حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت صلى رسول الله صلى الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

[۱]ـ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[۲]ـ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۳]ـ " " " ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۸۸، " " " "

علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا۔ [1]

جس مرض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال اٰخر صلٰوۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا خلف ابی بکر۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی دراں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس قال اٰخر صلٰوۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا بہ خلف ابی بکر۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابو بکر کی اقتداء میں تھی دراں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر جالسا فی ثوب متوشحا فی مرضہ الذی مات فیہ۔ [5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں ایک چادر پہن کر نماز پڑھی دراں حالیکہ آپ نے سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۰، " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۳، ۲۱۶، ۱۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۴ ص ۷۹، ۳۸، ۲۴، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد الرحمٰن السلمی من اصل کتابہ ثنا ابو العباس الاصم ثنا ابو امیۃ یعنی الطرسوسی ثنا شبابۃ ابن سوار ثنا شعبۃ ثنا نعیم بن ابی ھند قال سمعت ابا وائل یحدث عن مسروق عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ان ابا بکر رضی اللہ تعالی عنہ صلی بالناس فی وجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصف و ھکذا رواہ بدل بن المحبر عن شعبۃ (واخبرناہ) ابو عبد اللہ الحافظ انبأ عبد اللہ بن محمد الفاکھی ثنا ابن ابی مسرۃ ثنا بدل بن المحبر فذکرہ بمثل روایۃ الطرسوسی عن شبابۃ (رویناہ) عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلف ابی بکر رضی اللہ عنہ قال الشافعی رحمہ اللہ لو صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر مرۃ لم یمنع ذلک ان یکون صلی خلفہ ابو بکر اخری۔ قال الشیخ وقد ذھب موسی بن عقبۃ فی مغازیہ ان ابا بکر صلی من صلاۃ الصبح یوم الاثنین رکعۃ و ھو الیوم الذی توفی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ خفۃ فخرج فصلی مع ابی بکر رکعۃ فلما سلم ابو بکر قام فصلی الرکعۃ الاخری فیحتمل ان تکون ھذہ الصلاۃ مراد من روی انہ صلی خلف ابی بکر فی مرضہ فاما الصلاۃ التی صلاھا ابو بکر خلفہ فی مرضہ فھی صلوۃ الظھر یوم الاحد او یوم السبت کما رویناہ عن عائشۃ وابن عباس فی بیان الظھر فلا تکون بینھما منافاۃ ویصح الاحتجاج بالخبر الاول۔ ؎

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسری بار حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ پیر کے دن صبح کو حضرت ابوبکر نے ایک رکعت نماز پڑھائی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا، تو آپ نے آکر حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے دوسری رکعت پڑھی، جن لوگوں نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے حضور کے نماز پڑھنے کی روایت کی ہے، ہو سکتا ہے اس سے یہی مراد ہو، اور حضرت ابوبکر نے جو نماز ایام مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی، (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی جس کو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

؎ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

وفی هذه الروایة الصحیحة ، ان النبی صلی الله علیه وسلم تقدم فی تلك الصلاة ، وعلق ابوبکر رضی الله عنه صلاته بصلوته . وکذلك رواه الاسود بن یزید وابن اختها عروة بن الزبیر وکذلك رواه الارقم بن شرحبیل عن عبد الله بن عباس ، وقد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسین العلوی ، قال : اخبرنا ابو حامد بن الشرقی قال ، حدثنا ابراهیم بن عبد الله ، قال حدثنا شبابة بن سوار ، قال حدثنا شعبة ، عن نعیم بن ابی هند ، عن ابی وائل ، عن مسروق ، عن عائشة ، قالت ، صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه خلف ابی بکر قاعداً ، وکذلك روی عن الاسود عن عائشة فی احدی الروایتین عن الاعمش [1]

امام بخاری اور امام مسلم کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر مصلے پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی ۔ (الی قولہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی ۔

امام بیہقی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

اخبرنا ابو سعید محمد بن موسی بن الفضل ، قال ، حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی قال ، حدثنا ابن ابی مریم ، قال اخبرنا یحیی بن ایوب قال : حدثنا حمید الطویل عن ثابت البنانی حدثه عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بکر رضی الله عنه فی ثوب واحد برد مخالفاً بین طرفیه فلما اراد ان یقوم ، قال ، ادع لی اسامة بن زید ، فجاء فاسند ظهره الی نحره فکانت اخر صلاة صلاها ــــــــــــ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دو طرفوں میں (سینہ پر گرہ لگی ہوئی تھی ۔ جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی ، یہ آپ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی ۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی ، اور یہی آپ کی آخری نماز تھی جس میں آپ نے حضرت اسامہ کو بلایا تھا ۔

ــــــــ وفی هذا دلالة علی ان هذه الصلاة التی صلاها خلف ابی بکر کانت صلاة الصبح . فانها اخر صلاة صلاها ، وهی التی دعا اسامة بن زید حین فرغ منها فاوضاه فی مسیره

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خود صحابہ کو نماز پڑھائی (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) اور ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی جیسا

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ ، دلائل النبوت ج ۷ ، ص ۱۹۱ ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بماذکرہ اھل المغازی. قلت فالذی تدل علیہ ھذہ الروایات مع ما تقدم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلفہ فی تلک الایام التی کان یصلی بالناس مرۃ وصلی ابوبکر خلفہ مرۃ وعلی ھذا احدھما الشافعی (رحمہ اللہ) فی مغازی موسی بن عقبۃ وغیرہ بیان الصلوٰۃ التی صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضھا خلف ابی بکر، وھی صلاۃ الصبح من یوم الاثنین. وفیما روینا عن عبید اللہ عن عائشۃ وابن عباس بیان الصلوٰۃ التی صلاھا ابوبکر خلفہ بعد ما افتتحھا بالناس. وھی صلوٰۃ الظھر من یوم السبت، او الاحد، فلا ینتافیان.[1]

کہ امام شافعی اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی، (یہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت تھی، صحیح بخاری میں جو ذکر ہے کہ آپ نے پیر کے دن صبح کی نماز میں حجرہ سے نکل کر صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور واپس چلے گئے وہ پہلی رکعت کا واقعہ ہے۔) اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو مروی ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اور حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے اور حضور نے نماز پڑھائی، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، سو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلف ابی بکر رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط.[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کو امام طبرانی نے صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ

شیخ ابراہیم انبلی لکھتے ہیں:

فلما اشتد بہ المرض امر ابابکر ان یصلی بالناس وقد اختلف فی صلوٰتہ بھم فالشیعۃ تزعم انہ لم یصل بھم الا صلوٰۃ واحدۃ وھی الصلوٰۃ التی خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھا یتھادی بین علی والفضل فقام فی المحراب مقامہ وتاخر ابوبکر والصحیح عندی وھو الاکثر الاشھر انھا لم تکن اٰخر الصلوٰۃ فی حیوتہ

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا کہ وہ صحابہ کو نماز پڑھائیں، اور ان کے لیے حضرت ابوبکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں اس میں اختلاف ہے، شیعہ کا زعم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے صحابہ کو صرف ایک نماز پڑھائی تھی اور یہ وہی نماز ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور حضرت علی اور حضرت فضل کے درمیان ان کے کندھوں کے

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوت ج، ص ۱۹۳ - ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ ھ

صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعۃ و ان ابا بکر صلی بالناس بعد ذلک یومین ثم مات[1]

بَابُ تَقْدِيمِ الْجَمَاعَةِ مَنْ يُصَلِّي بِهِمْ إِذَا تَأَخَّرَ الْإِمَامُ وَلَمْ يَخَافُوا مَفْسَدَةً بِالتَّقْدِيمِ

۸۵۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُقِيمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ قَالَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سہارے سے چل کر گئے تھے، پھر آپ محراب میں حضرت ابوبکر کی جگہ کھڑے ہوئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے اور یہی جمہور کا مختار ہے اور مشہور ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی آخری جماعت کرانے کی نماز نہیں تھی، اس کے بعد حضرت ابوبکر نے دو دن صحابہ کو نمازیں پڑھائیں پھر آپ کی وفات ہوگئی۔

جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا جواز

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت آگیا تو مؤذن حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور کہنے لگا اگر آپ جماعت کرائیں تو میں تکبیر کہوں، انھوں نے کہا ہاں، حضرت سہل کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جماعت شروع کرا دی، اور اسی اثناء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور (پہلی) صف میں جا کر کھڑے ہو گئے حضرت ابوبکر چونکہ انتہائی انہماک اور استغراق سے نماز پڑھتے رہے۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کا پتا نہیں چلا، تو انھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیے، جب بکثرت ہاتھ مارنے کی آواز سنائی دی، تو (حضرت) ابوبکر متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اسی

---

[1] شیخ ابراہیم بن حاجی حسین انبلی، درۂ نجفیہ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ تہران (طبع قدیم)

ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔

طرح نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر حضرت ابوبکر مصلّے سے پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مصلے پر آکر (بقیہ نماز کی) جماعت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا "اے ابوبکر میرے حکم دینے کے بعد تم کو جماعت کرانے سے کس چیز نے روکا تھا، حضرت ابوبکر نے جواب دیا" ابن ابی قحافہ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ جماعت کرائے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم اس قدر کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مار رہے تھے، جب نماز میں کوئی امر حادث ہو تو سبحان اللہ کہا کرو۔ جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، البتہ عورتیں (امام کو ٹوکنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَفِي حَدِيثِهِمَا فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ ابوبکر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور الٹے پاؤں لوٹ کر صف میں مل گئے۔

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ ذَهَبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے تشریف لے گئے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ جب آپ آئے تو آپ صفوں کو چیر کر پہلی صف میں شامل

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَقَ الصُّفُوفَ حَتَّى قَامَ عِنْدَ الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ وَفِيهِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجَعَ الْقَهْقَرَى۔

۸۵۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حَدِيثِ عَبَّادِ بْنِ زِيَادٍ أَنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَتَبَرَّزَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْغَائِطِ وَ حَمَلْتُ مَعَهُ إِدَاوَةً قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَخَذْتُ أُهَرِيقُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ وَ غَسَلَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُخْرِجُ جُبَّتَهُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمَّا جُبَّتِهِ فَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْجُبَّةِ حَتَّى أَخْرَجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ تَوَضَّأَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَأَقْبَلْتُ مَعَهُ حَتَّى نَجِدَ النَّاسَ قَدْ قَدَّمُوا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَصَلَّى لَهُمْ فَأَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلَّى مَعَ النَّاسِ الرَّكْعَةَ الْآخِرَةَ فَلَمَّا سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتِمُّ صَلٰوتَهُ فَأَفْزَعَ ذٰلِكَ الْمُسْلِمِينَ فَأَكْثَرُوا التَّسْبِيحَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهُ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ أَحْسَنْتُمْ أَوْ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ يَغْبِطُهُمْ أَنْ صَلَّوُا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا۔

ہو گئے اور حضرت ابو بکر الٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے جہاد میں تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر نکلے، میں پانی کا ایک ڈول لے کر آپ کے ساتھ صبح کی نماز سے پہلے چلا، جب آپ لوٹے تو میں ڈول سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا، آپ نے تین بار دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر منہ دھویا، اس کے بعد آپ جبہ اپنے بازوؤں پر چڑھانے لگے تو آستینیں تنگ تھیں، اس لیے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبے کے اندر کیے اور اندر کی جانب سے باہر نکال لیے اور پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا اور موزوں پر مسح کیا اور پھر چل پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ چلا جب پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو امام بنا لیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی، آپ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگ پریشان ہو گئے اور انھوں نے کثرت سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا کیا یا فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بر وقت نماز پڑھنے پر ان کی تعریف فرمائی۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقرر ہو اور وقت پر نہ آئے تو کوئی شخص جماعت کرا دے۔

۸۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْحُلْوَانِيُّ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے

قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ نَحْوَ حَدِيثِ عَبَّادٍ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَأَرَدْتُ تَأْخِيرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ.

بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ ہے کہ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو پیچھے کرنا چاہا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو۔

باب مذکور کی احادیث کے مسائل

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کا مقرر شدہ امام اگر نماز کے وقت پر نہ آسکے تو کوئی اور شخص اس کی جگہ جماعت کرا سکتا ہے۔

۲۔ مؤذن رسول نے تمام صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر سے جماعت کرانے کے لیے عرض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن رسول اور تمام صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں اور وہی جماعت کرانے کے اہل ہیں۔

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی کچھ مقدار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور یہ حضرت ابوبکر کی اہم فضیلت ہے۔

۴۔ تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر بہ کثرت ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کی اور اس کا سبب صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقتدی نہ رہیں بلکہ امام بنیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تعظیم صحابہ کرام نے عین حالت نماز میں کی اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر یا آپ کا نام آئے تو آپ کا تصور تعظیم سے کرنا لازم ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو جماعت کراتے رہنے کا اشارہ کیا اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ادب کا مقام حکم پر مقدم ہے۔

۶۔ نماز میں حضرت ابوبکر کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے سبب تھا اس سے معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔

۷۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں اور یہ اس لیے تھا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتداء میں بھی نماز پڑھی ہے (اس موقع پر حضرت ابوبکر موجود نہ تھے)

۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے

ہاں صلح کرانے گئے

۱۰۔ امام کی غیر موجودگی میں اس شخص کو امام بنایا جائے جو باقی لوگوں میں سب سے افضل ہو۔

۱۱۔ مؤذن کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر کسی افضل شخص سے نماز پڑھانے کے لیے کہے اور وہ اس کی موافقت کرے۔

۱۲۔ ضرورت کی بناء پر نماز میں مڑ کر دیکھنا کیونکہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا۔

۱۳۔ جب کوئی نعمت ملے تو اللہ تعالٰی کے شکر ادا کرنے کا استحباب، کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر اللہ کی حمد کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو برقرار رکھا۔

۱۴۔ نعمت کے حصول پر نماز ہی میں اللہ تعالٰی کی حمد کرنے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا جواز۔

۱۵۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز، کیونکہ حضرت ابوبکر نماز میں پیچھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

۱۶۔ درمیان نماز میں کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوانے کا جواز۔

۱۷۔ جب متبوع اور مطاع اپنے تابع اور مطیع کو اس کے اعزاز و اکرام کے لیے کسی کام کا حکم دے تو اس کے لیے اس کا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو نہ کرنا جائز ہے، اور یہ اس کے حکم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا ادب اور تواضع ہے۔

۱۸۔ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود مصلّے سے پیچھے ہو گئے اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف آپ کے حکم پر عمل کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا۔

۱۹۔ اکابر کے سامنے ادب کرنا لازم ہے۔

۲۰۔ نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کی فضیلت۔

۲۱۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اگر عورتوں نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے تالی بجائی تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تالی بجانا لہو و لعب ہے۔

بَابُ (۱۶۱) تَسْبِيحِ الرَّجُلِ وَتَصْفِيقِ الْمَرْأَةِ إِذَا نَابَهُمَا شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ

امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر دستک دیں۔

قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی سعید بن المسیب و ابو سلمة بن عبد الرحمٰن انهما سمعا ابا هریرة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التسبیح للرجال والتصفیق للنساء زاد حرملة فی روایته قال ابن شهاب وقد رایت رجالا من اهل العلم یسبحون ویشیرون۔

۸۵۹۔ وحدثنا قتیبة بن سعید قال نا الفضل یعنی ابن عیاض ح وحدثنا ابو کریب قال نا ابو معاویة ح وحدثنا اسحٰق بن ابراهیم قال نا عیسی بن یونس کلهم عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثله۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت کی ہے۔

۸۶۰۔ وحدثنا محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال نا معمر عن همام عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثله وزاد فی الصلوٰة۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت بیان کی لیکن اس میں نماز کا بھی اضافہ ہے۔

باب ۱۶۲ الامر بتحسین الصلوٰة واتمامها والخشوع فیها

نماز کو خضوع خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم

۸۶۱۔ حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء الهمدانی قال نا ابو اسامة عن الولید یعنی ابن کثیر قال حدثنی سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیه عن ابی هریرة قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما ثم انصرف وقال یا فلان الا تحسن صلوٰتک الا ینظر المصلی اذا صلی کیف یصلی لنفسه انی والله لابصر من ورائی کما ابصر من بین یدی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جماعت کرانے کے بعد ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے شخص! تم نے نماز اچھی طرح کیوں نہیں ادا کی۔ کیا نمازی نماز پڑھتے وقت یہ غور نہیں کرتا کہ وہ کس طرح نماز پڑھ رہا ہے! وہ محض اپنے لیے نماز پڑھتا ہے! بخدا! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میں تم کو پس پشت بھی یقیناً ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

۸۶۲۔ حدثنا قتیبة بن سعید عن مالک ابن انس عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے

قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ لَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا سُجُوْدُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ۔

نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے نہ سجود اور بے شک میں تم کو اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

۸۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود اچھی طرح ادا کیا کرو، قسم اللہ کی بلا شک وشبہ میں تمہیں اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔ بعض دفعہ فرمایا میں تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

۸۶۴۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ یَعْنِی ابْنَ هِشَامٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ کِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتِمُّوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا مَا رَکَعْتُمْ وَاِذَا مَا سَجَدْتُّمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجدہ پورا پورا کیا کرو پس بخدا میں اپنی پشت کے پیچھے سے تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هل ترون قبلتی هٰهنا والله ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم وانی لاراکم من وراء ظهری۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں تم بخدا نہ مجھ پر تمہاری نماز کی ظاہری حالت پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ باطنی خضوع خشوع۔ بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

بخاری اور مسلم کی ان احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے سامنے اور پس پشت سب کچھ دیکھتے تھے اور نمازیوں کے احوال میں سے کوئی حال آپ کی نگاہ سے مخفی نہ تھا۔ ان کا رکوع اور سجود، ظاہر اور باطن شہادت اور غیب سب آپ کے سامنے عیاں اور بیان تھا یہ تو نماز کے دوران کی کیفیت تھی اور نماز کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی کیفیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتی ہیں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شئ کنت لم اریتہ الا اریتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔ [1]

اس مقام پر مجھے ہر وہ چیز دکھا دی گئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دکھا دی گئی۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کی یہ صفت دائمی تھی یا عارضی؟ راقم الحروف کا ذوق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی تھی، کیونکہ نماز کے اندر اور باہر تمام کائنات کو تمام جہات سے دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نعمت دے کر اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک بندہ ناشکری نہ کرے اور اگر شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے، ارشاد ہے:

لئن شکرتم لازیدنکم۔ (ابراھیم: ۷)

اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری نعمتوں میں زیادتی کرے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص شکر گزار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی اس صفت میں ترقی تو متوقع ہے کمی ممکن نہیں، اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی علی وجہ الترقی ثابت ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

وقل رب زدنی علما۔ (طٰہٰ: ۲۰)

آپ دعا مانگیں کہ اے اللہ میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

غور فرمائیے کہ حبیب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور کائنات کو ہر جہات سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور دائماً دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ تعالیٰ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے وہ آپ کو حقائق اشیاء ایک بار دکھا کر روک لے گا یا دائماً علی سبیل الترقی دکھاتا رہے گا!

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (بقرۃ: ۱۴۳)

اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے گواہ ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے تمام امتیوں اور ان کے احوال واعمال کو دیکھ کر گواہی دیں، گواہی اگرچہ سن کر بھی دی جاتی ہے لیکن گواہی میں اصل یہ ہے کہ دیکھ کر گواہی دی جائے اور کامل گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کو دیکھ کر گواہی دے۔ اللہ اللہ! وہ ایسے گواہ ہیں کہ روز محشر اپنی امت کی گواہی دیں گے آخرت میں انبیاء سابقین کی گواہی دیں گے میدان

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حشر میں جب کفار انبیاء علیہم السلام کی ہر حجت اور ہر دلیل کو رد کر دیں گے تو انبیاء کا واحد سہارا حضور کی شہادت ہوگی وہ کیسا عجیب وقت ہوگا جب کفار نبیوں کو جھٹلا چکے ہوں گے اور نبیوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی ہوں گی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے کر ان کی صداقت پر مہر لگا دیں گے، انبیاء علیہم السلام سرخرو ہوں گے اور کفار جھوٹے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے!

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔

(نساء: ۴۱)

وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کی شہادت پیش کریں گے۔

اللہ اللہ! وہ کس کس کے گواہ ہیں دنیا میں لوگوں نے خدا کو جھٹلایا تو خدا کی ذات پر گواہی دی آخرت میں کفار نے ـــــ انبیاء کو جھٹلایا تو انبیاء کی رسالت پر گواہی دی اور جب آخرت میں امت کو گواہی کی ضرورت پڑی تو ان کی صداقت پر گواہی دی۔

کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ شہادت سن کر بھی ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے آپ نے امت کے حق میں سن کر گواہی دی ہوگی، امت کی ذات وصفات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے بڑھ کر تو نہیں ہیں جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی گواہی سن کر نہیں دیکھ کر دی ہے تو امت کے اعمال و احوال کس شمار قطار میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ نہ سکتے!

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

یعنی باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا و درجات شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔[1]

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں، کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے، پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کی بحث میں یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر چیز کو ہمہ جہت سے دیکھنے کی صفت دائمی تھی، وہ جب حیات ظاہری سے اس کائنات میں جلوہ افروز تھے اس وقت بھی سب کو دیکھ رہے تھے اور جب کہ قبر انور

[1] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۴۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

ہیں ہیں اب ہم سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

ایک اور وجہ سے غور فرمائیں کہ کسی شخص کو کوئی نعمت دائماً نہ دینے کی چار وجہیں ہوتی ہیں اول یہ کہ دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہو، اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دینے والے میں تو کمی نہیں آتی لیکن لینے والا اس نعمت کا اہل نہیں ہوتا نعمت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے نعمت واپس لے لی جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کر دیتا ہے اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے نعمت لے کر اپنے محبوب کو دے دیتا ہے۔

اب سوچیے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ عظیم نعمت دینے سے اس کے ہاں کوئی کمی نہیں کمی ہوتی تو ابتداءً دیتا ہی نہیں، اس لیے پہلا سبب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور اہل اور نعمت رکھنے کی صلاحیت والا بھی نہیں اس وجہ سے دوسرا سبب بھی نہیں پایا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کرنے والے ہیں بلکہ ان کا تو یہ مقام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی ثناء کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قل ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ (احقاف: ۹)

آپ فرما دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا کیونکر ممکن ہے جبکہ اس نے دنیا اور آخرت میں خود آپ کو راضی کرنے کے اعلان فرمائے ہیں:

فسبح واطراف النھار لعلک ترضیٰ۔ (طٰہٰ: ۱۳۰)

آپ صبح شام تسبیح کریں تاکہ آپ اللہ سے راضی ہو جائیں۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ (ضحیٰ: ۵)

(روزِ محشر کو) عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔

اس لیے نعمت دے کر واپس لینے کا تیسرا سبب بھی نہیں ہو سکتا رہ گیا نعمت واپس لینے کا چوتھا سبب تو وہ یہ ہے کہ نعمت لینے والا اللہ کا محبوب نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا کوئی محبوب نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کوئی نعمت اور کمال عطا کرے اور پھر واپس لے لے۔

مجازی محبت میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، محبت ٹوٹ جائے تب بھی وسیع النظرت محب، محبوب سے چیز واپس نہیں لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حقیقی محبوب ہیں جہاں محبت میں ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کوئی نعمت دے اور پھر واپس لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر اور نماز کے باہر ہمہ جہات دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی اور یہ نعمت دے کر واپس نہیں لی بلکہ دائماً عطا فرمائی ہے، کیونکہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے ہیں اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی کرتا ہے، دوسرے اس لیے کہ اللہ کا مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور زیادتی اس نعمت کے دوام سے حاصل ہوگی تیسرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کے احوال و اعمال پر گواہ بنایا اور جنہوں نے خدا کی ذات وصفات کی گواہی بھی دیکھ کر دی ہے، وہ امت کے احوال و اعمال کی گواہی بغیر دیکھنے کے کیسے دیں گے اور یہ جب ہی ہوگا جب یہ نعمت دائمی ہو چوتھی وجہ یہ ہے کہ قانون محبت میں یہ ہے کہ محبوب کو کوئی نعمت دے کر اس سے واپس نہیں لیتے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ نعمت دائماً دی ہے اور علی الترقی دی ہے۔

ندانم کدامی سخن گو بہمت
کہ والا تری زانچہ من گو بہمت

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے معروض ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ انی لاراکم من وراء ظہری (بخاری) یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں خبر فعل مضارع ہے جو کہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دوام کو قسم ان اور لام خبر تین تاکیدوں سے مؤکد فرمایا آخر کوئی وجہ تو تھی جو اس دوام کو سرکار نے اس قدر مؤکد فرمایا، نیز دوام تجددی انقطاع آنی کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے جن احادیث میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کو نہیں دیکھا وہ اس دوام کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق اور منہمک ہوتے اور جب وہ اس کے جلووں میں کھوئے رہتے ہیں تو مخلوق کو بظاہر دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے اور ایسے ہی عالم میں بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی، اس لیے آپ کے دائمی علم اور دائمی رویت پر کوئی اشکال نہیں ہوتا، واضح رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت دوام سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو جب سے علم اور رویت دی جب سے دوام ہے اور یہ دوام بھی تجددی ہے جس میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے انقطاع آتا رہتا ہے اس لیے اس دوام کو اللہ تعالیٰ کے دوام ثبات سے کوئی نسبت نہیں جہاں ایک لحظہ کے لیے بھی انقطاع متصور نہیں ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے: قلب سدید فیہ عینان تبصران و اذنان تسمعان۔ ترجمہ: "قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں، اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں" (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے ورا الورا حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بطور خرق عادات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ماوراء عالم محسوسات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے، دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا، جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے، البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے جس کا کوئی منکر نہیں ہے اور وہ علم کے منافی نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ [1]

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (الحدیث) اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں [2]۔ اس حدیث میں درایت کی نفی ہے، علم اور بصر کی نفی نہیں ہے، اور درایت کا معنی ہے اپنی عقل سے از خود جاننا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امور غیبیہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں از خود نہیں جانتے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس روایت کو بے اصل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صواب آنست کہ چنانچہ قلب شریف آن حضرت را صلے اللہ علیہ وسلم احاطہ ووسعتی در درک وعلم معقولات داوند حواس لطیف او را نیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدند وجہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند واللہ اعلم واین جا اشکال می آرند کہ در بعضی روایات آمدہ است کہ گفت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام نمیدانم انچہ در پس این دیوار است، جوابش آنست کہ این سخن اصلی ندارد وروایت بدان صحیح نشدہ است واگر باشد گفتیم کہ آن انکشاف مخصوص بحال نماز است واگر عام ست موقوف باعلام الٰہی وخلق اوست علم را چنانچہ در رسالۂ مغیبات

صحیح یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ادراک میں وسعت ہے اور وہ تمام معقولات کو محیط ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ بھی تمام محسوسات کو محیط ہیں، اور شش جہات آپ کے سامنے ایک جہت کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم، اس جگہ یہ اشکال ہے کہ بعض روایات میں ہے: "میں بندہ ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ آپ کا پس پشت

---

[1] علامہ سید احمد کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

[2] شیخ خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۱، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور

است و دلالت می کند بران حدیثی کہ واقع شدہ است کہ یک بار ی ناقہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضی منافقان گفتند کہ محمد خبر از آسمان میدہد و در نمی یابد کہ ناقہ او کجا است چون این سخن منافقان بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت من نمیدانم و در نمی یابم مگر انچہ بدانا ند و دریا باند مرا پروردگار من و متصل ہمین گفت کہ بتحقیق راہ نمود مرا پروردگار تعالیٰ بران ناقہ کہ وی در موضع است چنین و چنین بند شدہ است مہار وی در درختی پس رفتند آنجا و یافتند و چنانکہ خبر دادہ بود پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمی یابد مگر انچہ دریا باند ویرا پروردگار تبارک تعالیٰ خواہ در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال [1]

دیکھنا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر آپ کا دیکھنا ہر حال میں سامنے اور پس پشت یکساں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے پر موقوف ہے اور تمام امور غیبیہ کا علم آپ کو اسی طرح ہے، بعض منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور آپ کو یہ خبر نہیں کہ آپ کی اونٹنی کہاں ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار فلاں درخت سے اٹکی ہے، پھر لوگ گئے اور آپ کی خبر کے مطابق وہاں اونٹنی مل گئی، پس حالت نماز ہو یا غیر نماز اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

بَابُ ۱۶۳ تَحْرِيمِ سَبَقِ الْإِمَامِ بِرُكُوعٍ وَّ سُجُودٍ وَّنَحْوِهِمَا

امام سے پہلے رکوع وسجود وغیرہ کرنے کی ممانعت

۸۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ أَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ أَمَامِي وَمِنْ خَلْفِي ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا قَالُوا وَمَا رَأَيْتَ يَا رَسُولَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز کے اختتام میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو، بلا ریب وشک میں تمہیں سامنے اور پس پشت سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، صحابہ کرام نے عرض کیا

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اللّٰہِ قَالَ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ۔

یارسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

۸۶۵- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ ابْنِ فُضَیْلٍ جَمِیْعًا عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

۸۶۶- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ ھِشَامٍ وَاَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ کُلُّھُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ نَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰہُ رَاْسَہٗ رَاْسَ الْحِمَارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ یہ خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۷- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ یُوْنُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَاْمَنُ الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ فِیْ صَلٰوتِہٖ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰہُ صُوْرَتَہٗ فِیْ صُوْرَۃِ حِمَارٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِیُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الرَّبِیْعِ بْنِ مُسْلِمٍ جَمِیْعًا عَنِ الرَّبِیْعِ ابْنِ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَۃُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَۃَ کُلُّھُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھٰذَا غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ رَبِیْعِ بْنِ مُسْلِمٍ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَجْہَ حِمَارٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو یہ خوف نہیں ہے اللہ اس کے منہ کو گدھے کے منہ (کی طرح) بنا دے۔

گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے

عذاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیونکر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورت آخرت میں ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہو جائے گی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدھ شخص کی صورت مسخ ہوگئی تو وہ عموم کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ ۱۶۴

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت

۸۶۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوكُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ أَوْلَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔

۸۷۰ ـ حَدَّثَنِي أَبُوالطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے، اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انھوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔ (ذاریات: ۲۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالسُّكُونِ فِي الصَّلٰوةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَرَفْعِهَا عِنْدَ السَّلَامِ وَإِتْمَامِ الصُّفُوفِ الْأُوَلِ وَالتَّرَاصِّ فِيهَا وَالْأَمْرِ بِالْاِجْتِمَاعِ ۱۶۵

سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم

٨٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَرَاٰنَا حِلَقًا فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّونَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو، پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے فرمایا کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو، تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ پہلے پہلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

٨٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

---

٨٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْقِبْطِيَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ تُومُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو سلام پھیرنے کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح اشارہ کیوں کرتے ہو؟ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

---

٨٧٤ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ فُرَاتٍ يَعْنِي الْقَزَّازَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں کے اشارہ سے "السلام علیکم"، "السلام علیکم"

إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُومِئْ بِيَدِهِ.

کہتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو! جب تم میں سے کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

رفع یدین کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور اس کے بعد رفع یدین کا حکم ابتدائی امر تھا بعد میں اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا، جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ صحابہ سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے جو نماز سے خارج کا ہے اور یہ الگ واقعہ ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اثناء نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ نماز سکون سے پڑھو اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا واقعہ دوسرا ہے جو نماز سے خارج ہے جو کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے، ان دونوں حدیثوں کو خلط کرنا درست نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق (باب: ۱۴۸) "رفع یدین" میں گذر چکی ہے۔

بَابُ ۱۶۶ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ وَإِقَامَتِهَا وَفَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ مِنْهَا وَالِازْدِحَامِ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْمُسَابَقَةِ عَلَيْهَا وَتَقْدِيمِ أُولِي الْفَضْلِ وَتَقْرِيبِهِمْ مِنَ الْإِمَامِ

نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی فضیلت کا بیان

۸۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا.

حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر کھڑے ہو آگے پیچھے کھڑے مت ہو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے، میرے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں اور پھر جو ان کے قریب، حضرت ابو مسعود کہتے تھے کہ آج تو تم لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔

٨٧٦ - وحدثناه إسحٰق قال انا جرير ح و حدثنا ابن خشرم قال انا يعني ابن يونس ح و حدثنا ابن أبي عمر قال نا ابن عيينة بهذا الإسناد نحوه۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

٨٧٧ - وحدثنا يحيى بن حبيب الحارثي و صالح بن حاتم بن وردان قالا نا يزيد بن زريع قال حدثني خالد الحذاء عن أبي معشر عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليليني منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثلاثا وإياكم وهيشات الأسواق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں (اس طرح تین بار فرمایا) نیز آپ نے فرمایا بازار کی لغو باتوں سے بچو۔

٨٧٨ - حدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة يحدث عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سووا صفوفكم فإن تسوية الصف من تمام الصلوٰة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو درست رکھا کرو کیونکہ نماز کی صفوں کو درست کرنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔

٨٧٩ - حدثنا شيبان بن فروخ قال نا عبد الوارث عن عبد العزيز وهو ابن صهيب عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أتموا الصفوف فإني أراكم خلف ظهري۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو مکمل کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

٨٨٠ - حدثنا محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال نا معمر عن همام بن منبه قال ما حدثنا أبو هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر أحاديث منها وقال أقيموا الصف في الصلوٰة فإن إقامة الصف من حسن الصلوٰة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی صفوں کو درست رکھو کیونکہ صفوں کی درستی نماز کے حسن میں سے ہے۔

٨٨١ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا غندر عن شعبة ح وحدثنا محمد بن مثنى و ابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن عمرو بن مرة قال سمعت سالم بن أبي الجعد الغطفاني قال سمعت النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

٨٨٢ - حدثنا يحيى بن يحيى قال انا أبو خيثمة عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشير

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔

کہ اس طرح درست کرتے تھے جس طرح تیروں کو برابر کر کے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم نے (صف درست کرنا) سمجھ لیا ہے پھر ایک دن آپ نماز پڑھانے تشریف لائے اور تکبیر کہنا چاہتے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا اس وقت آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَاَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اَبُو عَوَانَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۸۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور صف اول میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور ان کو قرعہ اندازی کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو سخت دوپہر میں نماز کے لیے جانے کے ثواب کا پتا چل جائے تو وہ ضرور جائیں گے اور اگر انھیں پتا چل جائے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں جانے کا کتنا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے ضرور جائیں خواہ ان کو گھسٹ کر جانا پڑے۔

۸۸۵۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِي اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوا وَاْتَمُّوا بِي وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُونَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا آپ نے فرمایا آگے بڑھو اور میری پیروی کرو اور میرے بعد والے تمہاری پیروی کریں گے اور ایک جماعت پیچھے ہٹتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو (اپنے فضل سے) مؤخر کر دے گا۔

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا فِي مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مسجد کے آخر میں دیکھا اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے)

۸۸۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَا نَا عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو قَطَنٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ أَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَكَانَتْ قُرْعَةٌ وَقَالَ ابْنُ حَرْبٍ الصَّفِّ الْأَوَّلِ مَا كَانَتْ إِلَّا قُرْعَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کتنا اجر ملتا ہے تو تم اس کے لیے قرعہ اندازی کیا کرو۔

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔

۸۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث منقول ہے۔

اصحاب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ افضل شخص کو صف اول میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہیے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام کا بیان ہے، نیز کبھی امام کو کسی شخص کے خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانے کا موقع ہو گا، نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہو گا وہ غور سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہو پر متنبہ کر سکے گا، اور یہ امر صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحب فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا چاہیے، اور قضا، ذکر، مشاورت، جہاد، امامت صلوٰۃ، تدریس، افتاء اور سماع حدیث کی تمام مجالس میں صاحب فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہیے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، عمر اور کفو کے مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہیے، اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے۔[1]

عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۸۸۴ میں ہے اگر لوگوں کو پتا چل جائے کہ عتمہ (عشاء) اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو ان کو اگر گھسٹ گھسٹ کر بھی نماز پڑھنے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کے لیے آنا پڑے تو وہ آئیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عشاء اور صبح کی نمازوں پر بہت زیادہ برانگیختہ کیا ہے، اور ان کے عظیم اجر و ثواب کا بیان کیا ہے، کیونکہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے نیند اور آرام کو چھوڑنے کے لیے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں نمازیں منافقین پر دشوار تھیں۔

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمہ فرمایا ہے، حالانکہ حدیث میں عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی ممانعت ہے، کیونکہ عتمہ کا معنی اندھیرا ہے اور نماز نور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عشاء کو عتمہ فرمانا بیان جواز کے لیے ہے اور یہ کہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، دوسرا جواب یہ ہے کہ دیہاتی مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہتے تھے، اگر آپ یہاں عشاء کا لفظ فرماتے تو وہ اس کو مغرب پر محمول کر لیتے، اس لیے آپ نے عتمہ کا لفظ فرمایا۔ [۱]

بَابُ ۱۶۷ أَمْرِ النِّسَآءِ الْمُصَلِّيَاتِ وَرَآءَ الرِّجَالِ أَنْ لَّا يَرْفَعْنَ رُءُوْسَهُنَّ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں

۸۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِيْ أُزُرِهِمْ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ مِثْلَ الصِّبْيَانِ مِنْ ضِيْقِ الْأُزُرِ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَائِلٌ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد تنگی کی وجہ سے بچوں کی طرح تہبند گلے میں باندھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس موقع پر کسی شخص نے کہا کہ "اے عورتو! تم نماز میں (سجدہ کے وقت) مردوں سے پہلے اپنا سر نہ اٹھایا کرو۔"

ف: اس حدیث میں شرمگاہ کے ستر کا حکم ہے، عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں سجدہ سے اٹھتے وقت مرد کی شرمگاہ کھل جائے اور اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

بَابُ ۱۶۸ خُرُوْجِ النِّسَآءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ إِذَا لَمْ يَتَرَتَّبْ عَلَيْهِ فِتْنَةٌ وَأَنَّهَا لَا تَخْرُجُ مُطَيَّبَةً

جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بہ شرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۸۹۱ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

---

۸۹۲ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَّكُمْ إِلَيْهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ -

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع کریں گے، راوی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن عمر بلال پر اس قدر شدید ناراض ہوئے کہ اتنا کسی اور پر ناراض نہیں ہوئے تھے، اور فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں، اور تم کہتے ہو کہ میں ضرور منع کروں گا۔

۸۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَابْنُ إِدْرِيسَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو۔

---

۸۹۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاءُكُمْ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دو۔

۸۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ لَا نَدَعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا قَالَ فَزَجَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَقَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے نہ روکو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ بُرے کاموں کے لیے بہانہ بنالیں گی۔ راوی

أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ لَا نَدَعُهُنَّ۔

۸۹۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۸۹۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ وَاقِدٌ إِذًا يَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِهِ وَقَالَ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ لَا۔

۸۹۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ قَالَ نَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ نَا كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُظُوظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِذَا اسْتَأْذَنَّكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ أَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ۔

۸۹۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةَ كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تَطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ۔

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ

کہتا ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم اجازت نہیں دیں گے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے کی اجازت دو، ان کے بیٹے واقد نے کہا پھر یہ عورتیں اس اجازت کو برائی کا بہانہ بنالیں گی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجد میں جانے کے ثواب سے نہ روکو جب وہ تم سے اجازت لیں، ان کے بیٹے بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو ضرور روکیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور روکیں گے۔

زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (عورتوں) میں سے کوئی عشاء کی نماز پڑھنے جائے تو خوشبو لگا کر نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا.

سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

---

۹۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَحْيَى أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

---

۹۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ أَنِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُنِعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ نَعَمْ.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس (بناؤ سنگھار) کو دیکھ لیتے جو عورتیں اب کرتی ہیں تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے عمرہ سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں!۔

۹۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ دیگر اسانید سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کو منع فرمایا ہے یہ نہی تنزیہی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جوان عورتیں مطلقاً نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہ جائیں اور بوڑھی عورتیں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جا سکتی ہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے (مسلم) نیز مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کر ہم پر سبقت کر گئے، ہم یہ ثواب

کس طرح پائیں، آپ نے فرمایا "تم میں سے جو عورت گھر پر بیٹھے گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پالے گی"۔ (بحوالہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۶) نیز احادیث مسلم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ اور موجودہ دور میں عورتوں کی نمود و نمائش بناؤ سنگھار نیم عریاں لباس اور بازاروں میں بے راہ لوگوں کی کثرت خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھا جائے اور شمع خانہ کو چراغ محفل بننے سے روکا جائے۔

عورت اپنے خاوند کی اجازت سے والدین کی زیارت، اقارب کی عیادت اور تعزیت کے لیے پردہ کے اہتمام کے ساتھ گھر سے باہر جا سکتی ہے یا پھر حج کے لیے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ جا سکتی ہے اس کے علاوہ عورت کو قرن فی بیوتکن (احزاب: ۳۳) "اپنے گھروں میں رہو" کے حکم کے مطابق گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیے اور نماز گھر میں پڑھنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۹۰۲ میں ہے: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں عورتوں کے میک اپ میں طرح طرح کی بدعات اور منکرات کو دیکھ لیتیں تو اس سے بھی زیادہ شدت سے عورتوں کے مساجد میں جانے کا انکار کرتیں۔ خصوصاً شہر کی خواتین کا میک اپ، کیونکہ اس کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ (اور آج کل بیوٹی پارلر میں جس طرح عورتیں میک اپ کراتی ہیں اگر علامہ عینی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتے۔) بعض خرابیاں حسب ذیل ہیں:

ا۔ عورتوں کا تنگ، چست اور نیم عریاں لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا۔
ب۔ عورتوں کا بے نقاب ہو کر مردوں کی بھیڑ میں خوشبو لگا کر بازاروں میں شاپنگ کے لیے ناز و انداز سے چلنا۔
ج۔ عورتوں کا بے پردہ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر جانا۔
د۔ ساحل سمندر پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے جانا۔
ہ۔ بیویوں کا خاوندوں پر حکم چلانا اور ان کو اپنا تابع بنا کر رکھنا۔
و۔ مردوں کی بھیڑ میں عورتوں کا بلند آواز سے چیزیں فروخت کرنا۔ (ہمارے زمانہ میں عورتوں کا سیل گرل ہونا، دفاتر، بینکوں، ہوٹلوں، ہسپتالوں اور ہوائی جہاز کی مردوسز میں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہ کر کام کرنا۔)
ز۔ عورتوں کا بطور سوسائٹی گرل مخرب اخلاق کاموں میں مشغول رہنا۔
ح۔ ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔

ط۔ بعض عورتوں کا جسم فروشی کے لیے بس سٹاپس، پارکوں، تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں لگاوٹوں کو ناز و انداز کی مختلف ترغیبات اور تحریصات سے اپنی طرف مائل کرنا اور گناہ کی دعوت دینا۔

ی۔ کلبوں، حماموں اور سوئمنگ پول میں عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ تیرنا اور ان کے جسم کو مساج کرنا۔

ک۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا۔

ل۔ عورتوں کا اجرت پر گانا سنانا، آرٹ کے نام پر ٹی وی ڈراموں اور ریڈیو پروگراموں میں اجنبی مردوں کے ساتھ کام کرنا۔

م۔ موڈل گرل بننا اور فلم سٹوڈیوز میں اداکاری کے جوہر دکھانا جس میں اجنبی مردوں کے ساتھ ناچ، گانا، ہم آغوشی ہونا اور دیگر فحش کام شامل ہیں، پھر اسٹیج اور اسکرین پر اپنے حسن و جمال اور جسم کے نیم عریاں نشیب و فراز کو نئے نئے زاویوں سے دکھانا۔

ن۔ اجنبی مردوں کے ساتھ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال کھیلنا اور دوڑ میں حصہ لینا۔

س۔ عورتوں کا لیڈر بننا، اجنبی مردوں سے ہاتھ ملانا اور مردوں کے اجتماع میں جوش و خروش سے تقریریں کرنا۔

ع۔ عورتوں کا اپنے مطالبات کے جلوس نکالنا اور مظاہرے کرنا۔

ف۔ دوپٹہ کو بہ طور سکارف گلے میں ڈالنا اور سینہ کھلا چھوڑ کر بازاروں اور تفریح گاہوں میں گھومنا۔

ص۔ عورتوں کا فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا۔

ش۔ مخلوط تعلیم کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عام ہونا، اور مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو پڑھانا، اسی طرح جنس مخالف کو سیکرٹری رکھنا۔

یہ اور اس جیسی بہت سی غیر شرعی باتیں ہیں جن کو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے اور فحش امور کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ ایک شریف اور باحیاء خاتون کا پردہ کی حدود میں گھر سے نکلنا بھی ابتلاء معصیت کے خطرہ سے خالی نہیں رہا، ایک طرف مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں فسق و فجور میں مبتلاء ہونے اور عزت اور عصمت کے لٹ جانے کا شدید خطرہ ہے اور ایسی شکل میں جب کم فائدہ زیادہ نقصان اٹھانے کے خطرہ پر موقوف ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ اس کم فائدہ کو ترک کر دیا جائے اور زیادہ نقصان اٹھانے کا خطرہ نہ مول لیا جائے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے ان نئے کاموں کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے جان لیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو معلوم تھا کہ دین اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور جس چیز میں فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو ترک کر دیا جائے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کو منہدم

کر کے اس کی بناء ابراہیم پر دوبارہ تعمیر نہیں کی، (بخاری ج ا ص ۲۴) نیز حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، (شمائل ترمذی ص ۲۹۶)۔ نیز صحیح مسلم میں ہے جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے، اور سنن ابوداؤد میں ہے عورتیں بدبودار حالت میں مسجد جائیں، ان احادیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جب عورتیں خوشبو لگانے اور فاخرہ لباس پہننے کی عادی ہوں تو پھر ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے [1]

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے عورتوں کے ستر و حجاب، گھر سے باہر نکلنے اور مساجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق زیادہ تفصیل سے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے اور مذاہب ائمہ بیان کیے ہیں۔

بَابُ ۱۶۹ التَّوَسُّطِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ الْجَهْرِيَّةِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ إِذَا خَافَ مِنَ الْجَهْرِ مَفْسَدَةً

جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا

۹۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا صَلّٰى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ فَإِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ قِرَاءَتَكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ أَسْمِعْهُمُ الْقُرْاٰنَ وَلَا تَجْهَرْ ذٰلِكَ الْجَهْرَ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا يَقُوْلُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمُخَافَتَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت مبارکہ ولا تجھر بصلوتك ولا تخافت بھا کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر بلند آواز سے قرآن پڑھ کر صحابہ کو جماعت کراتے، مشرکین جب قرآن سنتے تو قرآن مجید کو، قرآن مجید نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو برا کہتے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید نہ پڑھیں کہ مشرکین سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں بلندی اور پستی کے درمیان قرآن شریف پڑھیں۔

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آیہ کریمہ ولا تجھر بصلوتك ولا تخافت بھا دعا کے بیان میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸، موضحاً و مفصلاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِهَا قَالَ أُنْزِلَ بِهٰذَا فِي الدُّعَاءِ.

۹۰۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

بَابُ الْاِسْتِمَاعِ لِلْقُرْاٰنِ

قرآن مجید سننے کا حکم

۹۰۷- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مُوسٰى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ كَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ فَكَانَ ذٰلِكَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ أَخْذَهُ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهُ فَتَقْرَأُهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ قَالَ أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ لَهُ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ فَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَطْرَقَ فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا وَعَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ لا تحرک بہ لسانک کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (یاد کرنے کی خاطر) اپنی زبان مبارک اور ہونٹوں کو جلدی جلدی ہلاتے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ "آپ یاد کرنے کی خاطر زبان کو جلدی نہ ہلائیے، قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے اور فاذا قراناہ فاتبع قرانہ۔ کی تفسیر میں فرمایا جب ہم آپ پر قرآن نازل کریں تو آپ غور سے سنیں اور ان علینا بیانہ کی تفسیر میں فرمایا ہم آپ کی زبان سے قرآن بیان کرائیں گے، اس کے بعد جب جبرائیل آتے تو آپ گردن جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق پڑھنا شروع کر دیتے۔

۹۰۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُوسٰى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ

حضرت ابن عباس لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے، یہ کہہ کر حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا میں تم کو ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا اُحَرِّكُهُمَا كَمَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ قَالَ جَمْعُهٗ فِيْ صَدْرِكَ ثُمَّ تَقْرَاُهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ فَاسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ تَقْرَاَهٗ قَالَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَاِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَاَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اَقْرَاَهٗ۔

ہونٹ ہلاتے تھے پھر سعید نے کہا میں تم کو ہونٹ ہلا کر دکھلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے ہونٹ ہلائے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ۔

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن مجید کو آپ کے سینہ میں جمع کریں گے اور آپ سے پڑھوائیں گے اور فاذا قراناہ فاتبع قرانہ۔ اس کی تفسیر میں فرمایا آپ خاموشی سے قرآن مجید سنیں پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ سے قرآن مجید پڑھوائیں گے اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید سنتے اور جب جبرائیل چلے جاتے تو آپ اس کی قرأت کے مطابق قرآن مجید پڑھتے۔

قرآن مجید سننے کا شرعی حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ (اعراف، ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم رحم کیے جاؤ۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

نماز اور خارج از نماز دونوں جگہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر قرآن مجید کا سننا اس وقت واجب ہے جب کوئی عذر نہ ہو، اسی وجہ سے قنیہ میں لکھا ہے کہ جب گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ قرآن مجید کے نہ سننے میں معذور ہیں، بشرطیکہ اس نے ان کے کام میں شروع ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ہو، ورنہ وہ معذور نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید پڑھنے کے دوران فقہ کو پڑھنے کا حکم ہے، اور فتح القدیر میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص فقہ کو لکھ رہا ہے اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور لکھنے والے کے لیے قرآن مجید سننا ممکن نہیں ہے، تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص چھت پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا، کیونکہ اس کے نہ سننے کا سبب وہ شخص ہے یا اس لیے کہ وہ ان کو بیدار کر کے انہیں ایذاء پہنچا رہا ہے، شرح المنیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے تا کہ قرآن مجید

کا پڑھا جانا ضائع نہ ہو، اور بعض لوگوں کے سننے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، جس طرح سلام کے جواب کے لیے سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، بعض کا جواب دینا کافی ہے تاکہ مسلمان کا حق ادا ہو جائے، البتہ قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ وہ بازاروں میں اور لوگوں کی مشغولیت کی جگہوں میں قرآن مجید نہ پڑھے، اور اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے کا سبب ہوگا اور نہ سننے کا گناہ اسی کو ہوگا اور جو لوگ مشغول ہیں ان کو گناہ نہیں ہوگا، تاکہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اور قاضی القضاۃ یحیٰی منقار زادہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ [1]

تحقیق یہی ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

متعدد مفسرین نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہمارے اصحاب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کے لیے قرآن سننا ممکن نہ ہو تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا۔ [2]

باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم

ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے کہ مساجد میں باہر کے لاؤڈ سپیکر پر تراویح اور شبینہ پڑھتے ہیں جس کی آواز باہر بازاروں، دکانوں اور محلہ کے گھروں میں جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن مجید نہیں سن سکتے جس سے قرآن مجید کا احترام ضائع ہوتا ہے، اس کا گناہ اور وبال ان لوگوں پر ہوگا جو باہر کے اسپیکر کو کھول دیتے ہیں، مسجد کی انتظامیہ پر واجب ہے کہ وہ صرف اندر کے اسپیکر کھولیں یا بغیر اسپیکر کے تراویح اور شبینہ پڑھیں۔

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنِّ

صبح کی نماز میں جہراً قراءت کرنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا

۹۰۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنات کے سامنے قرآن پڑھا اور نہ ان کو دیکھا بلکہ اصل واقعہ یہ

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَمَا رَآهُمُ انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ
عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ
وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ
فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ
قَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ
عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوا مَا ذَاكَ إِلَّا مِنْ شَيْءٍ حَدَثَ
فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا
مَا هٰذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ السَّمَاءِ فَانْطَلَقُوا
يَضْرِبُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَمَرَّ
النَّفَرُ الَّذِينَ أَخَذُوا نَحْوَ تِهَامَةَ وَهُوَ بِنَخْلٍ
عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي
بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ
اسْتَمَعُوا لَهُ وَقَالُوا هٰذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا
وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَرَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا
يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى
الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا
فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ
نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ۔

ہے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے
ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جارہے تھے اور
اس وقت جنات کا آسمان پر جانا اور وہاں سے
خبریں لانا بند ہو چکا تھا اور ان پر شہاب ثاقب
پھینکے جانے لگے، اس موقعہ پر جنات اپنی قوم
کے پاس گئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے، قوم نے
کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی
چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے
جاتے ہیں، انھوں نے کہا کہ اس کا سبب ضرور کوئی
نیا واقعہ ہے اس لیے تمام مشرق اور مغرب میں
پھرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی
خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، اس کے بعد
جنات نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب
کا دورہ کیا ان میں سے کچھ تہامہ گئے، اس
وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عکاظ کے
بازار میں مقام نخل میں صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھا
رہے تھے جب جنات نے قرآن مجید کی آواز
سنی تو غور سے سننا شروع کر دیا اور کہنے لگے
کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں
کے درمیان حائل ہو گئی ہے پھر وہ اپنی قوم کے
پاس واپس گئے اور کہنے لگے اے قوم! ہم
نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو سیدھی راہ کی
طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے
ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک
نہیں ٹھہراتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے
نبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت
نازل کی قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن
"آپ کہیئے کہ مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات
کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔"

٩١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ شَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ قَالَ فَقَالَ عَلْقَمَةُ أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقُلْتُ هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ قَالَ لَا وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ فَقُلْنَا اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ قَالَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءٍ مِنْ قِبَلِ حِرَاءٍ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَقَالَ أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْطَلَقَ بِنَا فَأَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ فَقَالَ لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ ۔

عامر کہتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کیا حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجن (جنات سے ملاقات کی رات) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، علقمہ نے کہا میں نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود سے پوچھی تھی کہ کیا آپ میں سے کوئی لیلۃ الجن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا انھوں نے فرمایا نہیں لیکن ایک رات ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اچانک) آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، ہم پہاڑوں کی گھاٹیوں اور وادیوں میں آپ کو تلاش کرنے لگے ہم نے سوچا کہ (شاید) آپ کو جن لے گئے یا کسی نے آپ کو شہید کر دیا، وہ رات ہم نے سخت بے چینی سے گذاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ آپ (غار) حرا کی جانب سے آ رہے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو آپ ہم سے اوجھل ہو گئے، ہم نے بہت ڈھونڈا مگر آپ نہیں ملے. یہ رات ہم نے اس طرح گذاری جیسے کوئی قوم سخت کرب اور بے چینی سے رات گذارتی ہے آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کی طرف سے ایک نمائندہ آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا اور جنات کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ہم کو جنات کے اور ان کی آگ کے آثار دکھائے. جنات نے آپ سے اپنی خوراک کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہر وہ جانور جس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اس کی ہڈی تمہاری خوراک ہے، تمہارے پاس آتے ہی وہ گوشت سے پُر ہو جائے گی اور ہر اونٹ کی مینگنی تمہارے جانوروں کا چارہ ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں سے استنجا

نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔

۹۱۱۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوُدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلٰى قَوْلِهٖ وَآثَارَ نِيْرَانِهِمْ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَسَأَلُوْهُ الزَّادَ وَكَانُوْا مِنْ جِنِّ الْجَزِيْرَةِ إِلٰى آخِرِ الْحَدِيْثِ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ مُفَصَّلًا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ وہ تمام جن جزیرہ کے تھے۔

۹۱۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى قَوْلِهٖ وَآثَارَ نِيْرَانِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور کہا اس سند کے ساتھ روایت میں حدیث کا آخری حصہ نہیں ہے۔

۹۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمْ أَكُنْ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ مَعَهٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنات سے ملاقات کی رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا اور میری یہ تمنا تھی کہ کاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

۹۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مَعْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ آذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْكَ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ أَنَّهٗ آذَنَتْهُ بِهِمْ شَجَرَةٌ۔

معن کے والد نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا اس رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی؟ مسروق نے کہا مجھے تمہارے باپ یعنی ابن مسعود نے تبلایا ہے کہ آپ کو ایک درخت نے جنات کی خبر دی تھی۔

جنات کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۹۰۹ میں حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات نہیں ہوئی اور حدیث نمبر ۹۱۰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات ہوئی ہے اس تضاد کو علماء نے اس طرح دور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اوائل نبوت کے واقعہ کا ذکر کیا ہے اس وقت جنات نے اتفاقاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں قرآن سن لیا تھا اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل نبوت میں صبح کی نماز باجماعت فرض ہو چکی تھی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جس ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔

اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنات احکام شرعیہ کے مکلف ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (ذاریات، ۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی، علامہ سبکی سے نقل فرماتے ہیں کہ جنات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام احکام کے مکلف ہیں اور بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جنات مختلف عقائد پر مشتمل ہیں مثلاً قدریہ شیعہ وغیرہ بدعقیدہ فرقے بھی ہیں، نیز ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام احکام شرعیہ میں جن ہماری طرح مکلف ہیں نیز علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جو مومن ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور انسانوں سے اس طرح علوم سیکھتے ہیں کہ انھیں پتا نہیں چلتا۔[1]

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جن کفار میں سے ہیں ان کو آخرت میں عذاب ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لاملئن جھنم من الجنۃ والناس۔ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مومنین اور نیک جن جنت میں داخل ہو کر جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے یا ان کو جانوروں کی طرح مٹی بنا دیا جائے گا، صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور یہی حسن بصری، ضحاک، مالک بن انس اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہم کا مسلک ہے۔[2]

جنات کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم پر تصرف کرتے ہیں اس کے متعلق ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں لکھا ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ — ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت

۹۱۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ يَعْنِي الصَّوَّافَ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دو سورتیں

[1] علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاوی ابن حجر ص ۷۰، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۶ھ
[2] علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم علی ذیل مسلم ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَتَادَةَ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَكَذٰلِكَ فِي الصُّبْحِ

پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (تعلیم کے لیے) سناتے بھی تھے اور ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے، اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

۹۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا هَمَّامٌ وَأَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھا کرتے تھے، اور کبھی کبھی ایک آدھ آیت ہمیں بھی سنا دیتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

۹۱۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ يَحْيَى نَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَةِ الٓمّٓ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ قِيَامِهِ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ الٓمّٓ تَنْزِيلُ وَقَالَ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنی دیر قیام کرتے تھے جتنی دیر میں سورۃ الم تنزیل السجدہ پڑھی جائے، اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف مقدار تک قیام کرتے اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں آپ ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر قیام کرتے اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نسبت نصف قیام کرتے۔

۹۱۸- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کی مقدار قرأت کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا اس (تیس آیات) کی آدھی مقدار اور عصر کی پہلی دو رکعتوں

ثَلٰثِيْنَ اٰيَةً وَّفِي الْاُخْرَيَيْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشَرَ اٰيَةً اَوْ قَالَ نِصْفَ ذٰلِكَ وَفِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ قِرَآءَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ وَفِي الْاُخْرَيَيْنِ قَدْرَ نِصْفِ ذٰلِكَ۔

۹۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ شَكَوْا سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوْا مِنْ صَلٰوتِهِ فَاَرْسَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ لَهُ مَا عَابُوْهُ بِهِ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اِنِّيْ لَاَرْكُدُ بِهِمْ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ۔

۹۲۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَوْكَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ وَمَا اٰلُوْا مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْ ذَاكَ ظَنِّيْ بِكَ

۹۲۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَاَبِيْ عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ وَزَادَ فَقَالَ تُعَلِّمُنِيْ

ہیں پندرہ آیتوں کی مقدار قرأت کرتے اور آخری دو رکعتوں میں اس کی آدھی مقدار۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کی شکایت کی، حضرت عمر نے حضرت سعد کو بلوایا اور ان سے اہل کوفہ کی شکایت کا ذکر کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں اس سے کم۔ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا اے ابو اسحاق تم سے مجھے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ لوگ تمہاری ہر بات کی شکایت کرتے ہیں حتی کہ نماز پڑھانے کی بھی شکایت کرتے ہیں، حضرت سعد نے کہا میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم اور جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، حضرت عمر نے فرمایا تم سے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ (اہل کوفہ کی شکایت پر) حضرت سعد نے کہا یہ دیہاتی

الأعراب بالصلوة -

مجھے نماز سکھاتے ہیں۔

٩٢٣ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقَدْ كَانَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ تُقَامُ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْتِي وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِمَّا يُطَوِّلُهَا -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور پھر کوئی شخص بقیع جا کر اپنا کام کر آتا پھر وضو کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی پہلی رکعت میں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس قدر طویل پڑھتے تھے۔

٩٢٤ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَزَعَةُ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مَكْثُوْرٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لَا أَسْأَلُكَ عَمَّا سَأَلَكَ هٰؤُلَاءِ عَنْهُ قُلْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ فِي ذٰلِكَ مِنْ خَيْرٍ فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ كَانَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ تُقَامُ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَأْتِي أَهْلَهُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى -

قزعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدری کے پاس گیا اس وقت وہاں بہت سے لوگ موجود تھے، جب وہ آدمی چلے گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ باتیں پوچھنے نہیں آیا جو باتیں یہ لوگ پوچھ رہے ہیں بلکہ میں آپ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں، حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ اس سوال میں تیرے لیے بھلائی نہیں ہے (کیونکہ تم ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے) اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور ہم میں سے کوئی شخص بقیع جا کر اپنے کام سے فارغ ہو کر آ جاتا پھر اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ہوتے۔

بَابُ ١٧٣ الْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ

صبح کی نماز میں قراءت

٩٢٥ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ يَقُوْلُ أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور سورۃ المؤمنون کی قراءت شروع کی، جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا (راوی کو شک ہے) تو رسول اللہ

بْنُ سُفْيَانَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْعَابِدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ أَوِ اخْتَلَفُوا عَلَيْهِ أَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ ذَلِكَ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فَحَذَفَ فَرَكَعَ وَفِي حَدِيثِهِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو وَلَمْ يَقُلِ ابْنِ الْعَاصِ.

صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو آپ نے قرأت موقوف کر دی اور رکوع میں چلے گئے۔

۹۲۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ سَرِيعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں واللیل اذا عسعس سنا۔

۹۲۷- حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ حَتَّى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ قَالَ فَجَعَلْتُ أُرَدِّدُهَا وَلَا أَدْرِي مَا قَالَ۔

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۃ ق والقرآن المجید۔ والنخل باسقات تک پڑھی۔ میں اس آیت کو دہراتا رہا۔ راوی کہتا ہے مجھے پتا نہیں انھوں نے کیا کہا۔

۹۲۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا شَرِيكٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ۔

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں سنا آپ پڑھ رہے تھے۔ والنخل باسقات لھا طلع نضید۔

۹۲۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِي رَكْعَةٍ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ

زیاد بن علاقہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں والنخل باسقات لھا طلع نضید۔ کی قرأت کی اور بسا اوقات

وَرُبَّمَا قَالَ قٓ۔

۹۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَكَانَ صَلٰوتُهُ بَعْدُ تَخْفِيْفًا۔

۹۳۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ وَلَا يُصَلِّي صَلٰوةَ هٰؤُلَاءِ قَالَ وَأَنْبَأَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا۔

۹۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ أَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

۹۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الصُّبْحِ بِأَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

۹۳۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ۔

۹۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ

کہتے ہیں کہ آپ نے سورۂ ق کو پڑھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں قٓ والقراٰن المجید پڑھتے اور دوسری رکعت میں تخفیف کرتے۔

سماک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تخفیف سے نماز پڑھتے تھے اور لوگوں کی طرح لمبی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ صبح کی نماز میں قٓ والقراٰن المجید۔ یا اس کی مثل سورتیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں واللیل اذا یغشٰی اور عصر کی نماز میں اس کی مثل قرأت کرتے اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی قرأت کرتے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلٰی اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی قرأت کرتے تھے۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں

أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ۔

ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

---

۹۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھ کو سورۃ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا وہ کہنے لگیں اے میرے بیٹے تمہارے اس سورت کو پڑھنے سے مجھے یاد آگیا کہ میں نے آخری مرتبہ یہ سورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔

---

۹۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلَّى بَعْدُ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے اپنی وفات تک نماز نہیں پڑھائی۔

---

۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورۂ طور سنی۔

---

۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں قرأت

۹۴۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی ایک رکعت میں سورۂ والتین والزیتون پڑھی

۹۴۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، آپ نے سورۂ والتین والزیتون پڑھی۔

۹۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مِسْعَرٌ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عشاء کی نماز میں سورۂ والتین والزیتون سنا، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کو میں نے ایسی خوش الحانی سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۹۴۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتٰى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهُ أَنَافَقْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَآتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأُخْبِرَنَّهُ فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے، ایک رات انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر آکر اپنی قوم کو جماعت کرائی اور اس میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، ایک شخص سلام پھیر کر جماعت سے نکل گیا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا، لوگوں نے اس سے کہا کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت

أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَاِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰى فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُعَاذٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَأْ بِكَذَا اقْرَأْ بِكَذَا قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِعَمْرٍو اِنَّ اَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَقَالَ عَمْرٌو نَحْوَ هٰذَا۔

میں حاضر ہوں گا اور تمہاری شکایت کروں گا پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! ہم دن بھر اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا، پھر اگر ہماری جماعت کرائی، اور نماز میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ! کیا تم فتنہ پرور ہو (نماز میں) فلاں فلاں سورت پڑھا کرو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے والشمس وضحٰھا، واللیل اذا یغشٰی، سبح اسم ربک الاعلٰی جیسی سورتیں بتائی تھیں۔

٩٢٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ صَلّٰى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْاَنْصَارِيُّ بِاَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ فَانْصَرَفَ رَجُلٌ مِّنَّا فَصَلّٰى فَاُخْبِرَ مُعَاذٌ عَنْهُ فَقَالَ اِنَّهُ مُنَافِقٌ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ مَا قَالَ مُعَاذٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ فَتَّانًا يَا مُعَاذُ اِذَا اَمَمْتَ النَّاسَ فَاقْرَأْ بِالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی جماعت کرائی اور نماز میں قرأت بہت لمبی کر دی تو ہم میں سے ایک شخص نے جماعت سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھی، حضرت معاذ کو جب اس بات کا پتا چلا تو انھوں نے کہا وہ شخص منافق ہے اور جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بتایا کہ (اس بناء پر) حضرت معاذ نے اس کو منافق کہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے کہا۔ اے معاذ! کیا تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو! جب تم جماعت کراؤ تو والشمس وضحٰھا، سبح اسم ربک الاعلٰی، اقرأ باسم ربک اور واللیل اذا یغشٰی (جیسی سورتیں) پڑھا کرو۔

٩٢٥۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر جا کر اپنی قوم کو عشاء کی نماز

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ۔

پڑھاتے۔

۹۴۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ قَوْمِهِ فَيُصَلِّي بِهِمْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد میں جا کر لوگوں کو جماعت کراتے۔

متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل

اس باب کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو بار پڑھتے تھے ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور ایک بار اپنی قوم کو مسجد میں جا کر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ امام شافعی نے ان احادیث کا یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جا کر جب عشاء کی نماز پڑھاتے تو وہ نفل کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھ لیں تو یہ جائز ہے، اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔[1]

امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال انما جعل الامام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه الحديث۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہٰذا امام سے اختلاف نہ کرو۔

اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کر لیں، اس لیے جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے مفترض کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہو گیا اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں:

---

[1] عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہٰذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مفترض کی اقتداء میں متنفل کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔

علامہ نووی نے حدیث معاذ سے متنفل کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاذ اپنی قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس حدیث صحیح کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے جمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں، جمہور نے حدیث معاذ کے چند جواب دیے ہیں:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جاکر پڑھاتے تھے، حضرت معاذ بن جبل نے خود نہیں بیان کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جاکر فرض پڑھاتے ہوں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لیے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً اس وقت جب کہ مخالف احتمال زیادہ قوی ہو کیونکہ جب دوسرے دلائل سے (جو اوپر گذر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ کے اس فعل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جاکر فرض پڑھاتے تھے۔

۳۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت معاذ دونوں جگہ فرض پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل میں امام احمد بن حنبل[2] نے اور شرح معانی الآثار[3] میں اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت معاذ کی لمبی قرأت کرنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف عن قومک۔

اے معاذ فتنہ مت ڈالو یا صرف میری اقتداء میں نماز پڑھو اور یا اپنی قوم کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۷۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ایک فرض دو مرتبہ نہیں پڑھے جاتے اور حضرت معاذ کے لیے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات معین کر دی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھ لیں یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ فرض پڑھائیں، اس کی مزید تفصیل علامہ زیلعی کی عبارت میں ہے۔

۱۔ علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک نماز دو مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لیے حضرت معاذ ایسا کرتے تھے، بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا اور نسخ پر امام طحاوی نے یہ دلیل پیش کی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: لا تصلی صلوٰۃ فی یوم مرتین ایک نماز ایک دن میں دوبارہ نہ پڑھی جائے۔

۲۔ چونکہ حدیث معاذ ان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے حدیث معاذ کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کا معاملہ تھا جب زیادہ امام میسر نہ تھے اس لیے بامر مجبوری اس عمل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث ابن عمر یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک متنفل کی اقتداء میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرائض میں احتیاط لازم ہے اس لیے احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ متنفل کی اقتداء میں فرض نہ ادا کیے جائیں۔

۴۔ حدیث معاذ سے علی سبیل التنزل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہوگی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب نماز خوف پڑھائی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی اور آپ دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھاتے، پھر یہ جماعت چلی جاتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری رکعت پڑھاتے، پھر دونوں جماعتیں باقی ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنا یعنی ایک مرتبہ بطور فرض کے اور دوسری مرتبہ بطور نفل کے پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے کے لیے آتی تو آپ نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب اللہ کے رسول نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھائے تو پھر کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض نماز پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے۔[1]

*

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ مجلس علمی ہند

باب ۱۲۵ أَمْرِ الْأَئِمَّةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلٰوةِ فِي تَمَامٍ

ائمہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم

۹۴۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِيْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَّرَآئِهِ الْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ ۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی لمبی قرأت کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رہ جاتا ہوں (حضرت ابومسعود کہتے ہیں) کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غضب میں نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھائے تو تخفیف کرے اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند اشخاص بھی ہوتے ہیں۔

۹۴۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ وَّوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَيْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حدیث سابق کی مثل روایت منقول ہے۔

۹۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّ اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الصَّغِيْرَ وَالْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَالْمَرِيْضَ فَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَآءَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کرائے تو تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے) اس لیے کہ جماعت میں بچے، بوڑھے، کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے تو تخفیف سے پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفِ الصَّلٰوةَ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِذَا قَامَ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ صَلٰوتَهُ مَا شَاءَ۔

ہیں اور کمزور بھی اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِي النَّاسِ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ ذَا الْحَاجَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

۹۵۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بَدَلَ السَّقِيمِ الْكَبِيرَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اس طرح منقول ہے مگر اس میں بیمار کی جگہ بوڑھے کا لفظ ہے۔

۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ أَنَا أَبِي قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أُمَّ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا قَالَ ادْنُهْ فَجَلَّسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ فِي صَدْرِي بَيْنَ ثَدْيَيَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِي ظَهْرِي بَيْنَ كَتِفَيَّ ثُمَّ قَالَ أُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِنَّ فِيهِمْ ذَا الْحَاجَةِ فَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے قریب ہو پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ کے درمیان میں رکھا، پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرائے اسے تخفیف سے کام لینا چاہیے کیوں کہ لوگوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ان میں مریض بھی ہوتے ہیں اور ان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاصِ قَالَ اٰخِرُ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَمْتَ قَوْمًا فَاَخِفَّ بِهِمُ الصَّلٰوةَ۔

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے آخری نصیحت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم جماعت کراؤ تو اس میں تخفیف سے کام لو۔

۹۵۵۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَّاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْجِزُ فِي الصَّلٰوةِ وَيُتِمُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

۹۵۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ يَحْيَى اَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَخَفِّ النَّاسِ صَلٰوةً فِيْ تَمَامٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سب لوگوں کی بہ نسبت تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

۹۵۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَمِرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ صَلٰوةً مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے کسی امام کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کامل اور تخفیف سے نماز نہیں پڑھی۔

۹۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ مَعَ اُمِّهٖ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَقْرَاُ بِالسُّوْرَةِ الْخَفِيْفَةِ اَوْ بِالسُّوْرَةِ الْقَصِيْرَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی ایسے بچہ کے رونے کی آواز سنتے جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو چھوٹی سورت پڑھ کر نماز میں تخفیف کر دیتے۔

۹۵۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيْرُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ الصَّلٰوةَ اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاُخَفِّفُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ بِهٖ۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانی شروع کرتا ہوں اور اسے لمبا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی

وجہ سے سخت تکلیف ہوگی۔

مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ

اس باب کی احادیث

میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں اور ضرورت مند لوگوں کی رعایت سے ائمہ کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی نماز میں کم قرأت کیا کریں، حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کی نماز میں دو پارے بھی قرأت کی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن مروان بن الحکم قال قال لی زید بن ثابت مالک تقرأ فی المغرب بقصار المفصل وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بطولی الطولیین قال ما طولی الطولیین قال الاعراف والاخری الانعام وسألت انا ابن ابی ملیکۃ فقال لی من قبل نفسہ المائدۃ والاعراف لہ

مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں، انھوں نے کہا ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انھوں نے اپنی طرف سے سورۂ مائدہ اور سورۂ اعراف بتایا۔

سورہ اعراف سوا پارے کی ہے اور سورہ انعام پون پارے کی ہے اور سورہ مائدہ ایک پارے کی ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ مغرب کی ایک رکعت میں سورہ اعراف اور دوسری میں سورہ انعام یا سورہ مائدہ پڑھتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورہ اعراف پڑھتے تھے اور کبھی سورہ انعام اور کبھی سورہ مائدہ پڑھتے تھے۔ بہرحال مغرب کی نماز میں آپ دو پاروں کی مقدار اور یا سوا پارہ کی مقدار قرأت کرتے تھے جب کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی کم ہوتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور کام کو جانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور خود آپ نے مغرب کی نماز میں تقریباً دو پارے قرأت کی ہے اس کے جواب میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے یہ فرمایا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیف اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی، بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ کے پیچھے اس نماز میں گزر جاتے

لہ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۱۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

اور میرا ذوق یہ ہے کہ آپ کے پیچھے جب کمزور نماز پڑھتے تو ان کی کمزوری دور ہو جاتی تھی، بیمار کی بیماری جاتی رہتی تھی اور کام والوں کے کام بن جاتے تھے، اور یہ ٹھیک ہے کہ مغرب کی نماز میں وقت کم ہوتا ہے لیکن جب آپ قراءت کرتے تھے تو وقت کی نبضیں بھی رک جاتی تھیں اور گردش لیل و نہار بھی ٹھہر جاتی تھی۔

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے امام کا قراءت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ وہ پہچان لے کہ فلاں شخص آ رہا ہے اور اگر اس کو پتا نہ ہو کہ کون ہے تو پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ محض اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے، لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مسئلہ ریا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا، اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے ایسے امام کے متعلق بہت بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے، امام محمد نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے، امام مالک اور امام شافعی کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے امام اعظم کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقۃً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ کے لیے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لیے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لیے تذلل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔

اگر امام کو پتا نہ چلے کہ کون آ رہا ہے اور وہ عبادت پر اعانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کرے تو کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تسبیحیں زیادہ پڑھے تاکہ باقی نمازیوں پر دشوار نہ ہو تاہم افضل یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنا ہے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلا شبہ اس کا ترک افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو اس کو ترک کر دو، اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو، کیونکہ اگرچہ اس میں بہ ظاہر عبادت پر معاونت ہے لیکن اس میں حقیقۃً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاونت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لیے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے، خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے، کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کی جاتی تاکہ زیادہ لوگ شامل ہوں، صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے یہی سمجھا ہے، عبداللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثوری سے منقول ہے کہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے، اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے، اسی بناء پر معراج میں لکھا ہے کہ اس کو اجر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تعاونوا علی البر والتقوی۔ "نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو" اور منتقی میں لکھا ہے کہ مؤذن کو دیر سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لیے لمبی قرأت کرنا حرام ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ دنیاداروں کو راضی کرنے کے لیے ایسا کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر دشوار ہو، خلاصہ یہ ہے کہ نیک اور صالح آدمیوں کے لیے معمولی تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔[۱]

مصنف کی رائے یہ ہے کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو شامل کرنے کے لیے قرأت لمبی کرنا یا رکوع میں تسبیحات کو زیادہ پڑھنا کم از کم خلاف اولیٰ ضرور ہے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والوں کی سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے پر معاونت ہے، امام کو چاہیے کہ اپنی عادت کے مطابق نماز میں قرأت کرے اور رکوع میں اپنی عادت کے مطابق تسبیحات پڑھے اور اللہ کی عبادت میں بس اس کی نیت رکھے اور کسی اور کی نیت کو اس میں شریک نہ کرے اور اگر اس نے آنے والے کو پہچان کر نماز کو لمبا کیا خواہ وہ دین دار ہو یا دنیادار تو پھر اس عمل کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بَابُ اِعْتِدَالِ اَرْكَانِ الصَّلٰوةِ وَتَخْفِيْفِهَا فِيْ تَمَامٍ

نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا

۹۶۰۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنِ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ حَامِدٌ ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَمَقْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ قِيَامَهٗ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو غور سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا قیام، رکوع، رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا پھر سجدہ، دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا نماز سے فارغ ہونے

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فَرَكْعَتَهُ فَاعْتِدَالَهُ بَعْدَ رُكُوعِهِ فَسَجْدَتَهُ فَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتَهُ فَجَلْسَتَهُ وَمَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْصِرَافِ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَآءِ

تک بیٹھنا یہ تمام افعال اپنی اپنی حیثیت کے اعتبار سے سب برابر تھے۔

۹۶۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ غَلَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ قَدْ سَمَّاهُ زَمَنَ ابْنِ الْأَشْعَثِ فَأَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَكَانَ يُصَلِّي فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْرَ مَا أَقُولُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْأَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ قَالَ الْحَكَمُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى فَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَسُجُودُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَآءِ قَالَ شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ مُرَّةَ فَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى فَلَمْ تَكُنْ صَلٰوتُهُ هٰكَذَا۔

کوفہ کے امیر نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ امامت کرائیں وہ جماعت کراتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے ہوتے کہ میں یہ دعا پڑھ لیتا: اللھم ربنا لک الحمد ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت من شیء بعد اھل الثناء والمجد لا مانع لما اعطیتہ لا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ (اے اللہ! تو اس ستائش اور تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین اور جتنی جگہ تو چاہے بھر جائے تو ہی تعریف اور بڑائی کے لائق ہے جس کو تو کچھ عطا کرے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور نہ کوئی کوشش تیرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہے) راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو سنائی انھوں نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح پڑھتے تھے جس میں رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے، سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا تقریباً برابر ہوتے تھے، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن مرہ سے بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے وہ اس کیفیت سے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۹۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ أَنَّ مَطَرَ بْنَ نَاجِيَةَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى الْكُوفَةِ أَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

---

۹۶۳ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنِّيْ لَا آلُوْ اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَا اَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ انْتَصَبَ قَائِمًا حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ مَكَثَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھانے میں کوئی کمی نہیں کرتا جیسی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے راوی (ثابت) کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کی نماز میں وہ چیز نہیں دیکھتا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں تھی، وہ جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے تو قومہ میں اتنی دیر لگاتے کہ کوئی شخص گمان کرتا کہ شاید آپ بھول گئے ہیں اسی طرح جب سجدہ کر کے بیٹھتے تو اتنی دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں ۔

۹۶۴ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ اَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ اَحَدٍ اَوْجَزَ صَلٰوةً مِّنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَامٍ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَارِبَةً وَكَانَتْ صَلٰوةُ اَبِيْ بَكْرٍ مُتَقَارِبَةً فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَدَّ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز کسی شخص کے پیچھے نہیں پڑھی جو تخفیف سے ہونے کے باوجود کامل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام ارکان متناسب ہوتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز بھی متناسب ہوتی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں صبح کی نماز لمبی پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ شاید آپ بھول گئے، اسی طرح دو سجدوں کے درمیان آپ اتنی دیر بیٹھتے کہ ہمیں یہ وہم ہوتا کہ شاید آپ بھول گئے ۔

رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توضیح

یہ حدیث یا تو اپنے ظاہری معنی کے مطابق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی دیر میں قیام کرتے اتنی ہی دیر رکوع، سجود اور رکوع کے بعد کھڑے ہونے اور سجدہ کے بعد بیٹھنے میں لگاتے، اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس طرح بھی نماز پڑھتے نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس طرح نماز پڑھتے تھے ورنہ اکثر احوال میں آپ لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک مغرب کی نماز میں سورہ اعراف اور انعام پڑھا کرتے تھے (یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلی عام حالات میں اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے) دوسرا مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے اگر حضور نماز کے قیام میں لمبی قرأت کرتے تو رکوع میں بھی زیادہ تسبیحات پڑھتے اور

اس کے بعد قومہ (رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا) میں بھی زیادہ دیر کھڑے رہتے اور اسی مناسبت سے پھر سجدہ میں بھی زیادہ تسبیحات کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی تناسب سے زیادہ دیر بیٹھتے اسی طرح آپ کی نماز کے تمام ارکان متناسب اور معتدل ہوتے یہ نہیں کہ قیام میں تو سورۂ بقرہ پڑھ لی جائے اور رکوع اور سجود میں صرف پانچ سات تسبیحات پڑھ لی جائیں۔

بَابُ مُتَابَعَةِ الْاِمَامِ وَالْعَمَلِ بَعْدَهٗ

امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا

٩٦٥ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَآءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ اَرَ اَحَدًا يَحْنِيْ ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَخِرُّ مَنْ وَّرَآءَهٗ سُجَّدًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جانے کے لیے رکوع سے سر اٹھاتے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سجدہ میں جانے کے لیے اپنی کمر جھکائی ہو حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبین اقدس زمین پر رکھ دیتے اس کے بعد سب سجدہ میں جاتے۔

٩٦٦ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَآءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَقَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی پشت کو نہیں جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے جاتے پھر آپ کے بعد ہم سجدہ میں جاتے۔

---

٩٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ الْاَنْطَاكِيُّ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ حَدَّثَنَا الْبَرَآءُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَكَعَ رَكَعُوْا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب حضور رکوع کرتے تو صحابہ رکوع کرتے اور جب حضور رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، تو ہم کھڑے ہوئے حضور کو دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ جبین اقدس

فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ لَمْ نَزَلْ قِیَامًا حَتّٰی نَرَاہُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَہٗ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ نَتَّبِعُہٗ۔

زمین پر رکھ دیتے پھر ہم آپ کی اتباع میں سجدہ کرتے۔

۹۶۸۔ حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَیْرٍ قَالَا نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ قَالَ نَا اَبَانُ وَغَیْرُہٗ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحْنُوْ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَہٗ حَتّٰی نَرَاہُ قَدْ سَجَدَ وَقَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا الْکُوْفِیُّوْنَ اَبَانُ وَغَیْرُہٗ قَالَ حَتّٰی نَرَاہُ یَسْجُدُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، ہم میں سے کوئی شخص سجدہ کرنے کے لیے اپنی کمر کو نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیتا۔

۹۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ عَوْنٍ قَالَ نَا خَلَفُ بْنُ خَلِیْفَۃَ الْاَشْجَعِیُّ اَبُوْ اَحْمَدَ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ سَرِیْعٍ مَوْلٰی اٰلِ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَسَمِعْتُہٗ یَقْرَأُ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ وَکَانَ لَا یَحْنِیْ رَجُلٌ مِّنَّا ظَهْرَہٗ حَتّٰی یَسْتَتِمَّ سَاجِدًا۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی، اس وقت آپ یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ اللہ ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے۔

ف رکوع سے سر اٹھانے کے بعد امام کیا کہے اس میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے، شوافع کہتے ہیں کہ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جبکہ احناف یہ کہتے ہیں کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہیں اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے۔

ان احادیث سے صحابہ کرام کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے کیوں کہ ان کے لیے نماز میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ممکن ہوتا وہ آپ کو دیکھتے رہتے تھے۔

بَابُ ۱۲۰ مَا یَقُوْلُ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ

نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے

۹۷۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

معاویۃ ووکیع عن الاعمش عن عبید بن الحسن عن ابن ابی اوفی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع ظہرہ من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ اللہم ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد۔

۹۷۱۔ حدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ عن عبید بن الحسن قال سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو بھذا الدعاء اللہم ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد۔

۹۷۲۔ حدثنا محمد بن مثنی وابن بشار قال ابن مثنی نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ عن مجزاۃ ابن زاھر قال سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول اللہم ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد اللہم طھرنی بالثلج والبرد وماء البارد اللہم طھرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الوسخ۔

۹۷۳۔ وحدثناہ عبید اللہ بن معاذ قال نا ابی ح وحدثنی زھیر بن حرب قال نا یزید بن ھارون کلاھما عن شعبۃ بھذا الاسناد فی روایۃ معاذ کما ینقی الثوب الابیض من الدرن وفی روایۃ یزید من الدنس۔

۹۷۴۔ حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی قال انا مروان بن محمد الدمشقی

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے پشت مبارک اٹھاتے تو یہ کلمات فرماتے اللھم ربنا لک الحمد ملأ السموات وملأ الارض وملأ ما شئت من شیء بعد۔

اے اللہ! تو اس تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد تو جو چاہے وہ بھر جائے۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی اس حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی اس حمد کے لائق ہے جس سے آسمان اور زمین بھر جائیں اور جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے اے اللہ! مجھے برف اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع

قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

سے سر اٹھاتے تو فرماتے (ترجمہ:) اے اللہ! تو ایسی حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائے اور جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے تو ہی ثناء اور بزرگی کے لائق اور بندے کے قول کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ جو چیز تو عطا کر دے اسے کوئی چھیننے والا نہیں اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش سود مند نہیں ہے۔

۹۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ قَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: اللھم ربنا لک الحمد ملا السموات وملا الارض وما بینھما وملا ما شئت من شیء بعد اھل الثناء والمجد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اس حدیث میں احق ما قال العبد وکلنا لک عبد۔ کے الفاظ نہیں ہیں۔

---

۹۷۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ مِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں ملا ما شئت من شیء بعد تک دعا منقول ہے اور اس کے بعد کے الفاظ نہیں ہیں۔

حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح

حمد سے آسمان اور زمین بھر جائیں کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کو اگر مجسم کیا جائے تو اس کے حجم سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور یا جو ظرف تو چاہے وہ بھر جائے یعنی اس کی حمد کو اگر جسمانی شکل دے دی جائے تو تمام آسمان اور زمین مل کر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور چونکہ انسان کی نظر میں آسمان اور زمین کے علاوہ اور کوئی ظرف نہیں ہے اس لیے فرمایا اور جو ظرف تو چاہے وہ بھر جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد لامحدود ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں بھی اس کی حمد نہیں سما سکتی بلکہ اس کے بعد اور ظرف کی ضرورت پڑے گی، دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جس قدر بھی حمد کرے وہ کم ہے بلکہ اس کی کسی ایک نعمت پر حمد کرے گے ___ زمین اور آسمانوں کو بھر دے تب بھی وہ اس کا پوری حمد نہیں کر سکا کیونکہ نہ وہ آسمانوں اور زمین کو اپنی حمد سے بھر سکتا ہے اور نہ اس کے پار اس کی رسائی ہے۔

تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ حمد کا سبب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے احسانات کو مجسم کر کے رکھ دیا جائے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ ان کے علاوہ اور ظرف کی بھی ضرورت پڑے گی۔

اس باب میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے ملا علی قاری نے صحیح ابن حبان اور سنن دار قطنی کی احادیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد جتنی دعاؤں کا ذکر ہے وہ نماز کی ابتدائی حالت پر محمول ہے یا نوافل پر۔

بَابُ ۱۷۹ النَّهْيِ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۷۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ أَلَا وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ -

۹۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت صحابہ کرام حضرت ابوبکر کی اقتداء میں صف باندھے کھڑے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا رہا رکوع تو اس میں سبحان رب العظیم کہو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعا مانگو امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (حجرہ کا) پردہ اٹھایا اس وقت آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ نے تین بار فرمایا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتْرَ وَرَأْسُهُ مَعْصُوبٌ فِي مَوْضِعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُفْيَانَ۔

٩٧٩ ۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا۔

٩٨٠ ۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَا رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ۔

٩٨١ ۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ۔

٩٨٢ ۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي حِبِّي أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا۔

٩٨٣ ۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے نیز فرمایا بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جس کو نیک شخص دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور دیکھتا ہے۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ میں مجھے قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا اور میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے محبوب نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے اس

ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ ابْنُ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو ح وَحَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ إِلَّا الضَّحَّاكَ وَابْنَ عَجْلَانَ فَإِنَّهُمَا زَادَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا نَهَانِي عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَا رَاكِعٌ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِي رِوَايَتِهِمُ النَّهْيَ عَنْهَا فِي السُّجُودِ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَالْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ وَدَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ۔

(روایت میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے)

۹۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ إِسْمٰعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ عَلِيٍّ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي السُّجُودِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے مثل سابق حدیث ذکر کی ہے۔

۹۸۵۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ وَأَنَا رَاكِعٌ لَا يَذْكُرُ فِي الْإِسْنَادِ عَلِيًّا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو رکوع میں قرآن کریم پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۷۷۹ میں ہے بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے اور یہ کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد صرف اچھے خواب باقی رہ جائیں گے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

نماز میں قیام عزت کی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجود ذلت کی حالت ہیں جن میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس لیے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرما دیا تاکہ اللہ کے کلام اور بندہ کے کلام کے محل میں فرق رہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہیں البتہ امام احمد نے ان تسبیحات کو واجب قرار دیا ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جو نماز کی تعلیم دی اس میں ان تسبیحات کا ذکر نہیں کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجود میں بھی دعا مانگنی چاہیے جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے[1] اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ۔ کہے۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد، حاکم نیشاپوری طحاوی طیالسی اور حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه انه قال لما نزلت فسبح باسم ربك العظيم قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوها في ركوعكم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلى قال لنا اجعلوها في سجودكم۔[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیت مبارکہ فسبح باسم ربك العظيم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس پر اپنے رکوع میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی العظیم۔ کہو) اور جب سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اس پر اپنے سجدہ میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ۔ کہو)۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔[3]

بَابُ ۱۸۰ مَا يَقُولُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رکوع اور سجود میں کیا کہے

۹۸۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى اَبِي بَكْرٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ فِي السُّجُودِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو۔

۹۸۷ - وَحَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۴۷۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔

۹۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ

۹۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْكَلِمٰتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا قَالَ جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

۹۹۰ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ نَا مُفَضَّلٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ نَزَلَ عَلَيْهِ

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگتے تھے اللھم اغفر لی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ، اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف فرما دے، خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اوّل ہوں یا آخر، ظاہر ہوں یا باطن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی۔ (اے اللہ! ہمارے رب تو ہی پاک ہے اور حمد تجھ ہی کو زیبا ہے، اے اللہ میری مغفرت فرما) یہ دعا مانگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے تھے فسبح بحمد ربک واستغفرہ "آپ اپنے رب کی پاکیزگی اور حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت چاہو"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے بکثرت یہ کلمات فرماتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک استغفرک واتوب الیک۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اب یہ کلمات کیوں پڑھنے شروع کر دیے، جنہیں میں آپ کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک علامت مقرر کر رکھی ہے جب میں امت میں اس علامت کو دیکھتا ہوں تو سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح، پڑھتا ہوں (یعنی اس سورت میں جو حکم ہے اس پر عمل کرتا ہوں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح آپ پر نازل ہوئی اس وقت سے میں دیکھتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ يُصَلِّي صَلوٰةً إِلَّا دَعَا أَوْ قَالَ فِيهَا سُبْحٰنَكَ رَبِّي وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي۔

٩٩١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَالَ خَبَّرَنِي رَبِّي أَنِّي سَأَرٰى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (فَتْحُ مَكَّةَ) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

سبحانك ربی وبحمدك اللهم اغفر لی " اے میرے رب تو پاک ہے اور تجھی کو حمد زیبا ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہ کثرت فرماتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ (اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بہ کثرت یہ دعا فرماتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو دیکھ لوں تو کثرت سے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ پڑھوں اور میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے: اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ (یعنی فتح مکہ کے بعد لوگوں کا جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا۔)

٩٩٢ - حَدَّثَنِي حَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَيْفَ تَقُولُ أَنْتَ فِي الرُّكُوعِ قَالَ أَمَّا سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهٗ ذَهَبَ إِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَتَجَسَّسْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَإِذَا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ملے، میں یہ سمجھی کہ شاید آپ بعض دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں، میں نے آپ کو ڈھونڈا اور میں پھر واپس آئی تو آپ رکوع یا سجدہ میں تھے، اور یہ پڑھ رہے تھے سبحانك وبحمدك لا الہ الا انت (اے اللہ حمد اور تسبیح تجھ ہی

اور سجدہ کی بہ نسبت قیام میں زیادہ مشقت ہے۔ نیز تواتر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت طویل قیام کرتے تھے، حدیث شریف میں ہے:

عن المغیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ ۔[۱]

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ آپ کے مبارک پیروں میں ورم آگیا۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ اور حدیث شریف سے جب یہ ظاہر ہوگیا کہ سجدہ کی حالت میں نمازی اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سجدہ میں دعا مانگی ہے اور ہمیں بھی تلقین کی ہے اس لیے سجدہ میں انتہائی خضوع خشوع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی کوشش کرنی چاہیے خصوصاً نوافل میں۔

حدیث نمبر ۹۸۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں بہ کثرت استغفار کرتے تھے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محامل

قرآن کی بعض آیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے توبہ اور استغفار کا حکم دیا جیسے ارشاد ہے: فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (النصر: ۳)
"اپنے رب کی حمد اور تسبیح کے ساتھ اس سے مغفرت طلب کیجیے بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے" نیز ارشاد فرمایا: واستغفر لذنبک (مؤمن: ۵۵ - محمد: ۱۹) "اپنے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ کاموں پر توبہ کیجیے"

اور حدیث شریف میں ہے:

قال ابو ھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ ۔[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک دن میں اللہ سے ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم مائۃ مرۃ ۔[۳]

حضرت مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل پریشان ہو جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[۲] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، " " " "
[۳] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں؟

نماز کے ارکان کی ایک دوسرے پر افضیلت میں تین مذاہب ہیں

امام ترمذی اور امام بغوی کا مسلک یہ ہے کہ بہ کثرت رکوع اور سجدہ کرنا اور سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر یہ ہے کہ طول سجود (طول قیام سے) افضل ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، نیز نماز سے مقصود تذلل اور عجز ہے اور انتہائی ذلت سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ نمازی سجدہ کی حالت میں اپنے جسم کا عظیم ترین حصہ یعنی اپنا چہرہ اس جگہ رکھ دیتا ہے جو پیروں تلے روندی جاتی ہے، اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دیتا ہے، نیز امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی قرات کرتا ہوا سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس اسے سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کر لیا اور اس کو جنت مل جائے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا اور مجھے دوزخ ملے گی، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ [۱]

اس حدیث شریف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب پر قرآن کریم بھی ناطق ہے، (واسجد واقترب، علق ۱۹) "سجدہ کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو" نیز فرمایا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (الفتح ۲۹) ان (صحابہ کرام) کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوگا۔ ان دلائل کے پیش نظر امام شافعی طول سجود کو طول قیام پر فضیلت دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ طول سجود کی بہ نسبت طول قیام افضل ہے، کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصلوٰۃ طول القنوت [۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل قیام ہے۔

نیز قیام میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور سجدہ میں تسبیح کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن تسبیح سے افضل ہے، علاوہ ازیں قیام میں مشقت ہوتی ہے اور سجدہ میں آرام ہے اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احمزھا۔ [۳]

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا جس میں زیادہ مشقت ہو۔

---

[۱] امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[۲] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۳] علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ

هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنِّي لَفِي شَأْنٍ وَإِنَّكَ لَفِي آخَرَ ۔

٩٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ ۔

٩٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ أَنَّ عَائِشَةَ نَبَّأَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ ۔

٩٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنِي هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ ۔

کو زیبا ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں کیا سمجھ رہی تھی اور آپ کس حال میں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہیں دیکھا، میں آپ کو ڈھونڈنے لگی تو میرا ہاتھ آپ کے تلوے پر پڑا اور وہ اٹھا ہوا تھا آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر کھڑے تھے اور آپ اس وقت یہ پڑھ رہے تھے:
اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک
"اے اللہ! میں تیرے غصہ سے تیری خوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے ڈر کر تیری ہی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری حمد وثناء ایسی نہیں کر سکتا جیسی حمد وثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں یہ پڑھتے تھے: سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو سید المعصومین ہیں، ہر قسم کے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سہواً ہوں یا عمداً، اظہار نبوت سے پہلے ہوں یا بعد ان سب سے معصوم ہیں بلکہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی خطاء سے بھی معصوم رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم کس حکمت کی بناء پر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر روز اس قدر کثرت سے استغفار کس سبب سے کرتے تھے، اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا عبدیت کا تقاضا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کی وجہ سے تھا۔

۲۔ علامہ وشتانی فرماتے ہیں کہ آپ کا استغفار کرنا بطور تواضع تھا یا ترقی درجات کے اعتبار سے یعنی جب آپ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبہ کو دیکھ کر توبہ اور استغفار کرتے (اگرچہ آپ کا ہر مرتبہ عزت وجلال کے اعتبار سے تمام انبیاء کے مراتب سے بلند تر ہے سعیدی غفرلہٗ)

۳۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ انسان فطرۃً حق عبادت ادا کرنے سے قاصر ہے اگر وہ زندگی کا ہر سانس عبادت میں گزار دے پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہٰذا آپ کا توبہ واستغفار کرنا اس قصور فطری کی بناء پر ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور انسان کا شکر کرنا محدود ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی شکر غیر متناہی نعمتوں کا متکفل نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطابق شکر ادا کرنے سے فطرۃً عاجز ہے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا توبہ واستغفار کرنا اس عجز فطری کی بناء پر تھا۔

۵۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرائض رسالت، مصالح امت اور تبلیغی امور میں اشتغال کی وجہ سے بعض اوقات مشاہدہ ذات وصفات میں منہمک نہ رہتے اور اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۶۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مطالعہ ذات وصفات میں مستغرق نہ رہتے، اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات امور طبعیہ مثلاً بول وبراز اور جنابت وغیرہ کے عارض ہونے کی وجہ سے مشاہدہ ذات وصفات نہ کرتے، اس بناء پر استغفار فرماتے۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض احوال میں عوارض بشریہ (مثلاً نیند وغیرہ) عارض ہونے کی وجہ سے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ فرماتے (اگرچہ دل یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا) اس وجہ سے استغفار فرماتے۔

۹۔ انبیاء سابقین نے استغفار کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات

کے جامع ہیں اس لیے استغفار فرماتے۔

۱۰۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کی غرض سے استغفار فرمایا۔

۱۱۔ علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے استغفار اس لیے فرمایا کہ جب ہم توبہ اور استغفار کریں تو ہمیں آپ کی اقتداء کرنے کا شرف حاصل ہو جائے۔

۱۲۔ شیخ ابو مسعود لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور انکسار کے لیے استغفار کیا۔

۱۳۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال اور مقام ہر آن میں پہلی آن سے بلند تر تھا اور حضور اس پہلی آن کے لحاظ سے استغفار فرماتے۔

۱۴۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امر تعبدی تھا جس طرح آپ کعبہ سے افضل ہونے کے باوجود کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے: ان اللہ یحب التوابین۔ (بقرہ: ۲۲۲) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے توبہ فرماتے تھے۔

۱۶۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر اگر ہم لگاتار کسی چیز کو دیکھیں تو اس سے ہمیں مشقت ہوگی اور اگر دیکھنے کے دوران ایک آن کے لیے پلک جھپکا لیں تو یہ پلک جھپکانا نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود رحمت ہوگا اور اس سے ہماری نظر کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس عالم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کا مسلسل مشاہدہ کرنا آپ کے لیے باعث مشقت ہوگا اس لیے گاہے گاہے آپ کے قلب پر انوار و تجلیات کا حجاب چھا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ لیغان علی قلبی "میرے دل پر ابر آجاتا ہے" ہر چند کہ یہ حجاب آپ کے تسلسل مشاہدہ میں کوئی قابل ذکر فرق پیدا نہیں کرتا تاہم آپ اپنے مقام عالی کے پیش نظر اس حجاب کی وجہ سے بھی توبہ اور استغفار فرماتے۔

۱۷۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کثرت استغفار کا سبب "امت میں کثرت کی علامت" تبلایا یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کے فتح و نصرت عطا کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے اور اعتراف نعمت کے طور پر بصورت استغفار شکر ادا کرتے یا جس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد لوگوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا آپ کی وفات اور وصال کے قرب کی علامت تھی اس وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کرتے۔

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے حضرت عائشہ کا ہاتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دراں حالیکہ آپ سجدہ میں تھے۔

عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم کے لمس سے لذت حاصل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ لذت حاصل ہو یا نہ ہو مطلقاً جسم عورت کے لمس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[1] اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے جسم کا لمس وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، یہ حدیث امام اعظم کی مؤید ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضور کے تلووں کو ہاتھ لگایا درآں حالیکہ حضور سجدہ میں تھے اور حضور بدستور نماز میں مشغول رہے، معلوم ہوا کہ عورت کے جسم کے لمس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے اے اللہ میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو اپنی خود فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو خود اپنی کرتا ہے اس جملہ سے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ تعریف کسی صفت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور کوئی مخلوق غیر متناہی چیزوں کا علم اور ادراک نہیں رکھتی اس لیے ان صفات پر اللہ تعالیٰ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں یا تعریف نعمت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی غیر متناہی ہیں اس لیے ان کی تعریف بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے اور یا تعریف ذات کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت کسی مخلوق کو معلوم نہیں اس لیے ان کی تعریف کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں اور مخلوق کو جس قدر معرفت ہوگی وہ متناہی ہوگی اس لیے اس کی تعریف وہ خود ہی کر سکتا ہے اور جیسی تعریف وہ خود کرتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

سبوح کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے شریک وغیرہ اور رب الملائکہ والروح میں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بَابٌ (۱۸۱) فَضْلِ السُّجُوْدِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ — سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۹۹۶ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْاَوْزَاعِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعَيْطِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ

معدان بن طلحہ یعمری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے عرض کیا

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۹

مَعْدَانُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ الْیَعْمَرِیُّ قَالَ لَقِیْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ یُدْخِلُنِیَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ اَوْقَالَ قُلْتُ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَیْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِیْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِیْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ لِیْ مِثْلَ مَا قَالَ لِیْ ثَوْبَانُ۔

مجھے ایسا عمل بتلایئے جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے یا یہ کہا کہ مجھے وہ عمل بتلایئے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، حضرت ثوبان خاموش رہے میں نے دوبارہ سوال کیا وہ پھر خاموش رہے، میں نے سہ بارہ سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت سجود کو لازم کر لو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک سجدہ کر لے سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا معدان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابو درداءؓ رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا اور انھوں نے بھی حضرت ثوبان والا جواب دیا۔

۹۹۷۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰی اَبُوْ صَالِحٍ قَالَ نَا مِعْقَلُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْاَوْزَاعِیَّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ كَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ رَبِیْعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْاَسْلَمِیُّ قَالَ كُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ اَوْ غَیْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور آپ کے استنجا اور وضو کے لیے پانی لاتا ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے"، میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ "اور کچھ"، میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ نے فرمایا تو پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ

حدیث نمبر ۹۹۶ میں ہے سجدہ سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے۔

حضرات شافعیہ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہتے ہیں، کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے کیونکہ ایک سجدہ کرنے سے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے تو نمازی جتنے سجدے

کرے گا اس کو اتنی نیکیاں ملیں گی اس لیے کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے ان کی اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک سجدہ سے ایک نیکی ملتی ہے لیکن نمازی کی حالت قیام میں نمازی جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس لیے جتنا طویل قیام ہوگا اتنا زیادہ قرآن کریم پڑھا جائے گا اور اسی کے حساب سے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے جو کہ دس کے برابر ہے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے[1] یعنی صرف الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اسی طرح نماز میں جتنا طویل قیام کرے گا اس کی نیکیوں میں اسی قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نیکیوں کا حصول گناہوں کے مٹنے کو مستلزم ہے، قرآن کریم میں ہے:

ان الحسنات يذهبن السيئات ۔ (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الاعمال افضل فقال احمزها۔[2]

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے، فرمایا جس عمل میں زیادہ مشقت ہو۔

اور بالکل واضح بات ہے کہ طول قیام میں کثرت سجود کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے، کیونکہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں پر ورم آجاتا جبکہ سجدہ میں نمازی کو آرام ملتا ہے اس اعتبار سے بھی طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے اور ایک حدیث میں صاف مذکور ہے کہ:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الصلوة طول القنوت ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل رکن طول قیام ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ ۔ جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۸)

حدیث شریف میں اتنی واضح صراحت کے بعد اس امر میں بحث کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہتی کہ سجدہ افضل ہے یا قیام کیونکہ اس حدیث میں قیام کے افضل ارکان صلوٰۃ ہونے کی روشن تصریح ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی متوفی ۹۷۵ھ، جامع ترمذی و مستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد جزری ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت

حدیث نمبر ۹۹۰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "مانگ کیا مانگتا ہے"، اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی ہیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کر دیں۔

علامہ سنوسی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ:

اطلب هذا وغيره مما شئت [1]

رفاقت جنت یا اس کے علاوہ جو کچھ اور چاہو طلب کرو۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ويؤخذ من اطلاقه عليه السلام الامر بالسوال ان الله تعالى مكنه من اعطاء كل ما اراد من خزائن الحق ومن ثم قال ائمتنا من خصائصه عليه السلام انه يخص من شاء بما شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين (رواه البخاری) وفی ترخيصه فی النياحة لام عطية فی ال فلان خاصة (رواه مسلم) قال النووی للشارع ان يخص من العموم ما شاء وبالتضحية بالعناق لابی بردة بن نيار وغيره وذكر ابن سبع فی خصائصه وغيره ان الله تعالى اقطعه ارض الجنة يعطی منها ما شاء لمن شاء۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا "مانگو جو مانگتا ہے"، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے جو چاہیں عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے، اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرما دیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر کر دیا۔ (بخاری) نیز آپ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوحے کی اجازت دی (مسلم) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شارع عام احکام سے جس کو چاہے خاص کر دے جیسے ابو بردہ بن نیار اور ان کے علاوہ بعض صحابہ کے لیے چھ ماہ کا بکرا قربانی کے لیے جائز کر دیا اور ابن سبع نے حضور کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کی زمین کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

اس میں سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویؤخذ من اطلاق قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی مکنہ من اعطاء کل ما ارادہ من خزائنہ تعالٰی وانہ یخص من السائلین من شاء بما شاء فانہ بحر فضل وکرم وکمال لا ساحل لہ[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بغیر کسی قید کے فرمایا "مانگو" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنے خزانوں میں سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قدرت دی ہے جس کا آپ ارادہ فرمائیں اور یہ کہ آپ مانگنے والوں میں سے جس کو چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں خاص کر لیں، کیونکہ آپ فضل وکرم اور کمال کا ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔

نیز حضرت شیخ فرماتے ہیں:

واز اطلاق سوال کہ فرمود "سل" وتخصیص نکرد بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت او است صلے اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا کہ "مانگو" اور اسے کسی خاص مطلوب کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بکرم ہاتھ میں ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ اساطین علماء اسلام کا اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ مسلک ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جو چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا فرما دیں، اور چونکہ آپ کا یہ عطا فرمانا قضاء الٰہی کی موافقت کے ساتھ مقید ہے اس لیے یہ سوال وارد نہیں ہوگا کہ پھر آپ نے مکہ کے تمام مشرکین کو مسلمان کیوں نہ کر دیا، خاص کر اپنے چچا ابو طالب کو کیوں نہ مسلمان کر دیا کیونکہ حضور تو بے شک یہی چاہتے تھے کہ سارا دنیا کے مشرک مسلمان ہو جائیں لیکن یہ قضاء الٰہی میں نہیں تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام مشیت ایزدی کے مطابق اور قضاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے یہ صرف اللہ تعالٰی کی خصوصیت ہے کہ وہ جو چاہے کرے وہ کسی کی مرضی، مشیت اور اجازت کا پابند نہیں ہے۔

---

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، لمعات ج ۴ ص ۱۷۲، مطبوعہ لاہور
[2] " " " اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

بَابُ ۱۸۲ أَعْضَاءِ السُّجُوْدِ وَالنَّهْيِ عَنْ كَفِّ الشَّعْرِ وَالثَّوْبِ وَعَقْصِ الرَّأْسِ فِي الصَّلٰوةِ

۹۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُهِيَ أَنْ يَكُفَّ شَعْرَهُ أَوْ ثِيَابَهُ هٰذَا حَدِيْثُ يَحْيَى وَقَالَ أَبُو الرَّبِيعِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُهِيَ أَنْ يَكُفَّ شَعْرَهُ وَثِيَابَهُ الْكَفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ وَالْجَبْهَةِ۔

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا أَكُفَّ ثَوْبًا وَشَعْرًا۔

۱۰۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ وَنُهِيَ أَنْ يَكُفَّ الشَّعْرَ وَالثِّيَابَ۔

۱۰۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهٖ عَلَى أَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَأَطْرَافِ

اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کی حالت میں بالوں کو سنوارنے اور کپڑے سمیٹنے سے منع کیا گیا ہے، یہ حدیث یحیٰی کی روایت کے مطابق ہے اور ابوالربیع کی روایت میں سات ہڈیوں پر (سجدہ کرنے) اور بالوں کو سنوارنے اور کپڑوں کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے (وہ سات ہڈیاں یہ ہیں)، دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے، دونوں قدم اور پیشانی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ (نماز میں) نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور بال سنوارنے اور کپڑوں کو موڑنے سے منع کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ نہ بالوں کو

الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعْرَ۔

سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

۱۰۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ وَلَا أَكْفِتَ الشَّعْرَ وَلَا الثِّيَابَ الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں پیشانی اور ناک دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور دونوں قدم"

۱۰۰۳- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا باندھا ہوا تھا، حضرت ابن عباس نے کھڑے ہو کر وہ جوڑا کھولنا شروع کر دیا، عبداللہ بن حارث نماز پڑھ کر حضرت ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میرے سر کو کیوں چھیڑ رہے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے جس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۹۹۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پہ سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام ائمہ حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مشروع ہے، جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں، البتہ ناک کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے اور پیشانی کے ساتھ ناک بھی لگانا سنت یا مستحب ہے۔ اگر ناک نہ لگی تب بھی سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اس باب کی پہلی حدیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر پیشانی

لہ۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۳-۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کرتے، فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر عذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے، امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ [1]

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا، ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم کا استدلال ہے۔ [2]

امام شافعی کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۰۰۱ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر ایک عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو، تاہم ان کا ایک قول امام اعظم کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ [3]

امام احمد بن حنبل پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لایصیب انفہ من الارض مایصیب الجبینہ۔ (دار قطنی ج ۱/ ص ۳۴۸)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک (سجدہ میں) نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ [4]

فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی کمال پر محمول ہے اسی طرح جن احادیث میں ـــــ ناک کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی استحباب پر محمول ہیں، امام اعظم کے مسلک کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی دو ہاتھ دو گھٹنے اور دو پیروں کی انگلیاں"۔
(بخاری باب السجود علی سبعۃ اعظم، مسلم باب اعضاء السجود، ابوداؤد ایضاً نسائی باب السجود علی الیدین، ترمذی باب السجود علی سبعۃ اعضاء، ابن ماجہ باب السجود)۔

ان تمام احادیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[2] علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] ابو اسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[4] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد باعلی جبھتہ علی قصاص الشعر۔

(دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشانی کے اوپر والے حصے پر سجدہ کر رہے تھے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور اس کے ساتھ ناک کا لگانا سنت یا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی مختار قول یہی ہے البتہ امام احمد بن حنبل ناک اور پیشانی دونوں کو سجدہ میں لگانا واجب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ، پھر چہرہ اور امام مالک کا مسلک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ، پھر گھٹنے رکھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد احدکم فلیضع یدیہ قبل رکبتیہ ولا یبرک برک البعیر۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ واذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ اخرجہ ابوداؤد والنسائی والترمذی قال الخطابی ھذا اصح من حدیث ابی ھریرۃ وروی عن ابی سعید قال کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا بوضع الرکبتین قبل الیدین" وھذا یدل علی نسخ ما تقدم وقد روی الاثرم حدیث ابی ھریرۃ اذا سجد احدکم فلیبدا برکبتیہ قبل یدیہ ولا یبرک بروک الفحل۔ [1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا آپ نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا اور جب سجدہ سے اٹھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور خطابی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ ہم (سجدہ میں) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت کے منسوخ

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۳۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ہونے پر دلیل ہے۔ اثرم نے ابوہریرہ سے ہی یہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) گھٹنے رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اثرم کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت مضطرب ہے اور حضرت ابوسعید کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت منسوخ ہے اس لیے اس منسوخ اور مضطرب روایت کو چھوڑ کر حضرت وائل بن حجر کی حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر چہرہ رکھے اور جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور گھٹنے اٹھائے۔

سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق

بعض متاخرین مشائخ، احناف، (قدوری، کرخی اور جصاص) نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور بعض (صاحب الخلاصہ) نے کہا ہے کہ صرف ایک پیر کا رکھنا فرض ہے، لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں کیونکہ ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ سجدہ میں صرف چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے۔

مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پیشانی کا زمین پہ جمنا سجدہ کی حقیقت ہے، اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (در مختار، فتاویٰ رضویہ)۔[1]

مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ سجدہ کی حقیقت پیشانی کا زمین پہ رکھنا ہے، البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیروں کا زمین پہ رکھنا شرط ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سجد یسجد سجودا وضع جبهته بالارض[2]

سجدہ کا معنی ہے پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وفی السجود امساس جبهته او انفه علی الارض عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی[3]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشانی یا ناک کو زمین پہ رکھنا سجدہ ہے۔

---

[1] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۳ ص ۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی (ایران ۱۳۴۳ھ)
[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۰۴، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ
[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وسجد علی انفه وجبهته لان النبی صلی الله علیه وسلم واظب علیه فان اقتصر علی احدهما جاز عند ابی حنیفة رحمه الله وقالا لا یجوز الاقتصار علی الانف الا من عذر وهو روایة عنه لقوله علیه السلام امرت ان اسجد علی سبعة اعظم وعد منها الجبهة ولابی حنیفة رحمه الله ان السجود یتحقق بوضع بعض الوجه وهو المامور به الا ان الخد والذقن خارج بالاجماع والمذکور فیما روی الوجه فی المشهور ووضع الیدین والرکبتین سنة عندنا لتحقق السجود دونهما واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انه فریضة فی السجود۔[1]

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک بلاعذر ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے، امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، اور آپ نے پیشانی کو ان میں سے شمار کیا، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، البتہ ٹھوڑی اور رخسار بالاجماع سجدہ سے خارج ہیں، اور مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے، اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیوں کہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے رہا دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدوری نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں ہے "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی کپڑے اور بال نہ موڑے"۔ اس حدیث سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے، کیونکہ امرت "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور استحباب دونوں میں مستعمل ہے، اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار دینا موجب اشکال ہے، کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے اور امام ابوحنیفہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔[2]

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۷، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان لفظ امرت مستعمل فیما ھو اعم من الندب والوجوب وھو معنی طلب منی ذلک، ثم ھو فی الجبھۃ وجوب وفی غیرھا معہ ندب او فی الندب بخصوصہ۔[1]

امرت (مجھے حکم دیا گیا ہے) کا لفظ وجوب اور استحباب میں عام ہے اور اس کا معنی ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے، اور یہ پیشانی میں وجوب کے لیے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استحباب کے لیے یا بالخصوص استحباب کے لیے ہے۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

اما اعضاء السجود فسبعۃ وفریضۃ السجود تتعلق بعضو واحد منھا فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وھو الوجہ۔[2]

سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔

علامہ ابن نجیم، علامہ ابن ہمام اور علامہ خوارزمی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اس لیے سجدہ فرض ہے اور سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ کو رکھنا ہے اور زمین پر پیشانی یا ناک لگنے سے زمین پر چہرہ لگ جاتا ہے اس لیے پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک کے لگنے سے فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور حدیث میں جن سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں سے صرف پیشانی کو زمین پر رکھنا فرض ہے جو کہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور باقی اعضاء یعنی دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر سوان کا زمین پر رکھنا مستحب ہے، کیونکہ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور علامہ مرغینانی نے قدوری سے جو یہ نقل کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذکر القدوری ان وضعھما فرض وھو ضعیف واما الیدان فظاھر الروایۃ عدم افتراض وضعھما قال فی التجنیس والخلاصۃ وعلیہ فتوی مشائخنا۔[3]

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے، یہ ضعیف قول ہے اور رہا ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے، تجنیس اور خلاصۃ الفتاوی میں لکھا ہے ہمارے مشائخ کا اسی پر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، " " "

[3] علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فتویٰ ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما سنة فتكون الكراهة تنزيهة۔[۱]

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

ملا خسرو حنفی لکھتے ہیں:

وذكر الامام التمرتاشی ان اليدين والقدمين سواء فی عدم الفريضة وهو الذی يدل عليه كلام شيخ الاسلام فی مبسوطه وهو الحق۔[۲]

امام تمرتاشی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قدوری، کرخی اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز نہیں ہے، اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز ہے، اور اس کو مکروہ نہیں کہا، اور فتاویٰ قاضی خاں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع تمرتاشی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔[۳]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لیے تو یہ تعظیم اور اجلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجیز میں لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھا لیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔[۴]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ خود انہوں نے شروع میں لکھا ہے، محض کسی کی رائے سے فرضیت ثابت

۱۔ علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۔ ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ
۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۶۵۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ
۴۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

نہیں ہوتی اور تلاعب کے ساتھ مشابہت کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی نے ایک پیر بہت زیادہ اٹھا لیا تو یہ بھی تلاعب کے مشابہ ہے حالانکہ صرف ایک پیر کو اٹھانے سے صاحب الخلاصۃ قاضی خان اور اکثر فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے، نیز تلاعب کے ساتھ مشابہت اس وقت ہوگی جب دونوں پیر بہت زیادہ اٹھا لیے جائیں، اور اگر دونوں پیر زمین پر لگے نہ ہوں صرف معمولی سے اٹھے ہوتے ہوں تو یہ تلاعب کے ساتھ مشابہ نہیں ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ سجدہ میں ——— گھٹنوں کی طرح بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے، ہاں پیشانی کو زمین پر رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھا جائے، اس لیے سجدہ میں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کا لاعلی التعیین زمین پر رکھنا فرض ہے، خصوصیت کے ساتھ پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے اور یہ فرض ظنی ہے جو حکماً واجب ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

واما وضع القدمين فقد ذكر القدوری انه فرض فی السجود فاذا سجد ورفع اصابع رجليه عن الارض لايجوز كذا ذكره الكرخی والجصاص ولو وضع احدهما جاز قال قاضی خان ويكره وذكر الامام التمرتاشی ان اليدين والقدمين سواء فی عدم الفريضة وهوالذی يدل عليه كلام شيخ الاسلام فی مبسوطه وهوالحق۔[1]

قدوری نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے، پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح کرخی اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے اور قاضی خان نے کہا مکروہ ہے، اور امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

واختلف فی محل اقامة فرض السجود قال اصحابنا الثلاثة هو بعض الوجه وقال زفر والشافعی السجود فرض على الاعضاء السبعة الوجه واليدين والركبتين والقدمين احتجاجا بما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال امرت

سجدہ میں کس چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے امام شافعی اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے، اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی علی

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ان اسجد علی سبعۃ اعظم الوجہ والیدین والرکبتین والقدمین ولنا ان الامر تعلق بالسجود مطلقا من غیر تعیین عضو ثم انعقد الاجماع علی تعیین بعض الوجہ فلا یجوز تعیین غیرہ ولا یجوز تقیید مطلق الکتاب بخبر الواحد فنحملہ علی بیان السنۃ عملا بالدلیلین ثم اختلف اصحابنا الثلاثۃ فی ذلک البعض قال ابوحنیفۃ ہو الجبہۃ او الانف غیر عین حتی لو وضع احدہما فی حالۃ الاختیار یجزیہ۔[1]

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیر) اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس میں کسی عضو کے رکھنے کی تعیین نہیں کی، پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اس لیے اب کسی اور عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق حکم کو خبر واحد سے معین کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو، پھر ہمارے اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا وہ پیشانی یا ناک ہے لاعلی التعیین، حتی کہ اگر اس نے حالت اختیار میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔

غور فرمائیے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے بھی سجدہ میں پیروں کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی تو قدوری، جصاص، کرخی اور صاحب الخلاصۃ میں یہ طاقت کہاں سے آئے گی کہ ان کے اقوال کی بناء پر سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے تو پیروں کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہ ہو اور خبر واحد سے قرآن مجید کے مطلق کی تقیید لازم آئے اور یہ جائز نہ ہو اور قدوری، جصاص اور کرخی کے اقوال اور ان کی آراء سے فرضیت ثابت ہو اور قرآن مجید کے مطلق کی تقیید جائز ہو جائے فیا للاسف!

خاتم المحققین علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے اور دقیق گفتگو کی ہے کہ آیا سجدہ میں پیروں یا گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے یا نہیں، اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے ہم اس عبارت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے جب نمازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے، کرخی اور جصاص نے بھی اسی

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خان نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام تمرتاشی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے، مجتبیٰ میں لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مختصر کرخی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے، اور میں نے بعض نسخوں میں دیکھا اس میں دو روایتیں ہیں، فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھا لیا تو یہ جائز ہے، اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں، (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے، البحر الرائق میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہوگا، عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے، اور لکھا ہے یہی حق ہے اور درر میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لازم آئے گی، لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی ہے، کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے ائمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہوگا، اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ (موقوف علیہ) بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔ لہ

میں کہتا ہوں کہ یہ تقریر سراسر غلط ہے اول تو اس لیے کہ شارح منیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی، کیونکہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سجدہ میں صرف چہرہ کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء کا رکھنا سنت ہے، مبسوط، ہدایہ اور بدائع الصنائع کے حوالے گزر چکے ہیں اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی کے حوالوں سے یہ تصریح گزر چکی ہے کہ پیروں کو سجدہ میں رکھنا فرض نہیں ہے، سنت ہے، نیز شارح منیہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے، کیونکہ محیط کے حوالے سے یہ گزر چکا ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھے بغیر سجدہ جائز نہیں ہے، اور شارح منیہ نے یہ جو کہا ہے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے یہ صحیح ہے، لیکن زمین پر پیشانی کا رکھنا صرف زمین پر پیر رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر نمازی صرف دونوں ہتھیلیاں اور گھٹنے رکھ دے اور پیر نہ رکھے تب بھی زمین پر پیشانی رکھی جا سکتی ہے اور ہیئت

لہ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، یا صرف گھٹنے اور ہتھیلیاں رکھے اور پیر نہ رکھے پھر بھی ہیئت سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، اگرچہ کامل اور سنت کے مطابق ہیئت سجدہ تینوں کے رکھنے سے ہوگی اس لیے صرف پیروں کو سجدہ کا موقوف علیہ کہنا غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں میں سے کوئی ایک عضو لاعلی التعیین ہیئت سجدہ کا موقوف علیہ ہے، بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ فاغتنم ھذا التحریر فانہ من خصائص ھذا الکتاب۔

اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح المجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح کفایہ میں زاہدی، کرخی اور معراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھا لیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر کو اٹھا لیا تو سجدہ ہو جائے گا۔ فیض میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور حلیہ میں لکھا ہے اس کی زیادہ توجیہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے، البحر الرائق اور شرنبلالیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے، اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلا مرجح ہے، (بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے) اور نفیس روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا ناجائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے، فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے، اسی لیے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔ [1]

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر لکھی ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔ [2]

علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی تشنگی ہے، حق یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا خصوصیت کے ساتھ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۷-۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

پیروں پر موقوف نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک پر لاعلی التعیین موقوف ہے اس لیے ہاتھوں کے ساتھ ان دو اعضاء میں سے کسی ایک کا زمین پر رکھنا واجب ہے ٭ اور دونوں کا بیک وقت رکھنا سنت ہے، اور جب نمازی نے سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھے ہوئے ہوں اور دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی الا یہ کہ کوئی نمازی حد فاحش تک پیر بالکل اوپر اٹھائے تو یہ عمل تلاعب کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ سجدہ میں کم از کم ایک انگلی کا پیٹ لگانا بایں طور کہ انگلی کا پیٹ قبلہ کی طرف ہو، فرض ہے اور اگر سجدہ میں کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، یہ قول بھی بلادلیل اور باطل ہے کیونکہ جب پیروں کا رکھنا ہی فرض نہیں ہے تو کسی انگلی کا پیٹ لگانا کیسے فرض ہوگا! اور اس کی بنیاد درمختار کی ایک عبارت ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون۔ [1]

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:

بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ [2]

---

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۳۴۶، 〃 〃 〃

٭ زمین پر سہولت کے ساتھ پیشانی رکھنا تو دو اعضاء پر موقوف ہے، دونوں ہاتھوں کے ساتھ دونوں گھٹنوں یا پیروں میں سے کوئی ایک لاعلی التعیین، تاہم ایک عضو کے ساتھ بھی پیشانی زمین پر رکھی جا سکتی ہے مثلاً دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں اور گھٹنے اور پیر دونوں زمین سے اٹھالیں یا دونوں گھٹنے زمین پر رکھیں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زمین سے اٹھالیں، مگر اس میں دشواری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ صرف ہاتھوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے اور صرف گھٹنوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے، البتہ صرف پیروں سے سجدہ نہیں ہو سکتا بایں طور کہ صرف پیروں کے زور پر پیشانی کو زمین پر رکھا جائے اور ہاتھوں اور پیروں کو نہ رکھا جائے اور (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

پھر اس کی تفصیل میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے، جس طرح اگر بلا عذر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھا لیا تو یہ مکروہ ہے، اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اور علامہ رملی نے حاشیۃ البحر میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو برجندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء معنوی اور قہستانی نے جلابی سے نقل کیا ہے اور حلیہ میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں منقول ہے جب نماز میں سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سکیڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کرے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں فرضیت، وجوب اور سنیت (یہاں علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے انھوں نے پہلے یہ تین قول بیان کیے تھے (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے سعیدی غفرلہٗ)۔ اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے، اور ابن امیر حاج نے حلیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے، پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے، اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ (زاہدی معتزلی) کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے، اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔[1]

میں نے یہ بات واضح کرنے میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے کہ سجدہ میں دونوں یا کسی ایک

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ مشائخ نے سجدہ میں صرف ہاتھوں اور صرف گھٹنوں کے رکھنے کو فرض نہیں کیا جن میں سے ہر ایک سجدہ کا مستقل موقوف علیہ ہے، اور پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے، جن کے بغیر سجدہ ہو سکتا ہے، الغرض پیروں کو زمین پر رکھنے کا سجدہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج اص ۳۴۱-۳۴۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ

پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے، نہ واجب ہے اور نہ کسی ایک انگلی کے پیٹ کا لگانا سجدہ میں فرض یا واجب ہے، اور جب سجدہ میں نمازی کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر ہوں اور اس کے دونوں یا ایک پیر زمین سے اٹھ جائے یا اس کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ یہ عمل سنت کے خلاف ہے اور صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض متشدد لوگ نماز میں لوگوں کی انگلیاں دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کسی امام کی نماز میں کوئی انگلی زمین سے نہ لگے تو اس امام کے خلاف فتووں کا طوفان اٹھا لیتے ہیں اور اس غریب کو مسجد سے نکال کر دم لیتے ہیں، کیونکہ عام دستیاب اردو کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ سجدہ میں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے، ہر چند کہ بعض متاخرین مشائخ احناف نے اسی طرح لکھا ہے لیکن ان کا یہ قول صریح قرآن مجید، احادیث اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد اور ان کے بعد شیخ الاسلام، امام سرخسی، امام تمرتاشی، علامہ محمد بابرتی صاحب عنایہ، ملا خسرو صاحب درر وغرر، علامہ شامی اور دیگر محققین کی تصریح کے خلاف ہے، کیونکہ سجدہ کی حقیقت صرف پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا ہے اور بس! البتہ اس کے تحقق کے لیے ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں کسی ایک کا لا علی التعیین زمین پر رکھنا واجب ہے، کیونکہ فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے اور چونکہ یہ فرض ظنی ہے اس لیے یہ حکماً واجب ہے۔

میں نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے کسی اور نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے لکھا ہو اور چونکہ لوگوں میں مشہور وہی ہے جو عام دستیاب اردو کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لیے بعض ناپختہ ذہنوں اور متشدد لوگوں کو ضرور اس سے اضطراب ہوگا، لیکن میں اظہار حق میں کبھی لوگوں کے چیں بہ جبیں ہونے کی پرواہ نہیں کرتا، ہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم بغیر دلیل شرعی کے کسی چیز کو فرض نہیں کہہ سکتے، جن بعض فقہاء نے سجدہ میں سر رکھنے کو فرض کہا انھوں نے بالخصوص پیروں کے زمین پر رکھنے کو سجدہ کا موقوف علیہ سمجھ لیا، یہ ان کی اجتہادی خطاء ہے جس میں وہ عند اللہ ماجور ہیں۔ لیکن جب ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص پیروں کا رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے تو ہم کو جان بوجھ کر مکھی پر مکھی مارنا نہیں چاہیے اور اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کے درجات بلند کرے وہ یقیناً متقی اور متورع ہیں ہم سے بہت بلند اور برتر تھے اور ہم ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے لیکن اس کے باوجود وہ بشر اور انسان تھے اور اجتہادی خطاؤں سے منزہ نہیں تھے اور نہ ہم ہیں، اگر چند مسائل میں ان کی اجتہادی خطا نکل آئے تو اس سے ان کی علمی عظمتوں میں کوئی فرق نہیں آتا وہ یقیناً علمی دنیا میں فقہ کے آفتاب اور ماہتاب ہیں، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دین اسلام آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سہل اور آسان احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے بلاوجہ سخت اور دشوار فتوے تلاش کر کے مسلمانوں کو مشکل میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی

اصحابه الكاملين الراشدين واله الطيبين الطاهرين وازواجه امهات المؤمنين وعلى جميع اولياء امته وعلماء ملته اجمعين ۔

نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم

حدیث نمبر ٩٩٩ کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑوں کو موڑنے سے اور حدیث نمبر ١٠٠٢ میں نماز میں بالوں کو سنوارنے سے منع فرمایا ہے۔

ان احادیث میں نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کیا گیا ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے گی ان کی دلیل اس باب کی آخری حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی تنزیہی ہے[1]۔

احناف کی کتب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء حنفیہ کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

في الخلاصة ان لا يكره كما في شرح منية المصلي ويدخل ايضا في كف الثوب تشمير كمه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق و في الخلاصة ومنية المصلي قيد الكراهة بان يكون رافعا كميه الى المرفقين وظاهره انه لا يكره اذا كان يرفعهما الى ما دونهما و الظاهر الاطلاق لصدق كف الثوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهية تشمير الكمين قولين۔[2]

"خلاصہ" میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن "خلاصہ" اور "منیۃ المصلی" میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھا لیا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی ہیں تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور "مجتبیٰ" میں آستین چڑھانے کی کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء نے نمازی کے کپڑا موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ، المغنی ج ١ ص ٦٠٧، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٥ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ، البحر الرائق ج ٢ ص ٢٤، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ١٣١١ھ

مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے اس نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح (نماز میں) کپڑا لٹکانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمیہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمیہ کی نفی کرتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے[1]

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائنچوں کو موڑنا اور ٹخنے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا، اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے، اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے، شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جامع تمرتاشی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے، تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرف اشارہ ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کے سر کا جوڑا ان کی نماز کی حالت میں کھول دیا، اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا کہ نماز کی حالت میں بھی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چاہیے نیز مسلمان جس برائی کو مٹا سکے مٹا دے خواہ نماز کی حالت ہو اور یہ کہ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔

بَابُ ۸۳ الْاِعْتِدَالِ فِي السُّجُوْدِ وَوَضْعِ الْكَفَّيْنِ عَلَى الْاَرْضِ وَرَفْعِ الْمِرْفَقَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَرَفْعِ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخِذَيْنِ فِي السُّجُوْدِ

اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائیاں

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] ″ ″ ″ ″ ، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

يَبْسُطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ

کہ (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھائے۔

نوٹ: یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کی نماز کا طریقہ انشاء اللہ عنقریب شرح میں آئے گا سعیدی غفرلہ

١٠٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَلَا يَتَبَسَّطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ۔

امام مسلم کہتے ہیں ابن جعفر کی روایت میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیاں کتے کی طرح نہ بچھائے۔

١٠٠٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِيَادٍ عَنْ اِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیاں زمین سے بلند رکھو۔

١٠٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ۔

حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ رکھتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

١٠٠٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ يُجَنِّحُ فِيْ سُجُوْدِهٖ حَتّٰى يُرٰى وَضَحُ اِبْطَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ اللَّيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ يَدَيْهِ عَنْ اِبْطَيْهِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَرٰى بَيَاضَ اِبْطَيْهِ۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی (یا سفیدی کی جگہ سفید) نظر آتی اور لیث کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ بغلوں سے جدا رکھتے حتیٰ کہ میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتا۔

١٠٠٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيٰى اَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَصَمِّ عَنْ عَمِّهٖ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بُهْمَةٌ اَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی بغلوں کے درمیان میں سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

۱۰۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ خَوّٰى بِيَدَيْهِ وَجَنَّحَ حَتّٰى يُرٰى وَضَحُ إِبْطَيْهِ مِنْ وَّرَائِهِ وَإِذَا قَعَدَ اطْمَأَنَّ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى۔

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے پشت سے آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں پیر پر بیٹھتے۔

۱۰۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافٰى حَتّٰى يُرٰى مِنْ خَلْفِهِ وَضَحُ إِبْطَيْهِ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي بَيَاضَهُمَا۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلوؤں سے جدا رکھتے حتیٰ کہ پشت سے آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

ف: علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس ہیئت سے سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع اور تذلل ہے۔

بَابُ ۱۸۲ مَا يَجْمَعُ صِفَةَ الصَّلٰوةِ وَمَا يُفْتَتَحُ بِهٖ وَيُخْتَمُ بِهٖ وَصِفَةِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالسُّجُوْدِ وَالْاِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالتَّشَهُّدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ وَصِفَةِ الْجُلُوْسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَفِي التَّشَهُّدِ الْاَوَّلِ

نماز کی جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع اعتدال، چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد و سجدوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان

۱۰۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قراءت

أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيمِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ۔

الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے اور رکوع میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے، سر نیچا رکھتے نہ اوپر، اور رکوع سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے (بیٹھتے وقت) بایاں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔ شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلائیاں بچھانے سے منع فرماتے اور سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عقبہ شیطان سے منع کرتے تھے۔ (عقبہ شیطان کی تشریح شرح میں ملاحظہ کریں)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے سورۂ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر دلائل

حدیث نمبر ۱۰۱۲

میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحمد للہ رب العٰلمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے، اس لیے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً (بلند آواز سے) قرأت الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کی جائے گی اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۸۵) (نووی مع مسلم ج ۱ ص ۳۹۱) اس حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کرتے تھے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العٰلمین۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نماز (میں قرأت) الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نووی نے امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الحمد للہ رب العٰلمین سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قرأت سورہ فاتحہ سے

شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورۂ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نووی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ترمذی شریف میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی و انا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العلمین۔

(جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو جہراً سنا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا اے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز یں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا، جب تم نماز پڑھو تو (جہراً) بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو نماز میں آہستہ اور الحمد للہ رب العلمین کو جہری نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس کے ثبوت میں مزید یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن قتادۃ قال سمعت انس بن مالک قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم اسمع احدا منھم یجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ وکلھم یخفی بسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لیسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وابا بکر وعمر رواہ ابن شاہین۔[1]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انھوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو، ایک روایت میں ہے کہ وہ سب بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھتے تھے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے (ان روایات کو ابن شاہین نے بیان کیا)۔

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۵-۲۸۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز سری ہو یا جہری ہر حال میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھی جائے گی اور جہری نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قرأت الحمد للہ رب العٰلمین سے (با آواز بلند) کی جائے گی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھنا اور الحمد للہ رب العٰلمین کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔

تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

اس حدیث میں ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھنے کا بھی ذکر ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ (بخاری ج ١ ص ١٠٥) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو" نیز آپ کا حکم ہے قولوا التحیات للہ "التحیات للہ" پڑھو فرض اس لیے نہیں ہے کہ آپ سے التحیات سہواً رہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی، (مغنی ابن قدامہ ج ١ ص ٣١١) علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن ان کے دلائل سے پتا چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض لے رہے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک تشہد فرض ہے۔ [1]

مسلک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ تشہد سنت ہے۔

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان کانت الصلوٰة تزید علی رکعتین جلس فی الرکعتین للتشھد لنقل الخلف عن السلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو سنة۔ [1]

اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو دو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ سنت ہے۔

اسی طرح علامہ ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔

علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فذھب مالک وابوحنیفة وجماعة الی ان التشھد لیس بواجب۔ [2]

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کی طرف جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی نسبت کی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وجوب بمعنی فرض ہو کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں اور اس طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ مالکیہ

---

[1] علامہ ابن ہمام متوفی ٨٦١ھ، فتح القدیر ج ١ ص ٢٧٤، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر

[2] علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی ٥٩٥ھ، بدایة المجتہد ج ١ ص ٩٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو، لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک تشہد سنت ہی ہے کیونکہ علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے نیز علامہ ابن رشد کی طرح علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء

احناف کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں پیر کھڑا کیا جائے اور بایاں پیر بچھا لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس زیر بحث روایت میں صراحۃً مذکور ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی بایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھ جائیں (جیسے عورتیں بیٹھتی ہیں) امام شافعی کے نزدیک پہلے قعدہ میں تو بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔ (شرح نووی مع مسلم ج ۱ ص ۱۹۵)۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ احناف کے مطابق ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

السنة ان یجلس بین السجدتین مفترشا وهو ان یثنی رجله الیسری فیبسطها ویجلس علیها وینصب رجله الیمنی ویخرجها من تحته ویجعل بطون اصابعه علی الارض معتمدا علیها لتکون اطراف اصابعها الی القبلة قال ابو حمید فی صفة صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ثنی رجله الیسری وقعد علیها ثم اعتدل حتی رجع کل عظم فی موضعه ثم هو ساجدا وفی حدیث النبی صلی الله علیه وسلم الذی نعته عائشة وکان یفرش رجله الیسری وینصب الیمنی [1] (متفق علیه)

نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پیر موڑ کے بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر اس طرح سیدھا کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی طرف جمی ہوں۔ ابو حمید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور بایاں پیر موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بالکل سیدھے بیٹھتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ حضور بایاں پیر بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

امام مالک جس تورک کے قائل ہیں اس کو بعض علماء اقعاء سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کے بارے

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

میں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ویکرہ الاقعاء وھوان یفرش قدمیہ و یجلس علی عقبیہ۔ [1]

اقعاء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر بچھا کر ان کی ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔

دراصل اقعاء کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے جس کا یہاں بیان ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقعاء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سرین پر بیٹھا جائے اس اقعاء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقعاء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کے استحباب کا کوئی قائل نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں علی العموم والاستغراق دایاں پیر کھڑا کر کے اور بایاں پیر بچھا کر بیٹھتے تھے، علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے اس لیے دونوں احادیث جمع کرنے کے لیے انھوں نے کہا کہ پہلے قعدہ میں بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے میں تورک کے ساتھ۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بایاں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور صحت کی تقدیر پر اس کو کبر سنی پر محمول کیا ہے البتہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تورک کے ساتھ بھی بیٹھے ہیں، اس لیے یہ حدیث کبر سنی یا عذر کی حالت پر محمول ہے۔

نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مفتاح الصلوۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم۔ [2]

نماز کی کنجی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل (نماز کو ختم کرنا) سلام پھیرنا ہے۔

چونکہ پاکیزگی اور تکبیر تحریمہ دونوں فرض ہیں اس لیے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں سلام پھیرنا بھی فرض ہونا چاہیے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا اس کے علاوہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

احناف کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے حضرت

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ا ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ کے بعد فرمایا:

فاذا قضیت هذا او قال فاذا فعلت هذا فقد قضیت صلوتک فان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد۔ [1]

جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی۔ اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں بلکہ قعدۂ اخیرہ فرض ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز ہو گئی اور نہ سلام کا ذکر فرمایا نہ اختتام نماز کو سلام پر موقوف کیا بلکہ قعدہ اخیرہ پر اختتام کو موقوف کیا اور وہ احناف کے نزدیک فرض ہے۔ سلام کے فرض نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس اعرابی کو نماز کی تعلیم دی جس نے نماز ٹھیک سے نہیں پڑھی تھی، اور فرمایا تھا صل فانک لم تصل۔ تو اس میں آپ نے سلام کا ذکر نہیں کیا (دیکھیے بخاری ج ا ص ۱۰۹) حالانکہ باقی فرائض ذکر کیے اگر سلام فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔

البتہ احتیاطاً احناف نے سلام کو واجب قرار دیا ہے۔

نماز سے باہر آنے کے لیے احناف کے نزدیک نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً عصر کی نماز کا شروع کرنا فرض ہے اور عصر اس وقت شروع ہو گی جب ظہر ختم ہو اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کا سارا وقت ظہر میں خرچ کر دے تو عصر کی نماز کیسے شروع ہو گی اس لیے مثلاً ظہر کا ختم کرنا فرض ہے تاکہ عصر شروع ہو۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز کو قصداً کسی ایسے فعل کے ساتھ ختم کیا جائے جو از قبیل عبادت ہو ایسے فعل کے ساتھ نماز کو ختم نہ کیا جائے جو نماز کے منافی ہو مثلاً کسی سے بات کرنا یا قہقہہ لگانا ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

خروج بصنعہ کی تحقیق

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اگر نمازی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائے گی اور سلام نہ کرنے کی بناء پر سجدہ سہو لازم آئے گا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ قعدۂ اخیرہ جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدۂ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ [2]

علامہ ابو سعید بروعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصنعہ (نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے، کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۳۹، مطبوعہ ۱۳۲۷ھ
[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ا ص ۵۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول،

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصنعہ فرض ہوگا لیکن علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو بھی تو وہ اس عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید بردعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اس سے ابو سعید بردعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی، اور خروج بصنعہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے، علامہ بردعی کی تخریج کی موافقت ہدایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز، وافی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے [1]۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھے رہو، اور امام اعظم نے خروج بصنعہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بردعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہوگا، اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغییر ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے مغیر نہیں ہے، مجتبیٰ میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے سراج الدرایہ میں ہے شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔ [2]

علامہ کرخی، شمس الائمہ الحلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زیلعی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتبیٰ اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصنعہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے مذاہب ثلاثہ کے علماء نے خروج بصنعہ کی بناء پر فقہاء احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج اص ۸۱ا، ج اص ۵۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج اص ۳۲۷، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

______ نووی شافعی اور علامہ وشتانی مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابو حنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرہ سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے[1] جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو مرتبہ سلام پھیریں۔[2]

بَابُ ۱۸۵ سُتْرَةِ الْمُصَلِّیْ وَنَدْبِ الصَّلٰوةِ اِلٰی سُتْرَةٍ وَّالنَّھْیِ عَنِ الْمُرُوْرِ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ وَحُکْمِ الْمُرُوْرِ وَدَفْعِ الْمَارِّ وَجَوَازِ الْاِعْتِرَاضِ بَیْنَ الْمُصَلِّیْ وَالصَّلٰوةِ اِلَی الرَّاحِلَةِ وَالْاَمْرِ بِالدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ وَبَیَانِ السُّتْرَةِ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ

نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کا حکم اور گذرنے والے کو روکنا، نمازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق امور کا بیان

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

١٠١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِي مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

١٠١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي وَالدَّوَابُّ تَمُرُّ بَيْنَ أَيْدِينَا فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَلَا يَضُرُّهُ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے سامنے سے گذرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز تمہارے سامنے ہو تو پھر اس کے آگے سے کسی چیز کا گذرنا تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

١٠١٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

١٠١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ نَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ كَمُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

١٠١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھنے جاتے تو نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے، آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا، پھر لوگوں کو جماعت کراتے، آپ سفر میں اس کا اہتمام کرتے تھے اس

فيصلي إليها والناس وراءه وكان يفعل ذلك في السفر فمن ثم اتخذها الأمراء.

بناء پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

١٠١٨ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وابن نمير قالا نا محمد بن بشر قال نا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يركز وقال أبو بكر يغرز العنزة ويصلي إليها نا ابن أبي شيبة قال عبيد الله وهي الحربة.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیزہ گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

١٠١٩ - حدثنا أحمد بن حنبل قال نا معتمر بن سليمان عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعرض راحلته وهو يصلي إليها.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

١٠٢٠ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وابن نمير قالا نا أبو خالد الأحمر عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يصلي إلى راحلته وقال ابن نمير أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى إلى بعير.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ لیتے تھے اور ایک روایت میں اونٹ کا ذکر ہے۔

١٠٢١ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب جميعا عن وكيع قال زهير نا وكيع قال نا سفيان قال نا عون بن أبي جحيفة عن أبيه قال أتيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم بمكة وهو بالأبطح في قبة له حمراء من أدم قال فخرج بلال بوضوئه فمن نائل وناضح قال فخرج النبي صلى الله عليه وآله وسلم وعليه حلة حمراء كأني أنظر إلى بياض ساقيه قال فتوضأ وأذن بلال قال فجعلت أتتبع فاه ههنا وههنا يقول يمينا وشمالا يقول حي على الصلوة حي على الفلاح قال ثم ركزت له عنزة فتقدم فصلى الظهر ركعتين يمر بين يديه الحمار والكلب

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مقام ابطح میں سرخ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس پانی کو مل لیا، کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ (دو چادریں) پہنے ہوئے نکلے گویا میں اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال نے اذان دی میں ان کے منہ کی طرف دیکھتا رہا، وہ منہ کو دائیں بائیں کر کے حی علی الصلوٰۃ اور

لَا يُمْنَعُ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ.

حی علی الفلاح کہتے تھے پھر آپ کے لیے نیزہ گاڑا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعات پڑھائیں (بوجہ سفر کے) آپ کے آگے سے گدھے اور کتے گذرتے رہے، لیکن آپ نے انھیں نہیں روکا پھر اس کے بعد آپ نے عصر کی دو رکعات پڑھیں، پھر آپ یونہی (چار رکعات والی نماز کی) دو رکعات پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آئے۔

۱۰۲۲- **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ أَبَاهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ قَالَ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخْرَجَ وَضُوءًا فَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخْرَجَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا فَصَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہوا پانی لے کر نکلے میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو لینے کے لیے جھپٹنے لگے پھر جس کو پانی مل گیا اس نے بدن پر مل لیا اور جس کو پانی نہیں ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے ہاتھ تر کر لیا، پھر میں نے دیکھا کہ بلال نے ایک نیزہ نکال کر گاڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے اس کو سمیٹتے ہوئے نکلے اور نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائی، اور میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزہ کے سامنے سے گذر رہے ہیں (کیونکہ امام کا سترہ پوری جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

۱۰۲۳- **حَدَّثَنِي** إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا أَبُو عُمَيْسٍ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سُفْيَانَ وَعُمَرَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ فَلَمَّا كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ

امام مسلم نے ابوجحیفہ سے اس کی مثل ایک اور روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) دوپہر کے وقت نکلے اور اذان دی۔

بِلَالٌ فَنَادٰى بِالصَّلٰوةِ۔

١٠٢٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَآءِ فَتَوَضَّاَ فَصَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ وَكَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَآءِهَا الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوپہر کو بطحاء کی طرف گئے، آپ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی دو دو رکعات پڑھیں۔ آپ کے آگے نیزہ تھا جس کے پار عورتیں اور گدھے گذر رہے تھے۔

١٠٢٥۔ حَدَّثَنِىْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا نَا ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِالْاِسْنَادَيْنِ جَمِيْعًا مِثْلَهٗ وَزَادَ فِىْ حَدِيْثِ الْحَكَمِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْٓئِهٖ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کر رہے تھے۔

١٠٢٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ بِمِنًى فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَىِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِى الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَىَّ اَحَدٌ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں بلوغت کے قریب تھا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے، میں صف کے سامنے اتر اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں شریک ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

١٠٢٧۔ حَدَّثَنِىْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ اَقْبَلَ عَلٰى حِمَارٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ يُصَلِّىْ بِمِنًى فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ قَالَ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَىْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے، حضرت ابن عباس گدھے پر سوار ہو کر آئے، گدھا بعض صفوں کے سامنے سے گذرا وہ اس سے اتر کر صف میں شامل ہو گئے۔

١٠٢٨۔ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِىِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ بِعَرَفَةَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ مِنًى وَلَا عَرَفَةَ وَقَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَوْ يَوْمَ الْفَتْحِ -

۱۰۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَأْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطٰنٌ -

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا ابْنُ هِلَالٍ يَعْنِي حُمَيْدًا قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَصَاحِبٌ لِي نَتَذَاكَرُ حَدِيثًا إِذْ قَالَ أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ أَنَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَرَأَيْتُ مِنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ أَبِي مُعَيْطٍ أَرَادَ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ فِي نَحْرِهِ فَنَظَرَ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي سَعِيدٍ فَعَادَ فَدَفَعَ فِي نَحْرِهِ أَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْأُولٰى فَمَثَلَ قَائِمًا فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ زَاحَمَ النَّاسَ فَخَرَجَ فَدَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ مَا لَقِيَ قَالَ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلٰى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيكَ جَاءَ يَشْكُوكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے روایت ہے اس میں نہ منیٰ کا ذکر ہے نہ عرفات کا، فتح مکہ یا حجۃ الوداع کا ذکر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو گذرنے نہ دے جہاں تک ہو سکے اس کو دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے (ان فی الصلوٰۃ لشغلا ۔ سے یہ حکم منسوخ ہے، سعیدی غفرلہٗ)

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں ابومعیط کا ایک جوان آیا اور اس نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا، حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر مارا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کوئی اور راستہ نہ پایا وہ پھر گذرنے لگا، حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ دھکا دیا، وہ سیدھا کھڑا ہو کر ابوسعید سے لڑنے لگا، اس نے ابوسعید کو گالی دی اور لوگوں کو دھکا دیا، وہ وہاں سے گیا اور مروان سے جا کر شکایت کی، حضرت ابوسعید مروان کے پاس گئے، مروان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو تم سے کیا شکایت ہے، حضرت ابوسعید نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے پھر کوئی شخص تمہارے آگے سے گذرے تو اس کے سینے پر مارے پھر بھی وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۱۰۳۲- حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ فُدَیْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ یُصَلِّیْ فَلَا یَدَعْ اَحَدًا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْهِ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْهُ فَاِنَّ مَعَهُ الْقَرِیْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کو اپنے سامنے سے نہ گذرنے دے اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔

۱۰۳۳- وَحَدَّثَنِیْهِ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰهِیْمَ قَالَ نَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِیُّ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا صَدَقَةُ بْنُ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۴- حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِیَّ اَرْسَلَهٗ اِلٰی اَبِیْ جُهَیْمٍ یَسْاَلُهٗ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَآرِّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ قَالَ اَبُوْ جُهَیْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَآرُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ لَكَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِیْ قَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ اَرْبَعِیْنَ شَهْرًا اَوْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً۔

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ زید بن خالد جہنی نے انھیں حضرت ابوجہیم انصاری کے پاس یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گذرنے والے شخص کے بارے میں کیا سنا ہے؟ حضرت ابوجہیم نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی کے آگے سے گذرنے کی نسبت چالیس تک کھڑے رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔ ابوالنضر کہتے ہیں میں نہیں جانتا بسر نے چالیس دن کہا تھا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْحَیَّانِ الْعَبْدِیُّ قَالَ نَا وَكِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سَالِمٍ اَبِی النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِیَّ اَرْسَلَ اِلٰی اَبِیْ جُهَیْمٍ الْاَنْصَارِیِّ مَا سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَذَكَرَ

يَعْنِي حَدِيثَ مَالِكٍ۔

١٠٣٦- حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے برابر جگہ رہتی تھی۔

١٠٣٧- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ كَانَ يَتَحَرّٰى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ يُسَبِّحُ فِيهِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرّٰى ذٰلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَمَرِّ الشَّاةِ۔

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع مصحف کے قریب نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ کا قصد کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

١٠٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مَكِّيٌّ قَالَ يَزِيدُ أَخْبَرَنَا قَالَ كَانَ سَلَمَةُ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا۔

یزید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ اس ستون کے قریب جو مصحف کے پاس تھا نماز کا قصد کرتے تھے، میں نے کہا اے ابو مسلم تم اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ستون کے پاس نماز کا قصد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

١٠٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَإِنَّهُ يَسْتُرُهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ قُلْتُ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا بَالُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ سترہ کے لیے کافی ہے اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے نہ ہو تو گدھا، عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز کو منقطع کر دیتا ہے، میں نے کہا ابوذر سیاہ کتے کی کیا تخصیص ہے؟ اگر لال یا زرد کتا ہو تو

الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ.

پھر کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔

(چونکہ دوسری احادیث سے سترہ کے بغیر عورت کا نمازی کے آگے ہونا ثابت ہے اس لیے جمہور فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ ان چیزوں کے گذرنے سے نماز کا خضوع اور خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ نمازی ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو ورنہ وہ بھی نہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۴۰ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَيْضًا قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ أَبِي الذَّيَّالِ ح وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ قَالَ نَا زِيَادٌ الْبَكَّائِيُّ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ كَنَحْوِ حَدِيثِهِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعدد اسانید سے اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَيَقِي ذٰلِكَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے گذرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے اور اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو۔

۱۰۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر سترہ کے اگر نمازی کے سامنے عورت ہو تو اس کی اصل نماز نہیں ٹوٹتی، صرف نماز کا خضوع خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو

یا آپ کا منع کرنا تنزیہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے)

۱۰۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ كُلَّهَا وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری تہجد کی نماز ادا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں لیٹی ہوتی، اور جب حضور وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔

۱۰۴۴ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ فَقُلْنَا الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ فَقَالَتْ إِنَّ الْمَرْأَةَ لَدَابَّةُ سُوءٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَرِضَةً كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ وَهُوَ يُصَلِّي -

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا چیز نماز کو توڑ دیتی ہے ہم نے کہا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا عورت برا جانور ہے؟ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی رہتی تھی اور حضور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

۱۰۴۵ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحَمِيرِ وَالْكِلَابِ وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُو لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوذِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ -

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا۔ بخدا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے قبلہ کے درمیان چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ناپسند کرتی، چارپائی کے پایوں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

۱۰۴۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَدَلْتُمُونَا بِالْكِلَابِ وَالْحُمُرِ لَقَدْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں چارپائی پر لیٹی

رَاَيْتُنِیْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ فَيَجِیْءُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّیْ فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهٗ فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَیِ السَّرِيْرِ حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِیْ۔

رہتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور چارپائی کے درمیان میں نماز پڑھتے مجھے آپ کے سامنے سے نکلنا برا محسوس ہوتا تو میں چارپائی کے پایوں کی طرف کھسک کر لحاف سے باہر آ تی۔

۱۰۴۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَایَ فِیْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِیْ فَقَبَضْتُ رِجْلَیَّ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتی تھیں، پس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو میرا پیر دبا دیتے میں ٹانگیں کھینچ لیتی اور جب حضور قیام کرتے تو میں ٹانگیں پھیلا دیتی، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

۱۰۴۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ جَمِيْعًا عَنِ الشَّيْبَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ مَيْمُوْنَةُ زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ وَاَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا اَصَابَنِیْ ثَوْبُهٗ اِذَا سَجَدَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے آپ کا کپڑا مجھ سے لگ جاتا تھا۔

۱۰۴۹- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ مِنَ اللَّيْلِ وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَنَا حَائِضٌ وَعَلَیَّ مِرْطٌ وَعَلَيْهِ بَعْضُهٗ اِلٰى جَنْبِهٖ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں حالت حیض میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی مجھ پر جو چادر ہوتی اس کا کچھ حصہ آپ پر بھی ہوتا۔

سترہ کی تعریف اور اس کا حکم

سترہ نمازی کے سامنے کسی چیز کی اوٹ اور آڑ بنانے کو کہتے ہیں اس کے دو فائدے ہیں ایک تو نمازی کو کہ اس کی نظر سترہ کے پار نہ جا سکے اور ایک فائدہ دوسروں کو ہے کہ انھیں نمازی کے سامنے سے گذرنے میں تکلیف نہ ہو کیونکہ نمازی کے آگے سے گذرنا سخت گناہ ہے اور جب اس کے اور نمازی کے درمیان سترہ

حائل ہوگا تو وہ سترہ کے پار گذر سکتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سترہ دو ہاتھ کا ہونا چاہیے، صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سترہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہیے اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے۔ پتھر جمع کر کے اوپر تلے بھی رکھے جا سکتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک خط بھی کھینچا جا سکتا ہے سنن ابو داؤد میں بعض احادیث اس کی مؤید ہیں لیکن وہ ضعیف اور مضطرب ہیں اگر اونٹ یا اونٹنی یا کوئی اور جانور آگے ہو تو جیسا کہ حدیث میں ہے اس کو بھی سترہ بنایا جا سکتا ہے، لیکن نمازی کا عبادت اسے قصد محض اللہ کی عبادت ہو جانور کی تعظیم پیش نظر نہ ہو جن جانوروں کی عبادت کی جاتی ہے جیسے گائے وغیرہ ان کو سترہ نہیں بنانا چاہیے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب امام کھلے میدان میں نماز پڑھائے تو اس کو اپنے آگے سترہ گاڑ دینا چاہیے اور سترہ کو اپنی بائیں یا دائیں جانب رکھے، (سر کی جانب نہ ہو تا کہ سترہ کو سجدہ کرنے کا وہم نہ ہو)۔

علامہ ابن ہمام نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

عن المقداد بن الاسود قال ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ الی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ صمدا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لکڑی ستون یا درخت کی طرف منہ کر کے جب بھی نماز پڑھتے تو اس کو اپنی دائیں یا بائیں جانب کر لیتے اور ان چیزوں کا کبھی قصد نہیں کرتے۔

صاحب ہدایہ علامہ ابو الحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خط کھینچنا سترہ نہیں ہے لیکن علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متوفی ۸۶۱ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے:-

اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئا وان لم یجد فلینصب عصا وان لم یکن عصا فلیخط خطا ولا یضرہ مامر امامہ۔

(ابوداؤد)

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور اگر اور کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھ لے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہیے اور حدیث کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔[1] یہ حدیث اگرچہ ضعیف اور مضطرب ہے لیکن اس پر عمل کیا جا سکتا ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گذرنے والا گذر سکتا ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خاں نے کہا اس کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس کے آگے سے

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بلاکراہت گزر سکتا ہے) فخر الاسلام نے کہا جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی قیام میں اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو جہاں تک اس کی نظر جا سکتی ہے اس جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے) بعض فقہاء نے اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفیں مقرر کی اور بعض نے ڈیڑھ (انگریزی) گز، بعض نے ڈھائی گز اور بعض نے پچیس گز، اور بعض نے بیس گز، یہ حکم صحرا میں ہے اور مسجد کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گذرنا مکروہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ پچیس گز کے بعد گذر سکتا ہے۔ [1]

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

صحرا میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے (بغیر سترہ) کے گذرنا مکروہ ہے، یہی زیادہ صحیح قول ہے (اور سجدہ گاہ کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے) اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خان اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے، اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے، اور اس کے مقابلہ میں امام تمرتاشی، صاحب البدائع، فخر الاسلام، صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گذرنے والا اتنے فاصلہ سے بلاکراہت گذر سکتا ہے، جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گذرنے والا نظر نہ آئے، یہ حکم صحرا اور مسجد کبیر کے لیے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ [3]

پھر علامہ شامی لکھتے ہیں:

مسجد صغیر هو اقل من ستین ذراعا، وقیل من اربعین وهو المختار۔ [4]

مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع (تیس انگریزی گز) سے کم ہو، اور ایک قول یہ ہے جو چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) سے کم ہو۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ جس مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے کم ہو وہ مسجد صغیر ہے اس میں اگر نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے آگے سے گذرنا مطلقاً ——

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایۃ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، 〃 〃 〃

مکروہ ہے اور اگر مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سجدہ گاہ سے دو یا تین صف کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گذرنا بلاکراہت جائز ہے کیونکہ اگر نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (بایں طور کہ اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو اس کو اتنے فاصلہ سے گذرنے والا نظر نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مساجد عموماً تیس گز سے بڑی ہوتی ہیں اس لیے ان میں نمازی کے آگے سے دو صفوں کے بعد گذرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کیا ہے، اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضلات کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۱۰۴۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ جھپٹ پڑتے تھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اس کی تائید بخاری شریف میں ہے:

ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضا کادوا یقتتلون علی وضوئہ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۹)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غور سے دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رینٹ کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ حضور جب کوئی حکم دیتے تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگے ہوئے پانی یا آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کرام اپنے جسم سے ملنے کے لیے اس قدر بیتاب رہتے تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے، اس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ پتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناک بھی صاف کرتے تو اس رینٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا۔

رینٹ طبعاً مکروہ اور گھناؤنی ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی رینٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے اور جب وہ رینٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک وعنبر سے بہتر خوشبو دار ہو شہد سے زیادہ میٹھی تو کون بدبخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

رینٹ تو دور کی بات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک بھی طیب وطاہر تھا صحابہ کرام اس کو پی لیتے، اگر کوئی شخص پچھنے لگا کر علاج کی خاطر آپ کی رگ کاٹتا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا۔

امت کے حق میں آپ کے تمام فضلات کہ یہ طاہر ہیں۔

علامہ سیوطی مسند ابویعلیٰ، حاکم، دار قطنی اور ابونعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

عن ام ایمن قالت قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فخارۃ فی جانب البیت فبال فیہا فقمت من اللیل وانا عطشانۃ فشربت ما فیہا فلما اصبح اخبرتہ فضحک وقال انک لن تشتکی بطنک بعد یومک ھذا ابدًا۔ له

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور کو بتلایا آپ ہنسے اور فرمایا آج کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فضلاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام طاہرۃ کما جزم بہ البغوی وغیرہ وھو المعتمد لان ام ایمن برکۃ الحبشیۃ شربت بولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لن یلج النار بطنک صححہ الدار قطنی وقال ابو جعفر الترمذی دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاہر لان ابا طیبۃ شربہ و فعل مثل ذلک ابن الزبیر وھو غلام حین اعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم حجامتہ لیدفنہ فشربہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالط دمہ دمی لم تمسہ النار

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہر ہیں، جس طرح بغوی اور ان کے علاوہ علماء نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ ام ایمن برکہ حبشیہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو حضور نے ان سے فرمایا تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس حدیث کو دار قطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابو جعفر ترمذی نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خون پاک ہے کیونکہ ابوطیبہ نے اس کو پیا

له۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۷۷، طبع مصر

وهذه الاحاديث مذكورة فی كتب الحديث الصحيحة وذكرها فقهاؤنا وتبعهم الشافعية كالشربينی فی شرح الغاية وفقهاء مالكية والحنابلة فكانت كالمجمع عليه فحيث ثبت ان فضلاته عليه الصلاة والسلام تنجی من النار فكيف من ربی من دمها ولحمها ربی من بطنها ومن كان من اصل خلقته الشريفة يدخل النار۔ [1]

اور جب حضور نے اپنی رگ سے نکلوایا ہوا خون ابن زبیر کو دفن کرنے کے لیے دیا تو انھوں نے اس کو پی لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے۔ تو (آپ کی والدہ) جن کے خون اور گوشت سے آپ کی پرورش ہوئی اور جن کے پیٹ میں آپ رہے اور آپ کے تمام آباء و اجداد جو آپ کی خلقت کی اصل ہیں وہ کیسے جہنم میں جائیں گے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

وقد تكاثرت الادلة علی طهارة فضلاته وعد الائمة ذلك من خصائصه۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس بات کو حضور کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

اور علامہ بدرالدین حنفی حضور کے وضو والے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:

الماء الذی يتقاطر من اعضائه الشريفة فابو حنيفة ينكر هذا ويقول نجاسته ذلك فحاشاه وكيف يقول ذلك وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته۔ [3]

(باوجود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں) جو پانی حضور کے جسم سے لگ کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نجاست کا قول کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۵، طبع مصر

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۳، (طبع مصر)۔

[3] علامہ بدرالدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

دیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ومن ثم اختار کثیرون من اصحابنا طھارۃ فضلاتہ علیہ السلام[1]

اور اسی وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ عام بشری غلاظتوں سے پاک، صاف، منزہ اور طیب وطاہر ہے، حضور کے فضلات ایسے خوشبودار اور خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقعہ ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت سے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح نبی علیہ السلام کے خون کی مس سے حضور کے تمام آباؤ اجداد کا جہنم سے نجات یافتہ ہونا ثابت کیا ہے، اس پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل جو حضور کے خون سے ہے ان شاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

حلّہ کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔

حلّہ ایک قسم کی دو چادروں کو کہتے ہیں ایک باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں، اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری شریف، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی سرخ رنگ کے لباس کی تصریح موجود ہے۔ ان احادیث سے مردوں کے لیے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے سرخ رنگ کی چادروں کی کراہت بھی ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل علیہ ثوبان احمران فسلم علیہ فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ابوداؤد ص ۵۶۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا اور اس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس نے سلام کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

ایک اور حدیث ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی معصفر

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بعصفر موردًا فقال ما هذا؟ فانطلقت فاحرقته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت بثوبك فقلت احرقته قال افلا كسوته بعض اهلك۔

(ابوداؤد ص ۵۶۲)

نے مجھے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا لباس ہے، میں نے جاکر ان کپڑوں کو جلا دیا پھر جب میں حضور کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ان کپڑوں کا کیا کیا، میں نے عرض کیا میں نے انھیں جلا دیا، آپ نے فرمایا تم نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے، سرخ لباس پہننا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے کیونکہ حضور نے اس لباس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے منع نہیں کیا، علاوہ ازیں یہ سنن کی احادیث ہیں اور صحیح کی احادیث سے خود حضور کا سرخ لباس پہننا ثابت ہے، اسی لیے علامہ شامی نے سرخ لباس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے[1] اور آپ کا سرخ لباس پہننا بیان جواز پر محمول ہے۔ سرخ رنگ کے لباس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت

حدیث نمبر ۱۰۴۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ نمازی کے سامنے کتے، گدھے اور عورت کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اور حدیث نمبر ۱۰۴۶ میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا۔

حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا کتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت عائشہ کو اس سے ایذاء پہنچی اور انھوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ملفوظ میں نماز میں جناب رسالت مآب کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے زیادہ برا لکھا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی! اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ توہین ہے!۔

شیخ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است[2]

زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۲۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

ہیں استغراق سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

بَابُ [۱۸۶] الصَّلٰوۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّ صِفَۃِ لُبْسِہٖ

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان

۱۰۵۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ اَوَلِکُلِّکُمْ ثَوْبَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

۱۰۵۱۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَہْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اللَّیْثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ کِلَاہُمَا عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۵۲۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ نَادٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُصَلِّیْ اَحَدُنَا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اَوَ کُلُّکُمْ یَجِدُ ثَوْبَیْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے باآواز بلند پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ قَالَ زُہَیْرٌ نَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْہِ مِنْہُ شَیْءٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے شانوں پر کچھ کپڑا نہ ہو۔

۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ہِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ کے مکان میں اس طرح ایک کپڑا لپیٹے ہوئے نماز

فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ۔

۱۰۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ بِهٰذَا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مُتَوَشِّحًا وَلَمْ يَقُلْ مُشْتَمِلًا۔

۱۰۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ۔

۱۰۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَيَحْيٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ زَادَ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ فِيْ رِوَايَتِهِ قَالَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ۔

۱۰۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ۔

۱۰۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيْعًا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ

پڑھ رہے تھے کہ اس کے دونوں کنارے آپ کے کندھوں پر تھے۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت مذکور ہے مگر اس میں توشح کا بھی ذکر ہے (توشح کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کا جو کنارہ دائیں شانہ پر ہو اسے بائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے اور جو بائیں شانہ پر ہو اسے دائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر باندھ لے)۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین ام سلمہ کے مکان میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں میں تبدیلی کر رکھی تھی۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو پیٹا ہوا تھا اور دونوں طرفوں میں مخالفت کی ہوئی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑا میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ نے توشح کیا ہوا تھا۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی سندوں سے منقول ہے، ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٠٦٠ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ رَاٰى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا بِهٖ عِنْدَهٗ ثِيَابُهٗ وَقَالَ جَابِرٌ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ.

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان کے پاس اور کپڑے موجود تھے، حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

١٠٦١ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى حَصِيْرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا بِهٖ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں، اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو ایک کپڑے میں توشح کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

١٠٦٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِيْهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كُرَيْبٍ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّسُوَيْدٍ مُتَوَشِّحًا بِهٖ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت اور بھی کئی اسانید سے منقول ہے ابوکریب کی روایت میں ہے کہ آپ نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں اور ابوبکر اور سوید کی روایت میں توشح کا ذکر ہے۔

عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

نماز کی حالت میں ستر عورت فرض ہے، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم ہے، صرف چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔ مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، غیر مقلدین حضرات اس باب کی احادیث سے ننگے سر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سر کھلا رکھتے ہیں، قمیص، شلوار، شیروانی وغیرہ سب پہنتے ہیں، صرف سر نہ ڈھانپنے کے لیے وہ حضرت جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے باوجود اور کپڑوں کے صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس وضع اور ہیئت میں ہم دنیا دار معزز لوگوں کے

سامنے جانا خلاف ادب گردانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اس ہیئت میں کھڑے ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کی وسعت دی ہے تو ہمیں اس وسعت کو اختیار کرنا چاہیے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ۔[1]

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، تہبند اور عمامہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔[2]

جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ عز وجل احق ان یزین لہ۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔

عن نافع قال رانی ابن عمر وانا اصلی فی ثوب واحد فقال لم اکسک قلت بلی قال فلو بعثتک کنت تذھب ھکذا قلت لا قال فاللہ احق ان تزین لہ۔[4]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے، میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے مزین ہوا جائے۔

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانس والاکسیۃ وایدیھم فیھا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون۔[1]

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ والقلنسوۃ ویداہ فی کمہ۔[2]

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اور تابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے، (یعنی پیشانی عمامہ کے پیچ اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابو اسحاق قلنسوتہ فی الصلوٰۃ ورفعھا۔[3]

ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔

امام شعرانی لکھتے ہیں:

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامر بستر الراس فی الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الراس فی الصلوٰۃ۔[4]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطی حافظ ابن عساکر اور حافظ رویانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر قلانس الحدیث۔[5]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی عمامہ کے نیچے پہنتے تھے، اور ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنتے تھے۔

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
۳۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹، " " "
۴۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مصر
۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا تھا، اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے، عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھے۔

حرف آخر

۱۶/شعبان ۱۴۱۳ھ/۱۰ فروری ۱۹۹۳ء کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد اول کو از سر نو لکھنا شروع کیا تھا اور ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ/۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو یہ ختم ہوگئی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کا یہ سفر شروع ہوا تھا اور فروری ۱۹۹۴ء میں سات جلدیں مکمل ہونے کے بعد یہ سفر کامیابی کی منزل کو پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے کمزور اور بیمار شخص کے ہاتھوں اتنا عظیم کام مکمل کرا دیا، جب میں کراچی آنے سے پہلے اپنے ماضی کے ان سالوں کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں، جب میری کمر میں شدید درد رہتا تھا اور اس کی وجہ سے میرے دماغ پر شدید دباؤ تھا میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا، لوگ میرے پاس کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے اور میں ان کو خاموشی سے دیکھتا رہتا تھا، کوئی طالب علم میرے پاس فقہ کی کوئی کتاب لے کر اس کی کوئی عبارت سمجھنے کے لیے آتا تو میں کتاب دیکھ کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کمر کی تکلیف کی وجہ سے میرے ذہن پر شدید دباؤ تھا، کہاں میری یہ حالت تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ میں نے سات ضخیم اور مبسوط جلدوں پر مشتمل شرح صحیح مسلم لکھ ڈالی جس میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات ہیں، جب میں لاہور سے کراچی آرہا تھا تو میرے ایک دوست مولانا عطا محمد گولڑوی نے کہا "کراچی جانے کے بعد "مقالات سعیدی" کی ٹکر کی کوئی کتاب آنی چاہیے" اللہ تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ کراچی آنے کے بعد "مقالات سعیدی" کی بہ نسبت کہیں زیادہ عظیم کام، اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مکمل کرا دیا، یہ سب اس قادر قیوم اور کریم و رحیم کا فضل اور احسان ہے اور اسی کا انعام و اکرام ہے، یہ میرا کارنامہ نہیں ہے، اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔!

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اب ان شاء اللہ میں دو تین روز بعد "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کروں گا، اور شب کے اس آخری حصہ میں جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسمان دنیا پر متوجہ ہوتا ہے اور سائلین کو مانگنے کے لیے ندا کرتا ہے اور خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا، اس کو تا قیام قیامت باقی رکھنا اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے اثر آفرین بنانا، اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ کرنا، اور جس

طرح مجھے حدیث شریف کی خدمت کی سعادت عطا کی ہے اسی طرح مجھے قرآن مجید کی خدمت کی کرامت سے بھی سرفراز کرنا، اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق لکھنے اور باطل سے اجتناب کی ہمت عطا فرمانا اور اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور کرنا اور اس کو قبول عام عطا فرمانا۔

اے بارِ الٰہ! اس کتاب کے مصنف، اس کے کاتب اور مصحح، اس کے ناشرین اور معاونین اور اس کے قارئین، مصنف کے والدین، اس کے اساتذہ اور مشائخ، اس کے تلامذہ اور احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلاء اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور راحت اور جنت الفردوس عطا فرما! آمین یا رب العلمین! بحرمۃ حبیبک سید العلمین، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء المجتہدین اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عم فیوضہ کی ایک اور فکر انگیز اور علمی تصنیف

قرآن مجید کی تفسیر بہ نام

تبیان القرآن

اہل علم اور اربابِ ذوق کی تسکین کے لیے اِنْ شَاءَ اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

چند خصوصیات

★ قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح ،
★ احادیث، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح ،
★ قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط ،
★ عقائد اسلامیہ میں عقائد اہل سنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح ،
★ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل، مجتہدین کی آرا پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی ،
★ مشکلاتِ اعرابِ قرآن کا حل، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہبِ باطلہ کا مہذب رد ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہلِ ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی ۔

پیش کش : فرید بک سٹال
۳۸- اردو بازار، لاہور